

تہذیبی احکامات

فیضانِ اسلامیہ



تاریخ اسلام

مختصر تاریخ اسلام کی روشنی میں

مؤلف: امیر کواقیہات و سوانی
ترجمہ: اسحاق احمد پور

مقدمہ ناشر

سبق 1:

تاریخ کی اہمیت

تاریخ کی تعریف

اقسام تاریخ

1 منقول تاریخ

منقول تاریخ کی خصوصیات

2 علمی تاریخ

3 فلسفہ تاریخ

اس کتاب میں ہمارا مطمح نظر

منقول تاریخ کا درجہ اعتبار

تاریخ بالخصوص تاریخ اسلام کی اہمیت اور قدر و قیمت

الف: قرآن کی نظر میں تاریخ کی اہمیت

ب: نہج البلاغہ کی رو سے تاریخ کی اہمیت

ج: غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں تاریخ اسلام کی اہمیت

دیگر تواریخ پر تاریخ اسلام کی برتری

تاریخ اسلام کے بارے میں استاد مطہری رقم طراز ہیں

سوالات

حوالہ جات

سبق 2:

اسلام سے قبل جزیرہ نمائے عرب کی حالت

حدود اربعہ اور محل وقوع

سیاست

قبیلہ

معاشرتی نظام

دین و دینداری

تہذیب و ثقافت

توبہ پرستی اور خرافات کی پیروی

عہد جاہلیت میں عورتوں کا مقام

حرمت کے مہینے

سوالات

حوالہ جات

سبق 3:

پیغمبر اکرم (ص) کا نسب اور آپ (ص) کی ولادت باسعادت

رسول خدا (ص) کے آباء و اجداد

حضرت عبدمناف (ع)

[حضرت ہاشم \(ع\)](#)
[حضرت عبدالمطلب \(ع\)](#)
[واقعہ فیل](#)
[چند قابل ذکر نکات](#)
[حضرت عبداللہ \(ع\)](#)
[رسول اللہ \(ص\) کی ولادت باسعادت](#)
[پیغمبر اکرم \(ص\) کا بچپن](#)
[خدائی تربیت](#)
[سوالات](#)
[حوالہ جات](#)

سبق 4:

[رسالت کی جانب پہلا قدم](#)
[شام کی طرف پہلا سفر](#)
[مستشرقین کی دروغ گوئی](#)
[شام کا دوسرا سفر](#)
[حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی ساتھ شادی](#)
[حضرت خدیجہ سے شادی کے محرکات](#)
[پیغمبر اکرم \(ص\) کے منہ بولے بیٹے](#)
[حضرت علی \(ع\) کی ولادت](#)
[پیغمبر اکرم \(ص\) کے دامن میں تربیت](#)
[معبود حقیقی سے انس و محبت](#)
[سوالات](#)
[حوالہ جات](#)

سبق 5:

[مکہ میں اسلام کی تبلیغ اور قریش کا رد عمل](#)
[بعثت \(نزول وحی\)](#)
[سب سے پہلے اسلام لانے والے](#)
[1 پیغمبر اکرم \(ص\)](#)
[2 پیغمبر اکرم \(ص\)](#)
[3 حضرت علی \(ع\)](#)
[دعوت کا آغاز](#)
[الف : خفیہ دعوت](#)
[قریش کا رد عمل](#)
[ب: اعزاء و اقرباء کو دعوت](#)
[پہلے عزیز و اقارب ہی کیوں؟](#)
[ج: عام دعوت حق](#)
[قریش کا رد عمل](#)
[الف: مذاکرہ](#)
[ب: لالچ](#)
[ج: تہمت و افترا پردازی](#)

د:شکنجہ و ایذارسانی

سوالات

حوالہ جات

سبق 6:

قریش کا سازشیں اور ہجرت حبشہ

ہ: پیغمبر اکرم(ص) کے یاس پہنچنے سے لوگوں کو روکنا

و: قرآن سے مقابلہ

ہجرت حبشہ:

اس ہجرت کے فوائد

ز: اقتصادی ناکہ بندی

محاصرے کا خاتمہ

رسول اکرم(ص) کے یاس عیسائیوں کے ایک وفد کی آمد

حضرت ابوطالب (ع) اور حضرت خدیجہ (س) کی رحلت

حضرت ابوطالب (ع) کی مظلومیت

سوالات

حوالہ جات

سبق 7:

معراج اور یثرب کے لوگوں کی دین اسلام سے آشنائی

معراج:

حضرت ابوطالب (ع) کی وفات کے بعد قریش کا رد عمل

رسول اکرم(ص) کی اس گفتگو کے اہم نکات

یثرب کے لوگوں کی دین اسلام سے آشنائی

پہلی بیعت عقبہ

دوسری بیعت عقبہ

اہل یثرب کے اسلام لانے کے اسباب

پیغمبر اکرم(ص) کو قتل کرنے کی سازش

ہجرت ، انقلاب کی ضرورت

سوالات

حوالہ جات

سبق 8:

مدینہ ہجرت کرنے کے بعد رسول اکرم(ص) کے اقدام

قبائ میں رسول خدا(ص) کے تشریف آوری

مدینہ میں تشریف آوری

الف: مسجد کی تعمیر

ب: رشتہ اخوت و برادری

ج: یہودیوں کے ساتھ عہد و پیمان

عہد شکنی

جنگی اور جاسوسی اقدامات کا آغاز

انصار کا ان مہمات میں شریک نہ ہونے کا سبب

ان جنگوں اور غزوات کا مقصد

قبلہ کی تبدیلی

سوالات

حوالہ جات

سبق 9 :

جنگ بدر

جنگ بدر کی مختصر تاریخ

الف: مال غنیمت اور قیدیوں کا انجام

ب: فتح و کامیابی کے اسباب

معنوی عوامل

مادی اور عسکری عوامل

جنگ بدر کے نتائج

سوالات

حوالہ جات

سبق 10:

"حضرت علی (ع) کی شادی خانہ آبادی ""جنگ احد"

غزوہ بنی قینقاع

سازشوں کو ناکام کرنا

حضرت فاطمہ (س) کی شادی خانہ آبادی

حضرت فاطمہ زہرا (س) کا مہر

شادی کی رسومات

غزوہ احد

غزوہ احد کی اجمالی تاریخ

سیاہ کی دوبارہ جمع آوری

سوالات

حوالہ جات

سبق 11:

جنگ احد سے جنگ احزاب تک

جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب

تعمیری شکست

طاقت کا اظہار

احد سے خندق تک

غزوہ احزاب

اندرون مدینہ جنگی محاذ کا کھولنا

ایمان و کفر کے نمائندوں کی جنگ

سوالات

حوالہ جات

سبق 12:

[غزوات بنی قریظہ ، بنی مصطلق اور صلح حدیبیہ](#)
[لشکر احزاب کی شکست کے اسباب](#)
[جنگ احزاب کا خاتمہ اور مسلمانوں کی یورش کا آغاز](#)
[عہد شکن لوگوں کی سزا](#)
[غزوہ بنی قریظہ کا سودمند پہلو](#)
[صلح و محبت کا سال](#)
[1۔ غزوہ \(بنی مصطلق\)](#)
[2۔ صلح حدیبیہ](#)
[قریش کی مخالفت](#)
[مذاکرات کا آغاز](#)
[بیعت رضوان](#)
[صلح حدیبیہ کے سیاسی ، مذہبی اور معاشرتی نتائج](#)
[سوالات](#)
[حوالہ جات](#)

[سبق 13:](#)
[جنگ موتہ](#)
[دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں کو دعوت اسلام](#)
[حجاز سے یہودیوں کے نفوذ کا خاتمہ](#)
[غزوہ خیبر](#)
[فدک](#)
[غزوہ وادی القری](#)
[مکہ کی جانب روانگی](#)
[جنگ موتہ](#)
[جنگ موتہ کے نتائج](#)
[سوالات](#)
[حوالہ جات](#)

[سبق 14:](#)
[فتح مکہ اور غزوات حنین اور طائف](#)
[فتح مکہ](#)
[بینمیر ہدایت و اصلاح](#)
[غزوہ حنین و طائف](#)
[مال غنیمت کی تقسیم](#)
[غزوہ حنین کی ابتدائی مسلمانوں کی شکست اور آخر میں کامیابی کے اسباب](#)
[الف۔ ابتدائی مرحلے میں شکست](#)
[آخری فتح](#)
[سوالات](#)
[حوالہ جات](#)

[سبق 15:](#)
[غزوہ تبوک](#)

غزوہ تبوک
رسول خدا (ص) کے فرمان پر لوگوں کے مختلف موقف
تبوک کی جانب روانگی
منافقوں کی رسوائی
مشرکین سے بیزاری
سوالات
حوالہ جات

سبق 16:
حجۃ الوداع ، جانشین کا تعین اور رحلت پیغمبر اکرم (ص)
حجۃ الوداع
جانشین کا تعین
رسول خدا (ص) کی آخری عسکری کوشش
رسول خدا (ص) کی رحلت
سوالات
حوالہ جات

نام کتاب: تاریخ اسلام (زندگی پیامبر) (ص) (1)
مؤلف: مرکز تحقیقات اسلامی
مترجم: معارف اسلام پبلشرز
ناشر: نور مطاف
جلد: اول
اشاعت: تیسری
تاریخ اشاعت: 20 جمادی الثانی 1427 ھ_ ق
تعداد: 2500

Web : www.maaref-foundation.com
E-mail: info@maaref-foundation.com

جملہ حقوق طبع بحق معارف اسلام پبلشرز محفوظ ہیں _

5

مقدمہ ناشر:

ادارہ معارف اسلام پبلشرز اپنی اصلی ذمہ داری کو انجام دیتے ہوئے مختلف اسلامی علوم و معارف جیسے تفسیر، فقہ، عقائد، اخلاق اور سیرت معصومین (علیہم السلام) کے بارے میں جانے پہچانے محققین کی قیمتی اور اہم تالیفات کے ترجمے اور طباعت کے کام کو انجام دے رہا ہے۔
یہ کتاب (عہد رسالت 1) جو قارئین کے سامنے ہے پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) اور آپ (ص) کے اہل بیت

اطہار (علیہم السلام) کی سیرت اور تاریخ پر لکھی جانے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے گذشتہ سالوں میں ترجمہ کروا کر طبع کیا گیا تھا۔ اس ترجمہ کے دستیاب نہ ہونے اور معزز قارئین کے مسلسل اصرار کے باوجود اس پر نظر ثانی اور اسے دوبارہ چھپوانے کا موقع نہ مل سکا۔

خداوند عالم کے لطف و کرم سے اس سال کہ جسے ربہر معظم (دام ظلہ) کی جانب سے رسول اعظم (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) کا سال قرار دیا گیا ہے، اس نفیس سلسلے کی پہلی جلد کو، نظر ثانی اور تصحیح کے بعد دوبارہ زیور طبع سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ خداوند متعال کے فضل و کرم، امام زمان (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی خاص عنایت اور ادارے کے ساتھ تعاون کرنے والے محترم فضلاء کے مزید اہتمام و توجہ سے اس سلسلے کی بعد والی جلدوں کو بھی جلد از جلد چھپوا کر مطالعہ کے شائقین کی خدمت میں پیش کر سکیں گے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ
معارف اسلام پبلشرز

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

7

سبق 1:

تاریخ کی اہمیت

تاریخ اسلام کی دوسری تواریخ پر فوقیت

9

تاریخ کی تعریف

لغت کی کتابوں میں تاریخ کے معنی "زمانے کی تعیین" کے ہیں۔ "أَرَخَ الْكُتَابَ وَ أَرَخَهُ" اس نے کتاب یا خط پر تاریخ تحریر ثبت کی (1)۔

تاریخ کے اصطلاحی معانی بیان کرتے ہوئے لوگوں نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں جن میں سے چند ذیل میں درج ہیں :

1_ ایک قدیم اور مشہور واقعہ کی ابتدا سے لیکر اس کے بعد رونما ہونے والے دوسرے واقعہ کے ظہور تک کی مدت کا تعین

2_ سر گذشت یا ایسے قابل ذکر حوادث اور واقعات کہ جنہیں بلحاظ ترتیب زمان منظم و مرتب کیا گیا ہو (2)۔

اقسام تاریخ

علم تاریخ، اس کی اقسام اور خصوصیات اسی طرح ان میں سے ہر ایک کے فوائد کے بارے میں بہت زیادہ بحث و گفتگو کی جا چکی ہے۔

استاد شہید مرتضیٰ مطہری نے علم تاریخ کی تین قسمیں بیان کی ہیں :

1: منقول تاریخ

موجودہ زمانہ کی کیفیت اور حالت کے برعکس ، گزشتہ زمانہ کے واقعات و حادثات اور انسانوں کی حالات اور کیفیات کا علم۔
اس میں سوانح عمری 'فتح نامے اور سیرت کی وہ تمام کتابیں شامل ہیں جو اقوام عالم میں لکھی گئی ہیں اور اب بھی لکھی جارہی ہیں۔

منقول تاریخ کی خصوصیات

الف: یہ تاریخ جزئی ہوتی ہے مجموعی اور کلی نہیں۔
ب: یہ محض منقول ہے اور اس میں عقل و منطق کو دخل نہیں ہوتا۔
ج: محض گزشتہ واقعات کا علم ہے تبدیلیوں اور تحولات کا نہیں۔
(ماضی سے متعلق ہے، حال سے نہیں)

2: علمی تاریخ

ان آداب و رسوم کا علم جن کا رواج عہد ماضی کے انسانوں میں تھا اور یہ علم ، ماضی میں رونما ہونے والے واقعات و حادثات کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ (4)

3: فلسفہ تاریخ

معاشروں کے ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ میں تغیر اور تبدیلیوں نیز ان تبدیلیوں پر حاکم قوانین کا علم۔ (5)

اس کتاب میں ہمارا مطمح نظر

اس کتاب کے اسباق میں اس بات کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ سب سے پہلے ان واقعات کو تفصیل سے بیان کیا جائے جو پیغمبر اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی رسالت کے دوران رونما ہوئے اور اس کے ساتھ ہی ان کا تجزیہ اور تحلیل بھی کیا جائے اس کے بعد دوسرے مرحلہ میں ان واقعات سے پندو نصیحت حاصل کی جائے ، ان سے کلی قواعد اور نتائج اخذ کر کے پھر انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ان سے استفادہ کیا جائے۔ بالخصوص اس بات کے پیش نظر کہ ایران کے اسلامی انقلاب کی تاریخ بھی درحقیقت دوران رسالت و امامت کے تاریخ اسلام کا منطقی تسلسل ہے۔ چنانچہ اس عہد کے اکثر حالات و واقعات بویہو صدر اسلام کے حالات و واقعات کی طرح تھے۔

منقول تاریخ کا درجہ اعتبار

علمی نیز منقول تاریخ کی تشکیل چونکہ ان واقعات کی بنیاد پر ہوتی ہے جو عہد ماضی میں گزر چکے ہیں اس لئے محققین نے اس بات پر بھی بحث کی ہے کہ یہ واقعات کس حد تک معتبر یا غیر معتبر ہوسکتے ہیں۔
بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ متقدمین کی کتابوں میں منقول تاریخ سے متعلق جو کچھ درج کیا گیا ہے اسے بیان اور قلمبند کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے واقعات کو ذاتی اغراض ، شخصی محرکات ، قومی تعصبات یا اجتماعی و فکری وابستگی کی بنیاد پر نقل کیا ہے اور اس میں تصرف اور تحریف کر کے واقعات کو ایسی شکل دی ہے جیسی وہ خود چاہتے تھے یا صرف ان واقعات کو قلمبند کیا ہے جس سے ان کے اغراض و مقاصد پورے ہوتے تھے اور ان

کے عقائد کے ساتھ میل کھاتے تھے۔
منقول تاریخ کے بارے میں یہ بدگمانی اگرچہ بے سبب و بلاوجہ نہیں اور اس کا سرچشمہ تاریخ کی کتابوں اور مورخین

کے ذاتی مزاج اور اسلوب کو قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اس کے باوجود تاریخ بھی دیگر علوم کی طرح سلسلہ وار مسلمہ حقائق و واقعات پر مبنی ایک علم ہے جن کا تجزیہ و تحلیل کیا جاسکتا ہے۔
اس کے علاوہ ایک محقق، شواہد و قرائن کی بنیاد پر اسی طرح اپنی اجتہادی قوت کے ذریعے بعض حادثات و واقعات کی صحت و سقم معلوم کر کے انہی معلومات کی بنیاد پر بعض نتائج اخذ کر سکتا ہے۔ (6)

تاریخ بالخصوص تاریخ اسلام کی اہمیت اور قدر و قیمت
مسلم وغیر مسلم محققین اور دانشوروں نے تاریخ بالخصوص تاریخ اسلام وسیرت النبی (ص) کے بارے میں بہت زیادہ تحقیقات کی ہیں۔ انہوں نے مختلف پہلوئوں کا جائزہ لے کر اس کی قدر و قیمت اور اہمیت کو بیان کیا ہے۔

الف: قرآن کی نظر میں تاریخ کی اہمیت
قرآن کی رو سے 'تاریخ بھی حصول علم و دانش اور انسانوں کے لئے غور و فکر کے دیگر ذرائع کی طرح ایک ذریعہ ہے قرآن نے جہاں انسانوں کو غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے وہاں اس نے غورو فکر کے منابع (یعنی ایسے موضوعات جن کے بارے میں انسانوں کو غورو فکر کر کے ان سے ذریعہ شناخت و معرفت کے عنوان سے فائدہ اٹھائے) بھی ان کے

13

سامنے پیش کئے ہیں۔
قرآن نے اکثر آیات میں انسانوں کو یہ دعوت دی ہے کہ وہ گزشتہ اقوام کی زندگی کا مطالعہ کریں۔ ان کی زندگی کے سودمند نکات پیش کرنے کے بعد انہیں یہ دعوت دی ہے کہ وہ لائق اور باصلاحیت افراد کو اپنا ہادی و رہنما بنائیں اور ان کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ سمجھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:
(قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ) (7)
"تم لوگوں کے لئے ابراہیم (ع) اور ان کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ موجود ہے۔"
اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:
(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) (8)

"درحقیقت تم لوگوں کے لئے رسول اللہ (ص) کی ذات ایک بہترین نمونہ ہے۔"
قرآن کی رو سے تاریخ بشر اور اس کا ارتقاء سلسلہ وار اصول و ضوابط اور رسوم و رواج کی بنیاد پر مبنی ہے۔ عزت و ذلت فتح و شکست اور بدبختی و خوش بختی سب کے سب دقیق و منظم حساب و کتاب کے تحت حاصل ہوتی ہیں ان اصول و ضوابط اور رسوم و رواج کو سمجھنے کے بعد تاریخ پر تسلط حاصل کر کے اس کے ذریعے اپنی ذات اور معاشرے کو فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر درج ذیل آیت میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:
(قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ) (10)

14

"تم سے پہلے بھی رسوم و رواج اور طور طریقے موجود تھے پس زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ (خدا اور انبیاء (ع) کو) جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟"

ب: نہج البلاغہ کی روسے تاریخ کی اہمیت
قرآن کے علاوہ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے بھی اپنے اقوال میں شناخت و معرفت کے اس عظیم اور وسیع سرچشمے کی قدر و قیمت کی جانب اشارہ فرمایا ہے چنانچہ اس بارے میں حضرت علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:
(يَا بَنِيَّ إِنِّي وَإِنْ لَمْ أَكُنْ عَمَرْتُ عُمَرَ مَنْ كَانَ قَبْلِي فَقَدْ نَظَرْتُ فِي أَعْمَالِهِمْ وَفَكَّرْتُ فِي أَخْبَارِهِمْ وَ سَرْتُ فِي أَثَارِهِمْ حَتَّى عُدْتُ كَأَحَدِهِمْ بَلْ كَأَنِّي بِمَا انْتَهَى إِلَيَّ مِنْ أُمُورِهِمْ قَدْ عَمَرْتُ مَعَ أَوَّلِهِمْ إِلَى آخِرِهِمْ فَعَرَفْتُ صَفْوَ ذَلِكَ مِنْ كَدْرِهِ وَ نَفَعَهُ مِنْ ضَرَرِهِ) (1)
"یعنی اے میرے بیٹے میری عمر اگر چہ اتنی لمبی نہیں جتنی گزشتہ دور کے لوگوں کی رہی ہے (یعنی آپ (ع) یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ گرچہ میں نے گزشتہ لوگوں کے ساتھ زندگی نہیں گزاری) لیکن میں نے ان کے کاموں کو دیکھا، ان کے واقعات پر غور کیا اور ان کے آثار اور باقیات میں سیر و جستجو کی یہاں تک کہ میں بھی ان میں سے ایک ہو گیا بلکہ ان کے

جو اعمال و افعال مجھ تک پہنچے ان سے مجھے یوں لگتا ہے کہ گویا میں نے ان کے ساتھ اول تا آخر زندگی بسر کی ہے پس ان کے کردار کی پاکیزگی و خوبی کو برائی اور تیرگی سے اور نفع کو نقصان سے علیحدہ کر کے پہچانا۔"

15

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا یہ بیان اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ ائمہ علیہم السلام کس حد تک عہد گزشتہ کی تاریخ کو اہمیت دیتے تھے۔

ج: غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں تاریخ اسلام کی اہمیت

عیسائی دانشور اور ادیب جرجی زیدان رقم طراز ہے کہ:

اس میں شک نہیں کہ تاریخ اسلام کا شمار دنیا کی اہم ترین تاریخوں میں ہوتا ہے۔ کیونکہ مذکورہ تاریخ قرون وسطیٰ

(2) مینپوری دنیا کی تاریخ تمدن پر محیط ہے۔ (12)

یابیوں کہنا بہتر ہوگا کہ تاریخ اسلام زنجیر کی وہ کڑی ہے جس نے دنیا کے قدیم کی تاریخ کو جدید تاریخ سے متصل کیا ہے یہ تاریخ اسلام ہی ہے جس سے جدید تمدن کا آغاز اور قدیم تمدن کا اختتام ہوتا ہے۔

دیگر تواریخ پر تاریخ اسلام کی برتری

تاریخ اسلام کو دوسری تمام اقوام کی تاریخوں پر بہت زیادہ فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ ہم اس کے بعض پہلوؤں کی طرف یہاں اشارہ کرتے ہیں۔

1_ سیرت: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم و ائمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت، کردار اور طرز زندگی سنت کی حیثیت رکھتی ہے اور ان کے اقوال کی طرح اسے بھی امت مسلمہ کے لئے حجت اور سند کا درجہ حاصل ہے۔ سیرت نبوی (ص) ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ ہمارے اخلاق و کردار کونبی (ص) کی سیرت اور راہ و روش کے مطابق ہونا چاہئے جبکہ دیگر تاریخ میں ایسا بالکل نہیں ہے۔ مثال کے طور پر جرمنی

16

کے فرمانروا ہٹلر اور دوسری عالمی جنگ کے دوران اس کا کردار ہمارے لئے حجت و سند نہیں بن سکتے ان کا فائدہ صرف علمی سطح پر ہی ہوسکتا ہے یا زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہم اس کی زندگی سے عبرت حاصل کریں۔

2_ دقت: تاریخ کے جتنے بھی منابع و ماخذ موجود ہیں ان میں معلومات کے لحاظ سے تاریخ اسلام سب سے زیادہ مالا مال ہے چنانچہ جب کوئی محقق تاریخ اسلام لکھنا چاہے تو اسے دقیق تاریخی واقعات و افر مقدار میں مل جائیں گے۔ اس کے علاوہ تاریخ اسلام میں جس قدر مستند، باریک اور روشن نکات موجود ہیں وہ دیگر تاریخوں میں نظر نہیں آتے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ مسلمان رسول خدا (ص) کی سنت اور سیرت کو حجت تسلیم کرتے ہیں اور وہ اسے محفوظ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

تاریخ اسلام کے بارے میں استاد مطہری رقم طراز ہیں:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو دیگر ادیان و مذاہب پر جو دوسری فضیلت و فوقیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) کی تاریخ بہت زیادہ واضح اور مستند ہے۔ اس اعتبار سے دنیا کے دیگر رہنما ہماری برابری نہیں کرسکتے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی زندگی کی ایسی یقینی اور مسلم دقیق باتیں اور ان کی جزئیات ہمارے پاس آج بھی اسی طرح موجود و محفوظ ہیں جو کسی اور کے بارے میں نہیں ملتیں۔ آپ (ص) کا سال ولادت، ماہ ولادت، ہفتہ ولادت یہاں تک کہ روز ولادت تک تاریخ کے سینے میں درج ہے دوران شیر خوارگی، وہ زمانہ جو آپ (ص) نے صحرا میں بسر کیا ' آپ (ص) کے بچپن اور نوجوانی کا زمانہ، ملک عرب سے

17

باہر آپ (ص) کے سفر، وہ مشاغل جو آپ (ص) نے نبوت سے پہلے انجام دیئے آپ (ص) نے کس سال شادی کی اور اس وقت آپ (ص) کا سن مبارک کیا تھا آپ (ص) کی ازواج کے بطن سے کتنے بچوں کی ولادت ہوئی اور جو بچے آپ (ص) کی رحلت سے قبل اس دنیا سے کوچ کر گئے تھے اور وفات کے وقت ان کی کیا عمریں تھیں، نیز عہد رسالت تک پہنچنے تک

کے اکثر واقعات ہمیں بخوبی معلوم ہیں اور کتب تاریخ میں محفوظ ہیں۔ اور اس کے بعد تو یہی واقعات دقیق تر ہو جاتے ہیں کیونکہ اعلان رسالت جیسا عظیم واقعہ رونما ہوتا ہے۔ یہاں وہ پہلا شخص کون تھا جو مسلمان ہوا اس کے بعد دوسرا کون مشرف باسلام ہوا، تیسرا شخص جو ایمان لایا کون تھا؟ فلاں شخص کس عمر میں اور کب ایمان لایا۔ دوسرے لوگوں سے آپ (ص) کی کیا گفتگو ہوئی، کس نے کیا کارنامے انجام دیئے حالات کیا تھے اور کیا راہ و روش اختیار کی سب کے سب دقیق طور پر روشن و عیاں ہیں (9)

3۔ سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) کی تاریخ زمانہ "وحي" کے دوران متحقق ہوئی۔ تینیس سالہ عہد نبوت کا ہر واقعہ وحی الہی کے نور سے منور ہوا اور اسی کے ذریعہ اس کا تجزیہ اور تحلیل کیا گیا۔ قرآن مجید میں عہد نبوت کے دوران پیش آنے والے بہت سارے مسائل و واقعات کا تذکرہ ہوا ہے جس واقعہ کو قرآن نے بیان کیا ہے اور خداوند عالم الغیب والشہادۃ نے اسکا تجزیہ و تحلیل کیا ہے، وہ تجزیہ تاریخی واقعات کے بارے میں بلا شبہ مستند ترین و دقیق ترین نظریہ اور تجزیہ ہے۔ اگر ہم واقعات کے بارے میں غورو فکر کریں تو اس نظریئے اور تجزیئے کی روشنی میں ہم دیگر تمام واقعات کی حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں اور ان سے نتائج اخذ کر کے دوسرے واقعات کا بھی اسلامی و قرآنی طرز تحلیل معلوم کر سکتے ہیں۔

18

عہد رسالت کی تاریخ خود ذات گرامی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی طرح انسانیت کے لئے بہترین مثال اور نمونہ عمل ہے۔ چنانچہ تاریخ انسانیت کے لئے بھی یہی تاریخ بہترین نمونہ و مثال ثابت ہو سکتی ہے اور تاریخی رسوم و رواج کے لئے ہم اسے سودمندترین اور ملامامل ترین ماخذ کے طور پر بروئے کار لاسکتے ہیں۔

19

سوالات

- 1۔ "تاریخ" کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کیجئے؟
- 2۔ تاریخ کی مختلف اقسام بیان کیجئے؟
- 3۔ منقول تاریخ کی تعریف کیجئے اور خصوصیات بتائے؟
- 4۔ بعض لوگ منقول تاریخ سے بد ظن ہیں اس کا کیا سبب ہے، بیان کیجئے؟
- 5۔ قرآن مجید کی رو سے تاریخ کی اہمیت بیان کیجئے؟
- 6۔ تاریخ اسلام کو دیگر تواریخ پر کیا فوقیت حاصل ہے؟ اس کی کوئی ایک مثال مختصر طور پر بیان کیجئے؟

20

حوالہ جات

- 1۔ ملاحظہ ہو: القاموس المحيط لفظ "ارخ"
- 2۔ تاریخ سیاسی معاصر ایران، ج 1، ص 7۔
- 4۔ علمی اور منقول تاریخ میں فرق یہ ہے کہ علمی تاریخ صرف کلی اور عقلی ہی نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ تاریخ مرتب ہی منقول تاریخ کی بنیاد پر ہوتی ہے (یعنی علمی تاریخ میں منقول تاریخ بھی شامل ہوتی ہے۔ مترجم) جب مورخ اس نوعیت کی تاریخ لکھتا ہے تو وہ یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہے کہ تاریخی واقعات کی ماہیت اور طبیعت نیز ایک دوسرے کے ساتھ ان کا ربط اور تاریخ سازی میں ان کا کیا کردار رہا ہے تاکہ اصول علت و معلول کے تحت وہ ایسے عام قواعد و ضوابط مرتب کر سکے جن کا اطلاق عہد ماضی و حال دونوں پر ہو سکے اس بنا پر اس علم کا موضوع ہر چند عہد گزشتہ کے واقعات ہیں مگر اس سے مورخ ایسے مسائل اور قواعد و ضوابط استخراج کرتا ہے جن کا تعلق فقط عہد ماضی سے نہیں ہوتا بلکہ ان کا اطلاق زمانہ حال و مستقبل پر بھی ہو سکتا ہے جامعہ و تاریخ نامی کتاب کے صفحہ 352 کا خلاصہ۔
- 5۔ ملاحظہ ہو جامعہ و تاریخ ص 351۔ 352 مطبوعہ دفتر انتشارات اسلامی۔ اس مفہوم میں علم تاریخ درحقیقت کسی معاشرے کے ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ میں ارتقاء کا علم ہے کسی خاص مرحلے میں ان کی بود و باش اور ان کے حالات کا علم نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ صرف گزشتہ واقعات کا ہی نہیں بلکہ معاشروں میں تبدیلیوں کا علم ہے۔ اس بنا پر فلسفہ تاریخ کے موضوعات کے "۔

تاریخی " ہونے کا معیار صرف یہ نہیں کہ ان کا تعلق گذشتہ زمانے سے ہے بلکہ یہ ان سلسلہ وار واقعات کا علم ہے جن کا آغاز ماضی میں ہوا اور ان کا سلسلہ ابھی تک بھی جاری و ساری ہے۔
 6_ شہید مطہری کی کتاب جامعہ و تاریخ سے اقتباس۔
 7_ سورہ ممتحنہ آیت 4

21

8_ احزاب 21

9_ سیرہ نبوی (ص) ص 5 و 6 طبع انتشارات اسلامی تہران (ایران)

10_ آل عمران آیت 137

11_ نہج البلاغہ مکتوب نمبر 31_ یہ خط حضرت علی (ع) نے اپنے عزیز فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام کے لئے مرقوم فرمایا تھا

12_ قرون وسطی کا آغاز سنہ 476 میں ہوا اور اس کا اختتام 1453 (833 ہجری) عیسوی میں سلطان محمد فاتح کے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے سال ہوا (ملاحظہ ہو تاریخ سیاسی معاصر ایران ج 8/1)

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

23

سبق 2:

اسلام سے قبل جزیرہ نما نے عرب کی حالت

25

حدود اربعہ اور محل وقوع

جزیرہ نما نے عرب 'براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے اس کے شمال میں عراق اور اردن مشرق میں خلیج فارس جنوب میں بحر عمان اور مغرب میں بحر احمر اور خلیج عقبہ واقع ہے۔

اس جزیرہ نما کا رقبہ تیس لاکھ مربع کلومیٹر سے زیادہ ہے۔ اور جغرافیائی اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

- 1_ مرکزی حصہ صحرائے عرب کے نام سے مشہور ہے اور یہ اس جزیرہ نما کا وسیع ترین علاقہ ہے۔
- 2_ شمالی علاقہ کا نام حجاز ہے۔ حجاز "حَجَز" سے مشتق ہے جس کے معنی حائل اور مانع ہیں۔ چونکہ یہ سرزمین نجد اور تہامہ کے درمیان واقع اور دونوں علاقوں کے باہم ملاپ سے مانع ہے اسی لئے اس علاقے کو حجاز کہاجاتا ہے۔ (1)
- 3_ اس جزیرہ نما کا جنوبی حصہ بحر ہند او ربحر احمر کے ساحل پر واقع ہے جس میں یمن اور حضر موت کے علاقے شامل ہیں۔

جنوبی علاقے کے علاوہ جزیرہ نما کا پورا علاقہ مجموعی طور پر خشک اور بے آب و گیہا صحرا پر مشتمل ہے مگر بعض جگہوں پر اس میں نخلستان بھی پائے جاتے ہیں۔

26

سیاست

زمانہ جاہلیت کے عرب سیاسی اعتبار سے کسی خاص طاقت کے مطیع اور فرمانبردار اور قانون کے تابع نہ تھے۔ وہ صرف اپنے ہی قبیلے کی طاقت کے بارے میں سوچتے تھے دوسروں کے ساتھ ان کا وہی سلوک تھا جو افراطی قوم پرست ور نسل پرست روا رکھتے ہیں۔

جغرافیائی اور سیاسی اعتبار سے جزیرہ نمائے عرب ایسی جگہ واقع ہے کہ جنوبی علاقے کے علاوہ اس کا باقی حصہ اس قابل نہ تھا کہ ایران اور روم (موجودہ اٹلی) جیسے جنگجو اور کشور کشا ممالک اس کی جانب رخ کرتے۔ چنانچہ اس زمانے میں ان فاتحین نے اس کی طرف کم توجہ دی کیونکہ اس کے خشک بے آب و گیاہ اور تپتے ہوئے ریگستان ان کے لئے قطعی بے مصرف تھے اس کے علاوہ عہد جاہلیت کے عربوں کو قابو میں لانا اور ان کے زندگی کو کسی نظام کے تحت منظم و مرتب کرنا انتہائی سخت اور دشوار کام تھا۔

27

قبیلہ

عرب، انفرادی زندگی کو اپنے استبدادی اور خود خواہ مزاج کے مطابق پاتے تھے چنانچہ انہوں نے جب بیابانوں میں زندگی کی مشکلات کا مقابلہ کیا تو یہ اندازہ لگایا کہ وہ تنہا رہ کر زندگی بسر نہیں کر سکتے اس بنا پر انہوں نے فیصلہ کیا کہ جن افراد کے ساتھ ان کا خونی اور نسلی یا سسرالی رشتہ داری تھی۔ ان کے ساتھ مل کر اپنے گروہ کو تشکیل دیں جس کا نام انہوں نے "قبیلہ" رکھا۔ قبیلہ ایسی مستقل اکائی تھی جس کے ذریعے عہد جاہلیت میں عرب قومیت کی اساس و بنیاد شکل پذیر ہوتی تھی اور وہ ہر اعتبار سے وہ خود کفیل ہوتی تھی۔

دور جاہلیت میں عربوں کے اقدار کامعیار قبائلی اقدار میں منحصر تھا ہر فرد کی قدر و منزلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا تھا کہ قبیلے میں اس کا کیا مقام و مرتبہ اور اہل قبیلہ میں اس کا کس حد تک اثر و رسوخ ہے یہی وجہ تھی کہ قدر و منزلت کے اعتبار سے سرداران قبائل کو بالاترین مقام و مرتبہ حاصل تھا جبکہ اس کے مقابلے میں کنیزوں اور غلاموں کا شمار قبائل کے ادنیٰ ترین و انتہائی پست ترین افراد میں ہوتا تھا۔

دیگر قبائل کے مقابلے میں جس قبیلے کے افراد کی تعداد جتنی زیادہ ہوتی اس کی اتنی ہی زیادہ عزت اور احترام ہوتا تھا اور وہ قبیلہ اتنا ہی زیادہ فخر محسوس کرتا اس لئے ہر قبیلہ اپنی قدر و منزلت بڑھانے اور افراد کی تعداد کو زیادہ کھانے کی غرض سے اپنے قبیلے کے مردوں کی قبروں کو بھی شامل اور شمار کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا چنانچہ اس امر کی جانب قرآن نے اشارہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے:

(الْبَاقِ الْمَقَابِرِ، حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرِ) (2)

"ایک دوسرے پر (کثرت افراد کی بنیاد پر) فخر جتانے کی فکر نے تمہیں قبروں (کے دیدار تک) پہنچادیا" (3)۔

معاشرتی نظام

جزیرہ نمائے عرب کے اکثر و بیشتر لوگ اپنے مشاغل کے تقاضوں کے باعث صحرائشین کی زندگی اختیار کئے ہوئے تھے۔ کل آبادی کا صرف چھٹا حصہ ایسا تھا جو شہروں میں آباد تھا، شہروں میں ان کے جمع ہونے کی وجہ یا تو ان شہروں کا تقدس تھا یا یہ کہ ان میں تجارت ہوتی تھی چنانچہ مکہ کو دونوں ہی اعتبار سے اہمیت حاصل تھی اس کے علاوہ شہروں

28

میں آباد ہونے کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہاں کی زمینیں سرسبز و شاداب تھیں اور ان کی ضروریات پوری کرنے کیلئے ان میں پانی کے علاوہ عمدہ چراگاہیں بھی موجود تھیں۔ یثرب 'طائف' یمن 'حیرہ' حضرموت اور غسان کا شمار ایسے ہی شہروں میں ہوتا تھا۔

عرب کے بادبہ نشین (دیہاتی جنہیں بدو کہا جاتا ہے) اپنے خالص لب و لہجہ اور قومی عادت و خصلت کے اعتبار سے شہر نشین عربوں کے مقابل اچھے سمجھے جاتے تھے اسی لئے عرب کے شہری اپنے بچوں کو چند سال کے لئے صحرائوں میں بھیجتے تھے تاکہ وہاں ان کی پرورش اسی ماحول اور اسی تہذیب و تمدن کے گہوارے میں ہو سکے۔

لیکن اس کے مقابلے میں شہروں میں آباد لوگوں کی سطح فکر زیادہ وسیع اور بلند تھی اور ایسے مسائل کے بارے میں ان کی واقفیت بھی زیادہ تھی جن کا تعلق قبیلے کے مسائل سے جدا اور بٹ کر ہوتا تھا۔

جبکہ صحرائشین لوگوں کو شہری لوگوں کے مقابل زیادہ آزادی حاصل تھی۔ اپنے قبیلے کے مفادات کی خاطر ہر شخص کو یہ حق حاصل تھا کہ عملی طور پر وہ جو چاہے کرے اس معاملے میں اہل قبیلہ بھی اس کی مدد کرتے تھے اسی لئے

دوسروں سے جنگ و جدال اور ان کے مال و دولت کی لوٹ مار ان کے درمیان ایک معمولی چیز بن گئی تھی۔ چنانچہ عربوں میں جنہوں نے شجاعت و بہادری کے کارنامے سر انجام دیئے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر صحرا نشین ہی تھے۔

دین اور دینداری

زمانہ جاہلیت مینمک عرب میں بت پرستی کا رواج عام تھا اور لوگ مختلف شکلوں میں

29

اپنے بتوں کی پوجا کرتے تھے اس دور میں کعبہ مکمل طور پر بت خانہ میں بدل چکا تھا جس میں انواع و اقسام اور مختلف شکل و صورت کے تین سو ساٹھ سے زیادہ بت رکھے ہوئے تھے اور کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کا بت وہاں موجود نہ ہو۔ حج کے زمانے میں ہر قبیلے کے لوگ اپنے بت کے سامنے کھڑے ہوتے اس کی پوجا کرتے اور اس کو اچھے ناموں سے پکارتے نیز تلبیہ بھی کہتے تھے۔ (4)

ظہور اسلام سے قبل یہودی اور عیسائی مذہب کے لوگ بھی جو اقلیت میں تھے جزیرہ نمائے عرب میں آباد تھے۔ یہودی اکثر و بیشتر خطہ عرب کے شمالی علاقوں مثلاً یثرب، وادی القریٰ، تیمائ، خیبر اور فدک جیسے مقامات پر رہا کرتے تھے جبکہ عیسائی جنوبی علاقوں یعنی یمن اور نجران جیسی جگہوں پر بسے ہوئے تھے۔

انہی میں گنتی کے چند لوگ ایسے بھی تھے جو وحدانیت کے قائل اور خدا پرست تھے اور وہ خود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے پیروکار سمجھتے تھے۔ مورخین نے ان لوگوں کو خُفَاء کے عنوان سے یاد کیا ہے۔ (5)

بعثت رسول (ص) کے وقت عربوں کی مذہبی کیفیت کو حضرت علی علیہ السلام نے اس طرح بیان کیا ہے :

(... وَأَبْلَى الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ: مَلَأَتْ مُتَفَرِّقَةً وَأَبْوَاءٌ مُنْتَشِرَةٌ وَطَرَائِقُ مُنْتَشِتَةٌ بَيْنَ مُسَبِّهِ اللَّهِ بَخْلَقَهُ أَوْ مُلْحَدٍ: فِي اسْمِهِ أَوْ مُشِيرٍ: إِلَى غَيْرِهِ فَهَذَا بَيْنَهُ مِنَ الضَّلَالَةِ وَأَقْدَبُ بِمَكَانِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ) (6)

اس زمانے میں لوگ مختلف مذاہب کے ماننے والے تھے ان کے افکار پریشان اور

30

ایک دوسرے کی ضد اور طریقے مختلف تھے بعض لوگ خدا کو مخلوق سے تشبیہ دیتے تھے (ان کا خیال تھا کہ خدا کے بھی ہاتھ پیر ہیں اس کے رہنے کی بھی جگہ ہے اور اس کے بچے بھی ہیں) وہ خدا کے نام میں تصرف بھی کرتے (اپنے بتوں کا نام خدا کے مختلف ناموں سے اخذ کر کے رکھتے تھے مثلاً لات کو اللہ، عزّی کو عزیز اور منات کو منان کے ناموں سے اخذ کر کے رکھا تھا) (7) بعض ملحد لوگ خدا کے علاوہ دوسری اشیا یعنی مادیات پر یقین رکھتے تھے (جس طرح دہریے تھے جو صرف طبیعت، زمانہ، حرکات فلکیہ اور مروجہ امور ہستی پر مؤثر سمجھتے تھے)۔ (8) خداوند متعال نے پیغمبر (ص) کے ذریعے انہیں گمراہی سے نجات دلانی اور آپ (ص) کے وجود کی برکت سے انہیں جہالت کے اندھیرے سے باہر نکالا۔

جب ہم بت پرستوں کے مختلف عقائد کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کا جائزہ لیتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انہیں اپنے بتوں سے ایسی زبردست عقیدت تھی کہ وہ ان کی ذرا سی بھی توبین برداشت نہیں کرسکتے تھے اسی لئے وہ حضرت ابوطالب (ع) کے پاس جاتے اور پیغمبر (ص) کی شکایت کرتے ہوئے کہتے کہ وہ ہمارے خدائوں کو برا کہہ رہے ہیں اور ہمارے دین و مذہب کی عیب جوئی کر رہے ہیں (9)۔ وہ خدائے مطلق کے وجود کے معتقد اور قائل تو تھے اور اللہ کے نام سے اسے یاد بھی کرتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی وہ بتوں کو تقدس و پاکیزگی کا مظہر اور انہیں قابل پرستش سمجھتے تھے وہ یہ بات بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ بت ان کے معبود تو ہیں مگر ان کے خالق نہیں چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جب رسول خدا (ص) ان سے گفتگو فرماتے تو یہ ثابت نہیں کرتے تھے کہ خداوند تعالیٰ ان کا خالق ہے بلکہ ثبوت و دلائل کے ساتھ یہ فرماتے کہ خدائے مطلق، واحد ہے اور ان لوگوں کے بنائے ہوئے معبودوں کی حیثیت و حقیقت کچھ بھی نہیں۔

31

قرآن مجید نے مختلف آیات میں اس حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے۔ یہاں اس کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

(وَلَنْ سَأَلْنَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ) (10)

"ان لوگوں سے اگر تم پوچھو کہ زمین اور آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ خود ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔"

اس کے علاوہ وہ بت پرستی کی یہ بھی توجیہ پیش کرتے تھے کہ :

(مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى) (10)

"ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرادینگے۔ دوسرے لفظوں میں وہ یہ کہا کرتے تھے کہ:

(بَوْلَائِي شَفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ) (12)

"یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں"

تہذیب و ثقافت

زمانہ جاہلیت کے عرب ناخواندہ اور علم کی روشنی سے قطعی بے بہرہ تھے۔ ان کے اس جہل و ناخواندگی کے باعث ان کے پورے معاشرے پر جہالت اور خرافات سے اٹی بے ثقافتی حاکم تھی (وہ بے تہذیب لوگ تھے)۔ ان کی کثیر آبادی میں گنتی کے چند لوگ ہی ایسے تھے جو لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے (13) دور جاہلیت میں عرب تہذیب و تمدن کے نمایاں ترین مظہر حسب و نسب کی پہچان،

32

شعر گوئی اور تقاریر میں خوش بیانی جیسے اوصاف تھے۔ چنانچہ عیش و عشرت کی محفل ہو، میدان کارزار ہو یا قبائلی فخر فروشی کا میدان غرض وہ ہر جگہ پر شعر گوئی یا جادو بیان تقاریر کا سہارا لیتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام سے قبل عربوں میں شجاعت، شیریں بیانی، فصاحت و بلاغت مہمان نوازی، لوگوں کی مدد اور آزادی پسندی جیسی عمدہ خصوصیات و صفات بھی موجود تھیں مگر ان کے رگ و پے میں سرایت کر جانے والی قابل مذمت عادات و اطوار کے مقابلے میں ان کی یہ تمام خوبیاں بے حقیقت بن کر رہ گئی تھیں۔ اس کے علاوہ ان تمام خوبیوں اور ذاتی اوصاف کا اصل محرک، انسانی اقدار اور قابل تحسین باتیں نہ تھیں۔ زمانہ جاہلیت کے عرب طمع پروری اور مادی چیزوں پر فریفتگی کا کامل نمونہ تھے۔ وہ ہر چیز کو مادی مفاد کے زاویے سے دیکھتے تھے۔ ان کی معاشرتی تہذیب بے راہروی، بد کرداری اور قتل و غارتگری جیسے برے افعال و اعمال پر مبنی تھی اور یہی پست حیوانی صفات ان کی سرشت اور عادت و جبلت کا جز بن گئی تھیں۔ دور جاہلیت میں عربوں کی ثقافت میں اخلاقیات کی توجیہ و تعبیر دوسرے انداز میں کی جاتی تھی۔ مثال کے طور پر غیرت، مروت اور شجاعت کی تعریف تو کرتے تھے مگر شجاعت سے ان کی مراد سفاکی اور دوسروں کے قتل و خونریزی کی زیادہ سے زیادہ طاقت ہوتی تھی۔ غیرت کا مفہوم ان کے تمدن میں لڑکیوں کو زندہ دفن کردینا تھا۔ اور اپنے اس طریقہ عمل سے اپنی غیرت کی نمایاں ترین مثال پیش کرتے تھے۔ ایفائے عہد کا مطلب وہ یہ سمجھتے تھے کہ حلیف یا اپنے قبیلے کے افراد کی ہر صورت میں حمایت کریں چاہے وہ حق پر ہو یا باطل پر۔

33

توبہ پرستی اور خرافات کی پیروی

طلوع اسلام کے وقت دنیا کی تمام اقوام کے عقائد میں کم و بیش خرافات، توبہات اور افسانے وغیرہ شامل تھے۔ اس زمانے میں یونانی اور ساسانی اقوام کا شمار دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اقوام میں ہوتا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں کے اذہان اور افکار پر انہی کے قصوں اور کہانیوں کا غلبہ تھا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تہذیب و تمدن اور علم کے اعتبار سے جو بھی معاشرہ جس قدر پسماندہ ہوگا اس میں توبہات و خرافات کا اتنا ہی زیادہ رواج ہوگا۔ جزیرہ نما نے عرب میں توبہات اور خرافات کا رواج عام تھا ان کے بہت سے واقعات تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ کر رکھے ہیں۔ یہاں بطور مثال چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

1۔ ایسی آنتوں اور ڈوریوں وغیرہ کو جنہیں کمانوں کی تانت بنانے کے کام میں لایا جاتا تھا لوگ اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کی گردنوں نیز سروں پر لٹکادیا کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ایسے ٹوٹکوں سے ان کے جانور بہت پریت کے آسیب سے بچے رہتے ہیں اور انہیں کسی کی بری نظر بھی نہیں لگتی۔ نیز جنگ اور لوٹ مار کے موقع پر بلکہ ہر موقع پر انہیں دشمنوں کی گزند سے محفوظ رکھنے میں بھی یہ ٹوٹکے مؤثر ہیں۔ (14)

2_ خشک سالی کے زمانے میں بارش لانے کی غرض سے جزیرہ نمائے عرب کے بوڑھے اور کابن لوگ "سَلْع" نامی درخت (جس کا پھل کڑوا ہوتا ہے) اور "عُشْر" نامی پیڑ (جس کی لکڑی جلدی جل جاتی ہے) کی لکڑیوں کو گائے کی دُموں اور پیروں میں باندھ دیتے اور انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں تک ہانک کر لے جاتے۔ اس کے بعد وہ ان لکڑیوں کو آگ لگادیتے۔ آگ کے شعلوں کی تاب نہ لاکر ان کی گائے

34

ادھر ادھر بھاگنے لگتی اور سرمار مار کر ڈکرانا شروع کردیتی۔ ان کے خیال میں ان گائوں کے ڈکرانے اور بے قراری کرسے پانی برسنے لگے گا۔ شاید اس گمان سے کہ جب بارش بھیجنے والا مؤکل یا خدا (ورشا دیوی یا جل دیوتا) ان گائوں کو تڑپتا ہوا دیکھیں گے تو ان کی پاکیزگی اور تقدس کی خاطر جلد ہی بادلوں کو برسنے کیلئے بھیج دیں گے۔ (15) 3_ وہ مردوں کی قبروں کے پاس اونٹ نحر کر کے اسے گڑھے میں ڈال دیتے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کے اس کام سے صاحب قبر عزت و احترام کے ساتھ اونٹ پر سوار محشر میں وارد ہوگا۔ (16)

عہد جاہلیت میں عورتوں کا مقام دور جاہلیت کے عرب عورتوں کی قدر و منزلت کے ذرہ برابر بھی قائل نہ تھے۔ وہ ہر قسم کے انفرادی و اجتماعی حقوق سے محروم تھیں۔ اس عہد جاہلیت کے معاشرتی نظام میں عورت صرف ورثے سے ہی محروم نہیں رکھی جاتی تھی بلکہ خود اس کا شمار بھی اپنے باپ، شوہر یا بیٹے کی جائداد میں ہوتا تھا۔ چنانچہ مال و جائداد کی طرح اسے بھی ورثے اور ترکے میں تقسیم کردیا جاتا تھا۔ عرب قحط سالی کے خوف یا اس خیال سے کہ لڑکیوں کا وجود ان کی ذات کے لئے باعث ننگ و عیب ہے انہیں پیدا ہوتے ہی زمین میں زندہ گاڑ دیتے تھے۔ اپنی معصوم لڑکیوں سے انہوں نے جو غیر انسانی و ناروا سلوک اختیار کر رکھا تھا اس کی مذمت کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے:

35

(وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۚ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ بُنٍ: أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ) (17)

"جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو یہ سنتے ہی اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ بس خون کا گھونٹ سا پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رہے یا مٹی میں دبا دے بے شک وہ لوگ بہت برا کرتے ہیں۔" دوسری آیت میں بھی قرآن مجید انہیں اس بری اور انسانیت سوز حرکت کے بدلے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں جوابدہ قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

(وَإِذَا الْمَوْئُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ) (18)

"او رجب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی۔" سب سے زیادہ افسوس ناک بات یہ تھی کہ ان کے درمیان شادی بیاہ کی ایسی رسومات رائج تھیں کہ ان کی کوئی خاص بنیاد نہ تھی وہ اپنی شادی کے لئے کسی معین حد کے قائل نہ تھے (جتنی بھی دل کرتا بیویاں اپنے پاس رکھتے تھے)۔ مہر کی رقم ادا کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کیلئے وہ انہیں تکلیف اور اذیت دیتے تھے۔ کبھی وہ اپنی زوجہ پر بے عصمت ہونے کا ناروا الزام لگاتے تاکہ اس بہانے سے وہ مہر کی رقم ادا کرنے سے بچ جائیں۔ ان کا باپ اگر کسی بیوی کو طلاق دے دیتا ' یا خود مرجاتا تو اس کی بیویوں سے شادی کر لینا ان کیلئے کوئی مشکل نہ تھا نہ ہی قابل اعتراض تھا۔

36

حرمت کے مہینے

دور جاہلیت کے تہذیب و تمدن میں ذی القعدہ ' ذی الحجۃ ' محرم اور رجب چار مہینے ایسے تھے جنہیں ماہ حرام سے تعبیر

کیاجاتا تھا۔ ان چار ماہ کے دوران ہر قسم کی جنگ و خونریزی ممنوع تھی۔ البتہ اس کے بدلے تجارت 'میل ملاقات' مقامات مقدسہ کی زیارت اور دینی رسومات کی ادائیگی اپنے عروج پر ہوتی تھیں۔ اور چونکہ قمری مہینے سال کے موسموں کے لحاظ سے آہستہ آہستہ بدلتے رہتے تھے اور بسا اوقات یہ موسم ان کی تجارت وغیرہ کے لئے سازگار اور مناسب نہ ہوتے اسی لئے وہ قابل احترام مہینوں میں تبدیلی کر لیا کرتے تھے۔ قرآن مجید نے انہیں "النسیئ" کے عنوان سے یاد کیا ہے۔ (19) چنانچہ فرماتا ہے:

(إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ)

"حرام بینوں میں تبدیلی اور تاخیر تو ان کے کفر میں ایک اضافہ ہے۔" (20)

37

سوالات

- 1_ جزیرہ نمائے عرب کا محل وقوع بتائیے؟
- 2_ فاتحین کس وجہ سے جزیرہ نمائے عرب کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے؟
- 3_ جزیرہ نمائے عرب کی اسلام سے قبل معاشرتی حالت کیا تھی؟ صراحت سے بیان کیجئے؟
- 4_ دور جاہلیت کے عربوں میں کس قسم کا مسلک زیادہ رائج تھا؟
- 5_ کیا عربوں کا خدا پر اعتقاد تھا؟ قرآن مجید سے کوئی ایک دلیل پیش کیجئے؟
- 6_ عربوں میں کس قسم کے توہمات و خرافات کا رواج تھا اس کی ایک مثال پیش کیجئے؟
- 7_ عہد جاہلیت میں عورت کا کیا مقام تھا؟

38

حوالہ جات

- 1_ معجم البلدان ج 2 ' 63 و 219
- 2_ سورہ التکواثر آیت 1 و 2
- 3_ اصل کتاب میں اسی طرح ترجمہ ہوا ہے۔ مترجم
- 4_ تاریخ یعقوبی، ج 1، ص 255، تلبیہ "لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ" کہنے کا نام ہے۔ مترجم۔ ہر قبیلے کا لبیک کہنے کا ایک مخصوص طریقہ تھا مزید معلومات کے لئے مذکور ماخ کا مطالعہ فرمائیں۔
- 5_ تاریخ پیامبر اسلام (ص)، ص 13، علامہ آیتی مرحوم نے اس عنوان کے تحت چودہ ایسے افراد کے نام بھی بیان کئے ہیں جن کا شمار حنفا میں ہوتا تھا۔
- 6_ نہج البلاغہ خطبہ 1 ص 44، مرتبہ صبحی صالح
- 7_ ملاحظہ ہو: تفسیر مجمع البیان ج 4، ص 503 سورہ اعراف آیت 180 کے ذیل میں
- 8_ زمانہ جاہلیت کے عربوں کے عقائد سے مزید واقفیت کے لئے ملاحظہ ہو: شرح ابن ابی الحدید ج 1 صفحہ 117
- 9_ السیرہ النبویہ، ج 1، ص 283-284
- 10_ سورہ زمر آیت 38
- 11_ سورہ زمر آیت 3
- 12_ سورہ یونس آیت 17
- 12_ بلاذری لکھتا ہے کہ ظہور اسلام کے وقت قریش میں سے صرف سترہ افراد ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے (ملاحظہ ہو فتوح البلدان صفحہ 457)
- 14_ اسلام و عقائد و آراء بشری ص 491
- 15_ لسان العرب، ج 9، ص 161، ملاحظہ ہو: لفظ "سَلَع" نیز اسلام و عقائد و آراء بشری، صفحہ 501

39

16_ اسلام و عقائد و آراء بشری صفحہ 509

17_ سورہ نحل آیت 58_ 59

18_ سورہ تکویر آیت 8، 9

19_ "نساء" لفظ "نساء" سے مشتق ہے 'جس کے معنی 'تاخیر میں ڈالنا ہے۔ عہد جاہلیت کے عرب کبھی کبھی قابل احترام مہینوں میں تاخیر کر دیا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر وہ ماہ محرم کی جگہ ماہ صفر کو قابل احترام مہینہ بنالیتے تھے۔

20_ سورہ توبہ آیت 37_

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

41

سبق 3:

پیغمبر اکرم (ص) کا نسب اور آپ (ص) کی ولادت با سعادت

43

رسول خدا (ص) کا تعلق خاندان بنی ہاشم اور قبیلہ قریش سے ہے۔ جزیرہ نما ئے عرب میں تین سو ساٹھ (360) قبیلے آباد تھے ان میں قریش شریف ترین اور معروف ترین قبیلہ تھا نسب شناس ماہرین کی اصطلاح میں قریش انہیں کہا جاتا ہے جو آنحضرت (ص) کے بارہویں جدا مجد حضرت نضر بن کنانہ کی نسل سے ہوں۔ (1)

آپ کے چوتھے جد اعلیٰ حضرت قصی بن کلاب کا شمار قبیلہ قریش کے معروف اور سرکردہ افراد میں ہوتا تھا۔ انہوں نے ہی کعبہ کی تولیت اور کنجی، قبیلہ "خزاعہ" کے جنگل سے نکالی تھی۔ اور حرم کے مختلف حصوں میں اپنے قبیلے کے افراد کو آباد کر کے کعبہ کی تولیت سنبھالی تھی۔ (2)

معروف مورخ یعقوبی لکھتا ہے کہ "قصی بن کلاب" وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قبیلہ قریش کو عزت و آبرو بخشی اور اس کی عظمت کو اجاگر کیا (3)

قبیلہ قریش میں بھی خاندان بنی ہاشم سب سے زیادہ نجیب و شریف شمار ہوتا تھا۔

رسول خدا (ص) کے آباء و اجداد

مورخین نے آنحضرت (ص) کے آباء و اجداد میں حضرت عدنان تگ اکیس پشتونکے نام بیان کئے ہیں درج ذیل ترتیب وار اسماء پر سب متفق الرائے ہیں:

44

حضرت عبداللہ (ع)، حضرت عبدالمطلب (ع)، حضرت ہاشم (ع)، حضرت عبدمناف (ع)، حضرت قصی (ع)، حضرت کلاب (ع)، حضرت مرہ (ع)، حضرت کعب (ع)، حضرت لوی (ع)، حضرت غالب (ع)، حضرت فہر (ع)، حضرت مالک (ع)، حضرت نضر (ع)، حضرت کنانہ (ع)، حضرت خزیمہ (ع)، حضرت مدرکہ (ع)، حضرت الیاس (ع)، حضرت مضر (ع)، حضرت نزار (ع)، حضرت معد (ع) اور حضرت عدنان (ع)۔ (4)

حضرت عدنان سے اوپر حضرت ابراہیم (ع) تک اور حضرت ابراہیم خلیل (ع) سے حضرت آدم صفی اللہ (ع) تک کی ترتیب کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں پیغمبر اکرم (ص) کی ایک روایت بھی بیان کی گئی ہے۔

(اِذَا بَلَغَ نَسَبِيْ اِلَى عَدْنَانَ فَاَمْسُكُوْا) (5)

"جب میرے نسب کے بارے میں حضرت عدنان تک پہنچو تو توقف کرو (اور آگے مت بڑھو)۔"

ہم یہاں مختصر طور پر آپ (ص) کے چند قریبی آباء و اجداد کا حال بیان کریں گے۔

حضرت عبدمناف (ع)

حضرت قصی کے عبدالدار، عبدمناف، عبدالعزی اور عبد قصی نامی چار فرزند تھے۔ جن میں حضرت عبدمناف سب سے زیادہ شریف، محترم اور بزرگ سمجھے جاتے تھے (6) حضرت عبدمناف کا اصل نام "مغیرہ" تھا۔ انہیں اپنے والد محترم کے ہاں نیز لوگوں کے درمیان خاص مرتبہ اور مقام حاصل تھا۔ وہ بہت زیادہ سخی اور وجیہ انسان تھے اسی وجہ سے انہیں "فیاض (7)" اور "قمر البطحاء (8)" کے القاب سے نوازا گیا ہے پرہیزگاری، خوش اخلاقی، نیک چلن اور صلہ رحمی جیسے اوصاف کی طرف دعوت ان کی زندگی کا شعار تھا۔ (9)

45

ان کی نظر میں دنیوی مقامات و مراتب بیچ تھے۔ وہ اہل منصب لوگوں سے حسد بھی نہیں کرتے تھے۔ اگر چہ کعبہ کے تمام عہدے اور مناصب ان کے بڑے بھائی عبدالدار کے پاس تھے مگر ان کی اپنے بھائی سے کوئی شکر رنجی نہیں تھی۔

حضرت ہاشم (ع)

حضرت قصی (ع) کے فرزند، مکہ سے متعلق معاملات اور کعبہ کی تولیت اور انتظام جیسے امور کو کسی اختلاف و قضیے کے بغیر انجام دیتے رہے۔ مگر ان کی وفات کے بعد عبدالدار اور عبدمناف کی اولاد کے درمیان کعبہ کے عہدوں کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ بالآخر اتفاق اس بات پر ہوا کہ کعبہ کی تولیت اور دارالندوہ (10) کی صدارت عبدالدار کے فرزندوں کے پاس ہی رہے اور حاجیوں کو پانی پلانے نیز ان کی پذیرائی کا معاملہ حضرت عبدالمناف کے لڑکوں کی تحویل میں دے دیا جائے۔ (11) حضرت عبدمناف کے فرزندوں میں یہ عہدہ حضرت ہاشم کے سپرد کیا گیا۔ (12) حضرت ہاشم اور ان کے بھائی عبدالشمس جڑواں پیدا ہوئے تھے پیدائش کے وقت دونوں کے بدن ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ جس وقت انہیں ایک دوسرے سے جدا کیا گیا تو بہت سا خون زمین پر بہ گیا اور عربوں نے اس واقعہ کو سخت بدشگونی سے تعبیر کیا۔

اتفاق سے یہ بدشگونی اپنا کام کر گئی اور حضرت ہاشم اور عبدالشمس کے لڑکوں میں ہمیشہ کشمکش اور لڑائی رہی۔ عبدالشمس کا لڑکا امیہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت ہاشم کی مخالفت شروع کی۔ اس نے جب فرزندان عبدمناف میں سے حضرت ہاشم میں عزت و شرف اور بزرگواری جیسے

46

اوصاف پائے تو ان سے حسد کرنے لگا اور اپنے چچا کے ساتھ مخاصمت اور مخالفت پر اتر آیا چنانچہ یہیں سے بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان اختلاف اور دشمنی شروع ہوئی جو ظہور اسلام کے بعد بھی جاری رہی۔ (13) حضرت ہاشم اپنی ذمہ داری نبھانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے تھے چنانچہ جیسے ہی حج کا زمانہ شروع ہوتا تھا وہ قبیلہ قریش کی پوری طاقت و قوت اور تمام وسائل اور امکانات حجاج بیت اللہ کی خدمت کیلئے بروئے کار لاتے اور زمانہ حج کے دوران جس قدر پانی اور خوراک کی انہیں ضرورت ہوتی وہ اسے فراہم کرتے۔ لوگوں کی خاطر داری 'مہمان نوازی اور حاجتمندوں کی مدد کرنے میں وہ بے مثال و یکتائے روزگار تھے۔ اسی وجہ سے انہیں "سیدالبطحاء (14)" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

حضرت ہاشم (ع) کے پاس اونٹ کافی تعداد میں تھے۔ چنانچہ جس سال اہل مکہ قحط اور خشک سالی کا شکار ہوئے تو انہوں نے اپنے بہت سے اونٹ قربان کر دیئے اور اس طرح لوگوں کے لئے کھانے کا سامان فراہم کیا۔ (15) حضرت ہاشم (ع) کے انحصاری اور نمایاں کارناموں میں سے ایک ان کا یہ کارنامہ بھی تھا کہ انہوں نے قریش کی محدود کاروباری منڈیوں کو جاڑوں اور گرمیوں کے موسم میں لمبے تجارتی سفروں کے ذریعے وسیع کیا (دوسرے لفظوں میں لوکل بزنس کو امپورٹ ایکسپورٹ بزنس میں ترقی دی۔ مترجم) اور اس علاقے کی اقتصادی زندگی میں حرکت پیدا کی (16)

حضرت ہاشم (ع) کا انتقام بیس یا پچیس سال کی عمر میں ایک تجارتی سفر کے دوران "غزہ" (17) میں ہوا۔

47

حضرت عبدالمطلب (ع)

حضرت ہاشم (ع) کی وفات کے بعد ان کے بھائی "مطلب" کو قبیلہ قریش کا سردار مقرر کیا گیا اور جب ان کی وفات ہوگئی تو حضرت ہاشم (ع) کے فرزند حضرت "شیبہ" (ع) کو ، جنہیں لوگ عبدالمطلب (ع) کہتے تھے قریش کی سرداری سپرد کی گئی۔

حضرت عبدالمطلب (ع) کو اپنی قوم میں خاص مقام و مرتبہ حاصل تھا اور لوگوں میں وہ بہت مقبول اور ہر دل عزیز تھے جس کا سبب وہ مختلف اچھے اوصاف اور فضائل تھے جو ان کی ذات میں جمع ہو گئے تھے۔ وہ عاجز و مجبور لوگوں کے حامی اور ان کے پشت پناہ تھے ، ان کی جود و بخشش کا یہ عالم تھا کہ ان کے دسترخوان سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ پرندے اور حیوانات تک بھی فیضیاب ہوتے اسی وجہ سے انہیں "فیاض" کا لقب دیا گیا تھا۔ (18)

رسول خدا (ص) کے دادا بہت ہی دانشمند و بردبار شخص تھے۔ وہ اپنی قوم کو اخلاق حسنہ ، جو رو ستم سے کنارہ کشی ، برائیوں سے بچنے اور پست باتوں سے دور رہنے کی تعلیم دیتے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ "ظالم آدمی اپنے کئے کی سزا اسی دنیا میں ہی پاتا ہے اور اگر اسے اپنے کئے کا بدلہ اس دنیا میں نہیملتا تو آخرت میں یہ سزا اسے ضرور ملے گی۔" (19) اپنے اس عقیدے کی بنا پر انہوں نے اپنی زندگی میں نہ تو کبھی شراب کو ہاتھ لگایا نہ کسی بے گناہ کو قتل کیا اور نہ ہی کسی برے کام کی طرف رغبت کی بلکہ اس کے برعکس انہوں نے بعض ایسے نیک کاموں کی بنیاد رکھی جن کی دین اسلام نے بھی تائید کی ، ان کی قائم کردہ بعض روایات درج ذیل ہیں :

- 1_ باپ کی کسی زوجہ کو بیٹے کیلئے حرام کرنا
- 2_ مال و دولت کا پانچواں حصہ (خمس) راہ خدا میں خرچ کرنا۔

48

3_ چاہ زمزم کا "سقایۃ الحاج" نام رکھنا۔

4_ قتل کے بدلے سو اونٹ بطور خوں بہا ادا کرنا۔

5_ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کرنا۔ (20)

البتہ تاریخ کی دیگر کتابوں میں ان کی قائم کردہ دیگر روایات کا بھی ذکر ملتا ہے جن میں سے چند یہ ہیں: منت مان لینے کے بعد اسے پورا کرنا، چور کا ہاتھ کاٹنا ، لڑکیوں کے قتل کی ممانعت اور مذمت، شراب و زنا کو حرام قرار دینے کا حکم جاری کرنا اور برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرنے کی ممانعت وغیرہ۔ (21)

واقعہ فیل

حضرت عبدالمطلب کی زندگی میں جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک واقعہ "عام الفیل" تھا۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ : یمن کے حکمران ابرہہ نے اس ملک پر اپنا تسلط برقرار کرنے کے بعد یہ محسوس کیا کہ اس کی حکومت کے گرد و نواح میں آباد عربوں کی خاص توجہ کعبہ پر مرکوز ہے اور ہر سال کثیر تعداد میں لوگ اس کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ اس نے سوچا کہ عربوں کا یہ عمل اس کے نیز ان حبشی لوگوں کے لئے جو یمن اور جزیرہ نمائے عرب کے دیگر مقامات پر آباد ہیں کوئی مصیبت پیدا نہ کر دے چنانچہ اس نے یمن میں "قلیس" نام کا بہت ہی بڑا گرجا تیار کیا اور تمام لوگوں کو وہاں آنے کی دعوت دی تاکہ کعبہ جانے کی بجائے لوگ اس کے بنائے ہوئے کلیسا میں زیارت کی غرض سے آئیں لیکن لوگوں نے نہ صرف اس کی دعوت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی بلکہ الٹا اس کے کلیسا کی بھی توہین کی گئی تھی۔

49

لوگوں کے اس رویہ سے ابرہہ کو سخت طیش آگیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ لوگوں کے اس جرم کے پاداش میں کعبہ کا وجود ہی ختم کر دے گا، اس مقصد کے تحت اس نے عظیم لشکر تیار کیا جس میں جنگجو ہاتھی پیش پیش تھے۔ چنانچہ پورے جنگی ساز و سامان سے لیس ہو کر وہ مکہ کے جانب روانہ ہوا۔ سردار قریش حضرت عبدالمطلب اور دیگر اہل مکہ کو جب ابرہہ کے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے شہر خالی کر دیا اور نتیجے کا انتظار کرنے لگے۔ جنگی ساز و سامان سے لیس اور طاقت کے نشے میں چور ابرہہ کا لشکر جب کعبہ کی طرف بڑھا تو ابابیل جیسے پرندوں کے جھنڈاپنی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں لے کر اس کے لشکر پر چھا گئے اور انہیں ان پر برسنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے ان کے جسم ایسے چر مرا گئے جیسے چبائے ہوئے پتے۔

یہ واقعہ بعثت سے چالیس سال قبل پیش آیا چنانچہ عربوں نے اس واقعے سے ہی اپنی تاریخ شروع کردی جو رسول خدا (ص) کے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت تک جاری رہی اور واقعات اسی سے منسوب کئے جانے لگے۔

چند قابل ذکر نکات

1_ ابرہہ کا حملہ اگرچہ مذہبی محرک کا ہی نتیجہ تھا مگر اس کا سیاسی پہلو یہ تھا کہ سرزمین عرب پر سلطنت روم کا غلبہ ہو جائے۔ چنانچہ اس کی اہمیت مذہبی پہلو سے کسی طرح بھی کم نہ تھی ابرہہ کا مکہ اور حجاز کے دیگر شہروں پر قابض ہوجانا سیاسی اور اقتصادی اعتبار سے روم جیسی عظیم طاقت کی اہم فتح و کامرانی تھی۔ کیونکہ یہی ایک ایسا واحد طریقہ تھا جسے بروئے کار لاکر شمالی عرب کو جنوبی عرب سے متصل کیا جاسکتا تھا۔ اس طرح

50

پورے جزیرہ نما نے عرب پر حکومت روم کا غلبہ و تسلط ہوسکتا تھا نیز اسے ایران پر حملہ کرنے کیلئے فوجی چھانونی کے طور پر استعمال کیا جاسکتا تھا۔

2_ خداوند تعالیٰ کے حکم سے معجزہ کی شکل میں ابرہہ کے لشکر کی جس طرح تباہی و بربادی ہوئی اس کی تائید قرآن مجید اور اہلبیت علیہم السلام کی ان روایات سے ہوتی ہے جو ہم تک پہنچی ہے چنانچہ قرآن مجید کے سورہ فیل میں ارشاد ہے کہ :

(بسم الله الرحمن الرحيم أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ (1) أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ: (2) وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ (3) تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيلٍ: (4) فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ: (5))

"تم نے دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا اس نے ان کی تدبیرا کارت نہیں کردی اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے جو ان پر کنکر پتھر پھینک رہے تھے پھر ان کا یہ حال کردیا جیسے (جانوروں کا) کھایا ہوا بھوسا"۔

جو لوگ اس واقعہ کی توجیہ کرتے ہیں کہ اس سال مکہ میں چیچک کی بیماری ابرہہ کے سپاہیوں میں مکھیوں اور مچھروں کی ذریعے پھیلی اور ان کی ہلاکت کا باعث ہوئی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کا مافوق فطرت چیزوں اور معجزات پر اعتقاد اور ایمان نہیں چنانچہ بعض وہ مسلمان جو خود کو روشن فکر خیال کرتے ہیں وہ بھی مغرب کے مادہ پرستوں کے ہم خیال ہو گئے ہیں اور سب سے زیادہ قابل افسوس بات تو یہ ہے کہ بعض مسلم مؤرخین اور مفسرین بھی اس مغرب پرستی کا شکار ہو گئے ہیں۔

3_ ابرہہ کے لشکر کی شکست اور خانہ کعبہ کو گزند نہ پہنچنے کے باعث قریش پہلے سے بھی

51

زیادہ مغرور و متکبر ہو گئے چنانچہ حرام کاموں کے ارتکاب ، اخلاقی پستیوں کی جانب جانے اور ان لوگوں پر ظلم و ستم روا رکھنے میں جو حرم کے باہر آباد تھے ان کی گستاخیاں اور دست درازیاں پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئیں۔ وہ برملا کہنے لگے کہ ہم ہی آل ابراہیم (ع) ہیں ، ہم ہی پاسبان حرم ہیں ، ہم ہی کعبہ کے اصل وارث ہیں ، ان کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ جاہ و مرتبت میں عربوں کے درمیان کوئی ہمارا ہم پلہ نہیں۔

ان نظریات کی بنا پر انہوں نے حج کے بعض احکام جو حرم کے باہر انجام دیئے جاتے ہیں جیسے عرفہ میں قیام قطعی ترک کر دیئے تھے۔ ان کا حکم تھا کہ حج یا عمرہ کی غرض سے آنے والے زائرین بیت اللہ کو یہ حق نہیں کہ اس کھانے کو کھائیں جسے وہ اپنی ساتھ لاتے ہیں یا اپنے کپڑے پہن کر خانہ کعبہ کا طواف کریں۔

حضرت عبداللہ (ع)

حضرت عبدالمطلب (ع) کے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت عبداللہ تھے (22) کہ جنہیں رسول خدا (ص) کے والد ہونے کا فخر حاصل ہوا وہ ، حضرت ابوطالب (ع) (امیر المومنین علی علیہ السلام کے والد) اور زبیر ایک ہی ماں یعنی حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بطن سے تھے (23)۔ حضرت عبداللہ (ع) اپنے والد کی نظروں میں دوسرے بھائیوں سے زیادہ قدر و منزلت کے حامل تھے۔ جس کی وجہ ان کے ذاتی اوصاف اور معنوی کمالات تھے اس کے علاوہ دانشوروں اور کابنوں نے بھی یہ پیشین گوئی کی تھی کہ انکی نسل سے ایسا فرزند پیدا ہوگا جسے پیغمبری کے لئے منتخب کیاجائے

گا، اس خوشخبری کی تائید و تصدیق اس خاص چمک دمک سے بھی ہوتی تھی جو حضرت عبداللہ (ع) کے چہرے سے عیاں تھی (24)

52

حضرت عبدالمطلب (ع) نے اپنے جواں سال فرزند حضرت عبداللہ (ع) کے لئے خاندان بنی زہرہ کے سردار حضرت وہب بن عبدمناف کی دختر نیک اختر حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کا رشتہ مانگا اور انہیں اپنے فرزند دلہند کے حوالہ نکاح میں لے آئے اس شادی خانہ آبادی کا حاصل و ثمرہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا وجود مسعود تھا اور یہی وہ ذات گرامی ہے جسے بعد میں خاتم الانبیاء (ص) کہا گیا۔

حضرت آمنہ (ع) سے شادی کرنے کے بعد حضرت عبداللہ (ع) تجارتی قافلے کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئے۔ سفر سے واپس آئے تو شہر یثرب میں بیمار ہو گئے اور اس بیماری کی وجہ سے وہیں ان کا انتقال ہو گیا اور اسی شہر میں انہیں دفن کیا گیا۔ (25)

رسول اللہ (ص) کی ولادت باسعادت

اکثر محدثین اور مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت محمد (ص) کی ولادت باسعادت عام الفیل میں یعنی نزول وحی سے چالیس سال قبل ماہ ربیع الاول میں ہوئی لیکن یوم پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے۔ شیعہ محدثین و دانشوروں کی رائے میں آپ (ص) کی ولادت 17 ربیع الاول کو ہوئی اور اہل سنت کے مورخین نے آپ (ص) کا روز ولادت 12 ربیع الاول قرار دیا ہے۔

حضرت محمد (ص) کی ولادت کے وقت چند حادثات اور غیر معمولی واقعات بھی رونما ہوئے جن میں سے بعض یہ ہیں:

- 1۔ ایوان کسری میں شگاف پڑ گیا اور اس کے چودہ کنگرے زمین پر گر گئے۔
- 2۔ فارس کا وہ آتشکدہ جو گزشتہ ایک ہزار سال سے مسلسل روشن تھا یکایک خاموش

53

ہو گیا۔

- 3۔ ساوہ کی جھیل خشک ہو کر نیچے بیٹھ گئی۔
- 4۔ تمام بت منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔
- 5۔ زرتشتی عالموں اور ایران کے بادشاہ کسری نے پریشان کن خواب دیکھے۔
- 6۔ دنیا کے بادشاہوں کے تخت سلطنت سرنگوں ہو گئے۔
- 7۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا نور آسمان کی طرف بلند ہوا اور بہت وسیع حصے میں پھیل گیا۔ (26)

پیغمبر (ص) کی ولادت کے وقت ایسے حیرت انگیز واقعات کا رونما ہونا کہ جنہیں اصطلاح میں "اربابیات" کہتے ہیں، درحقیقت لوگوں کو خطرے سے آگاہ اور خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے تھا بالخصوص ہم عصر حکمرانوں کی تنبیہ کرنا مقصود تھی تاکہ وہ اس بات پر غور کریں کہ ان حادثات کے رونما ہونے کا کیا سبب ہے۔ نیز خود سے سوال کریں کہ بت اور بت پرستی کے مظاہر اور نشانات کیونکر منہ کے بل زمین پر آ رہے ہیں اور وہ لوگ جو خود کو خدا اور زمین کا آقا و مالک سمجھتے تھے کیوں مضطرب و پریشان ہو گئے؟ کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان سے بھی برتر و بہتر طاقت کا ظہور ہو چکا ہے اور بت پرستی اور شیطانی طاقتوں کے عروج کا زمانہ ختم ہو چکا ہے؟

پیغمبر اکرم (ص) کا بچپن

رسول خدا (ص) نے اس دنیا میں اس وقت آنکھ کھولی جب ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا (27) اسی لئے ایک قول کے مطابق رسول خدا (ص) کی تربیت بچپن سے ہی آپ (ص) کے دادا

54

حضرت عبدالمطلب (ع) کے زیر سرپرستی ہوئی۔

حضرت عبدالمطلب (ع) نے آپ (ص) کی ولادت کے ساتویں دن بھیڑ ذبح کر کے اپنے پوتے کا عقیقہ کیا اور نام محمد (ص)

(28) رکھا۔ اس نومولو بچے کے لئے دایہ کی تلاش شروع ہوئی اور چند روز کے لئے انہوں نے بچے کو ابولہب کی کنیز ثویبہ کے حوالہ کردیا (29) اس کے بعد قبیلہ بنی سعد کے معز زفرد ابوذوب کی مہربان و پاکدامن دختر حضرت حلیمہ نے آنحضرت (ص) کو اپنی تحویل میں لے لیا اور صحرا کی جانب لے گئیں تاکہ فطرت کی آغوش اور صحت افزا آزاد فضا میں لے جاکر، ان وبائی بیماریوں سے دور جو کبھی کبھی شہر مکہ کے لئے خطرہ پیدا کر دیتی تھیں، ان کی پرورش کرسکیں۔ قبیلہ بنی سعد کے درمیان رسول خدا (ص) کی موجودگی حضرت حلیمہ (ع) نیز بنی سعد کے دیگر تمام افراد کے لئے نعمت کی فراوانی اور برکت کا باعث ہوئی چنانچہ جب دودھ پلانے کی مدت ختم ہوگئی اور حضرت حلیمہ (ع) اس نونہال کو ان کی والدہ کی خدمت میں لے گئیں تو انہوں نے آنحضرت (ص) کو دوبارہ اپنے ساتھ لے جانے کی درخواست کی چنانچہ حضرت آمنہ (ع) نے بھی ان سے اتفاق کیا۔ (30)

پیغمبر اکرم (ص) پانچ سال تک (31) صحرا کے دامن میں قبیلہ بنی سعد کے درمیان زندگی بسر کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ (ص) کو واپس آپ (ص) کی والدہ اور دادا کے پاس بھیج دیا گیا۔ جب آپ (ص) کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت عبداللہ کے مزار کی زیارت سے مشرف ہونے اور ماموں سے ملاقات کرنے کی غرض سے یثرب گئیں، جہاں ان کا ایک ماہ تک قیام رہا وہ جب واپس مکہ تشریف لا رہی تھیں تو راستہ میں "ابوا" (32) کے مقام پر شدید بیمار ہوگئیں اور وہیں ان کا انتقال ہوا (33)، اس حادثے نے آنحضرت (ص) کو سخت پریشان اور رنجیدہ خاطر کیا اور آپ (ص) کے مصائب میں دوگنا اضافہ

55

ہوگیا لیکن اس واقعہ نے آپ (ص) کو دادا سے بہت نزدیک کر دیا۔
قرآن مجید نے ان مصائب و رنج و تکالیف کے زمانے کی یاد دلاتے ہوئے فرمایا ہے :
(اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاَوَىٰ) (34)
"کیا اس نے تمہیں یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ فراہم کیا۔"
ابھی آپ (ص) نے زندگی کی آٹھ بہاریں بھی نہ دیکھی تھیں کہ دادا کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا اور آپ (ص) حضرت عبدالمطلب (ع) کی وصیت کے مطابق اپنے چچا ابوطالب کی سرپرستی میں آگئے۔
حضرت ابوطالب (ع) اور ان کی زوجہ محترمہ فاطمہ (ع) بنت اسد کو پیغمبر اکرم (ص) بہت زیادہ عزیز تھے وہ لوگ آپ (ص) کا اپنے بچوں سے زیادہ خیال رکھتے تھے چنانچہ جس وقت کھانے کا وقت ہوتا تو حضرت ابوطالب (ع) اپنے بچوں سے فرماتے کہ : "ٹھہرو فرزند عزیز (حضرت محمد (ص) کے آنے کا انتظار کرو۔" (35)
چنانچہ رسول خدا (ص) حضرت فاطمہ (ع) بنت اسد کے بارے میں فرماتے ہیں : "وہ بالکل میری ماں کی طرح تھیں کیونکہ وہ اکثر اپنے بچوں کو تو بھوکا رکھتیں مگر مجھے اتنا کھانا دیتیں کہ شکم سیر ہو جاتا اور اپنے بچوں سے پہلے مجھے نہلاتی، دھلاتی اور سنوارتی تھیں۔" (36)

خدائی تربیت

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے بچپن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :
(لَقَدْ قَرَنَ اللَّهُ بِهِ مِنْ لَدُنْ أَنْ كَانَ فَطِيْمًا)

56

أَعْظَمَ مَلِكٌ مِنْ مَلَائِكَتِهِ يَسْلُكُ بِهِ طَرِيقَ الْمَكَارِمِ وَمَحَاسِنِ أَخْلَاقِ الْعَالَمِ لَيْلَةً وَنَهَارَةً (37)
"رسول خدا (ص) کی دودھ بڑھانی کے دن سے خداوند تعالیٰ نے سب سے بڑے فرشتے کو آپ (ص) کے ہمراہ کر دیا تاکہ دن رات عظمت و بزرگواری کی راہوں اور کائنات کے قابل قدر اوصاف کی جانب آپ (ص) کی راہنمائی کرتا رہے۔"

57

سوالات

1۔ پیغمبر اکرم (ص) کے تیسرے جد امجد تک آپ (ص) کا شجرہ نسب بیان کیجئے۔

- 2_ حضرت ہاشم (ع) پیغمبر اکرم (ص) کے اجداد میں کون سی پشت تھے اور انہوں نے کیا خدمات انجام دیں ؟
- 3_ حضرت عبدالمطلب (ع) کی بنیاد رکھی ہوئی روایات بیان کیجئے۔
- 4_ عام الفیل میں کونسا واقعہ رونما ہوا اور پیغمبر خدا (ص) کے اجداد میں کون سے جد کی زندگی کے دوران پیش آیا ؟
- 5_ پیغمبر اکرم (ص) کے والد کون تھے ؟ ان کا کہاں اور کب انتقال ہوا ؟
- 6_ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ولادت کب ہوئی اور اس وقت کیا واقعات رونما ہوئے ؟
- 7_ پیغمبر (ص) کا زمانہ شیر خوارگی کیسے گزرا ؟

58

حوالہ جات

- 1_ السيرة الحلبية ج 1 ص 16 اور لسان العرب ، لفظ "فریش"۔
- 2_ السيرة النبوية ' ابن بشام ج 1 ص 130۔
- 3_ تاريخ يعقوبی ' ج 1 ص 240۔
- 4_ السيرة النبوية ج 1 ص 1 ' 2۔
- 5_ بحار الانوار ج 15 ص 105 ' 280۔
- 6_ السيرة النبوية ج 1 ص 123 ' السيرة الحلبية ج 1 ص 13 و الكامل ج 2 ص 19۔
- 7_ 8_ 9_ السيرة الحلبية ج 1 ص 13 ' 7۔
- 10_ دار الندوة در اصل فریش کی مجلس مشاورت تھی جسے حضرت قصی بن کلاب نے قائم کیا تھا۔
- 11_ السيرة الحلبية ، ج 1 ص 13۔
- 12_ الكامل فی التاريخ ج 2 ص 16۔
- 13_ السيرة الحلبية ج 1 ص 4 البتہ مترجم کے نزدیک یہ بات ناقابل قبول ہے اس کی علت دیگر کتب میں ملاحظہ ہو۔
- 14_ السيرة الحلبية ج 1 ص 5۔
- 15_ السيرة الحلبية ج 1 ص 5۔
- 16_ ان کی خدمات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے :
بُوَ الَّذِي سَنَّ الرَّحِيلَ لِقَوْمِ مَرْحَلِ الشَّتَاءِ وَرَحْلَةَ الْأَصْيَافِ
وہ ہاشم ہی تھے جنہوں نے اپنی قوم میں جاڑے اور گرمی کے دنوں میں تجارتی سفر کرنے کی روایت پیدا کی _ (م-لاحظہ ہو انساب الاشراف ج 1 ص 59)۔
- 17_ یہ فلسطین کا شہر ہے جو عسقلان کے مغرب میں واقع ہے _ اس کے اور عسقلان کے درمیان تقریباً دو فرسخ کا فاصلہ ہے۔
- ملاحظہ ہو معجم البلدان ج 4 ص 202۔

59

- 18_ السيرة الحلبية ج 1 ص 6 معجم البلدان ج 4 ص 202۔
- 19_ السيرة الحلبية ج 1 ص 4۔
- 20_ بحار الانوار ج 15 ص 127_ 129۔
- 21_ السيرة الحلبية ج 1 ص 4 و تاريخ يعقوبی ج 2 ص 10۔
- 22_ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ... حمزہ اور حضرت عباس حضرت عبداللہ (ع) سے چھوٹے تھے _ ملاحظہ ہو: السيرة النبوية ج 1 ص 161 حاشیہ منقول از روض الانف۔
- 23_ السيرة النبوية ج 1 ص 161۔
- 24_ کمال الدین و تمام النعمة ج 1 ص 175۔
- 25_ السيرة الحلبية ج 1 ص 49 ' 50_ حضرت عبداللہ (ع) کی قبر کچھ عرصہ قبل تک شہر مدینہ میں مسجد النبی (ص) کے مغربی کنارے پر محفوظ تھی جسے آل سعود وہابی حکمرانوں نے شہید کرادیا اور اسے صحن مسجد میں شامل کر لیا _ اب یہ جگہ نمازیوں کی جائے نماز ہے۔
- 26_ بحار الانوار ج 15 ص 257_ 258۔
- 27_ اس سلسلہ میں اختلاف ہے _ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت (ص) کی ولادت حضرت عبداللہ کی رحلت کے دو ماہ بعد

ہونی لیکن بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت (ص) کی ولادت کے دو ماہ بعد حضرت عبداللہ نے وفات پائی اس کے علاوہ بھی مختلف اقوال ملتے ہیں۔ ملاحظہ ہو : السیرۃ الحلبيہ ج 1 ' ص 49_ 50 و کافی ج 1 ص 439_

28_ السیرۃ الحلبيہ ج 1 ص 78_

29_ پیغمبر اکرم (ص) کی ولادت سے پہلے "ثویہ" آپ (ص) کے چچا حضرت حمزہ کو دودھ پلا چکی تھیں چنانچہ اس اعتبار سے حضرت حمزہ (ع) پیغمبر اکرم (ص) کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ السیرۃ الحلبيہ ج 1 ص 85_ البتہ مترجم کے نزدیک ثویہ کے دودھ پلانے والی بات بھی ناقابل قبول ہے۔

30_ السیرۃ الحلبيہ ج 1 ص 173_

31_ چار سال یا چھ سال بھی لکھی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو السیرۃ الحلبيہ ج 1 ص 93_

60

32_ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک قصبہ ہے جس کا حقفہ سے فاصلہ تقریباً 23 میل (46 کلومیٹر) ہے ملاحظہ ہو : معجم البلدان ج 1 ص 79_

33_ سورہ ضحیٰ آیت 6_

34_ السیرۃ النبویہ ج 1 ص 177_

35_ مناقب ابن شہر آشوب ج 1 ص 36_ 37_

36_ تاریخ یعقوبی ج 2 ص 14_

37_ نہج البلاغہ خطبہ نمبر 192 فاصعہ (صبحی صالح صفحہ 300)_

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

61

سبق 4 :

رسالت کی جانب پہلا قدم

62

شام (1) کی طرف پہلا سفر

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے حضرت ابوطالب علیہ السلام کے گھر میں منتقل ہونے کے بعد آپ (ص) کی زندگی کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا یہ باب لوگوں سے میل ملاپ اور مختلف قسم کے سفر اختیار کرنے سے شروع ہوا چنانچہ ان سفروں اور لوگوں سے ملاقاتوں کے ذریعے ہی حضرت محمد (ص) کا ذاتی جوہر اس تاریک و سیاہ ماحول میں کھلا اور یہیں سے آپ (ص) کو معاشرے نے "امین قریش" کہنا شروع کیا۔

رسول خدا (ص) کی عمر بارہ سال تھی (1) کہ آپ (ص) اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ہمراہ (اس کاروان قریش کے ساتھ جو تجارت کے لئے ملک شام کی جانب جا رہا تھا) سفر پر روانہ ہوئے جس وقت یہ کاروان "بُصری" (2) پہنچا اور "بحیرا" نامی عیسائی راہب دانشور (3) نے اس کاروان کے لوگوں سے ملاقات کی تو اس کی نظر رسول خدا (ص) پر پڑی اس نے انجیل مقدس میں پیغمبر آخر الزماں (ص) سے متعلق جو علامات پڑھی تھیں وہ تمام علامات اور نشانیاں اسے نبی اکرم (ص) میں نظر آئیں تو وہ آپ (ص) کو فوراً پہچان گیا چنانچہ اس نے حضرت ابوطالب (ع) کو مستقبل مینا آپ (ص) کے نبی ہونے کی خوشخبری دی اور اس کے ساتھ ہی اس نے یہ درخواست بھی کی کہ اس بچے کا خاص خیال رکھیں اس ضمن میں اس نے مزید کہا :

"ان (ص) کے بارے میں جو کچھ میں جانتا ہوں اگر وہی باتیں یہودی بھی جان لیں تو وہ

گزند پہنچائے بغیر نہ رہیں گے اس لئے بھلائی اسی میں ہے کہ انہیں جتنی جلدی ہو سکے واپس مکہ لے جائیے۔
حضرت ابوطالب (ع) نے اپنے کاروبار کے معاملات کو جلد از جلد نمٹایا اور مکہ واپس آگئے اور پوری طرح اپنے بھتیجے کی حفاظت و نگرانی کرنے لگے (4)۔

مستشرقین کی دروغ گوئی

رابط کی اس روایت کو اگر صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے (5) تو یہ تاریخ کا ایک معمولی سا واقعہ ہے۔ لیکن بعض بدنیت مستشرقین نے اسے دستاویز بنا کر اس بات کو ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور ان کا اس پر اصرار ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے اپنی اس غیر معمولی ذہانت کی بنا پر اس سفر کے دوران بحیرا عیسائی سے بہت سی باتیں سیکھیں اور چونکہ حافظہ بہت ہی طاقتور تھا انہیں اپنے ذہن میں محفوظ رکھا اور اٹھائیس سال گزرنے کے بعد انہی تعلیمات کو اپنے دین و آئین کی بنیاد قرار دیا اور یہ کہہ کر لوگوں کے سامنے پیش کیا کہ یہ باتیں وحی کے ذریعے آپ (ص) پر نازل ہوئی ہیں لیکن پیغمبر اکرم (ص) کی سوانح حیات آپ (ص) کے دین و آئین کی الہامی خصوصیات نیز علمی و عقلی دلائل و براہین سے اس گمان کی نفی اور تردید ہوتی ہے ذیل میں ہم اس موضوع سے متعلق چند نکات بیان کریں گے:

1۔ عقل کی رو سے یہ بات بعید ہے کہ ایک بارہ سالہ نوجوان جس نے کبھی مکتب اور مدرسہ کی شکل تک نہ دیکھی ہو وہ چند گھنٹوں کی ملاقات میں تورات اور انجیل جیسی کتابوں کی تعلیمات سیکھ لے اور اٹھائیس سال بعد انہیں شریعت آسمانی (اسلام) کے نام سے پیش کرے

2۔ اگر پیغمبر (ص) نے بحیرا سے کچھ باتیں سیکھ لی ہوتیں تو وہ یقیناً قریش کے درمیان پھیل گئی ہوتیں اور وہ لوگ جو کارواں کے ساتھ گئے تھے ضرور واپس آکر انہیں بیان کرتے اس کے علاوہ اس واقعے کے بعد رسول اکرم (ص) اپنی قوم کے افراد سے یہ نہیں فرما سکتے تھے کہ میں امی ہوں۔

3۔ اگر تورات اور انجیل کا قرآن مجید سے موازنہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ قرآن کے مطالب اور مفاہیم ان دونوں کتابوں کے مطالب سے بہت مختلف ہیں۔

4۔ اگر عیسائی رابط کو اتنی زیادہ مذہبی و علمی معلومات حاصل تھیں تو وہ اپنے زمانے میں مشہور کیوں نہ ہوا اور پیغمبر اکرم (ص) کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا علم کیوں نہ سکھایا؟

شام کا دو سرا سفر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی صداقت، نجابت و شرافت، امانت داری اور اخلاق و کردار کی بلندی کا ہر شخص قائل تھا۔

حضرت خویلد کی دختر حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا بہت نیک سیرت اور شریف خاتون تھیں۔ انہیں اپنے والد سے بہت سامال ورثے میں ملا تھا وہ بھی مکہ کے بہت سے مردوں اور عورتوں کی طرح اپنے مال کے ذریعے تجارت کرتی تھیں جس وقت انہوں نے امین قریش کے اوصاف سنے تو انہوں نے رسول خدا (ص) کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ اگر آپ میرے سرمائے کے ذریعہ تجارت کرنے کیلئے ملک شام تشریف لے جائیں تو میں جتنا حصہ دوسروں کو دیتی ہوں اس سے زیادہ حصہ آپ (ص) کو دوں گی۔

رسول خدا (ص) نے اپنے چچا حضرت ابوطالب علیہ السلام سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت خدیجہ (ع) کی تجویز کو قبول کر لیا اور آپ (ص) ان کے "میسرہ" نامی غلام کے ہمراہ پچیس سال کی عمر میں مال تجارت لے کر ملک شام کی طرف روانہ ہوئے (6)۔

کاروان تجارت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا با برکت وجود قریش کے تاجروں کے لئے نہایت ہی سودمند اور نفع بخش ثابت ہوا اور انہیں امید سے زیادہ منافع ملا نیز رسول خدا (ص) کو سب سے زیادہ نفع حاصل ہوا، سفر کے خاتمے پر "میسرہ" نے سفر کی پوری روداد حضرت خدیجہ (ع) کو بتائی اور آپ (ص) کے فضائل اور اخلاقی اوصاف و

مکارم نیز کرامات کو تفصیل سے بیان کیا _ (7)

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ شادی
حضرت خدیجہ (ع) رشتے میں پیغمبر اکرم (ص) کی چچازاد بہن لگتی تھیں اور دونوں کا شجرہ نسب جناب قصی بن کلاب سے جاملتا تھا، حضرت خدیجہ (ع) کی ولادت و پرورش اس خاندان میں ہوئی تھی جو دانا نسب کے اعتبار سے اصیل، ایثار پسند اور خانہ کعبہ کا حامی (8) و پاسدار تھا اور خود حضرت خدیجہ (ع) اپنی عفت و پاکدامنی میں ایسی مشہور تھیں کہ دور جاہلیت میں بھی انہیں "طاہرہ" اور "سیدہ قریش" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، ان کیلئے بہت سے رشتے آنے اگر چہ شادی کے خواہشمند مہر ادا کرنے کے لئے کثیر رقم دینے کیلئے تیار تھے مگر وہ کسی سے بھی شادی کرنے کیلئے آمادہ نہ ہوئیں۔
جب رسول خدا (ص) ملک شام کے تجارتی سفر سے واپس مکہ تشریف لائے تو حضرت خدیجہ (ع) نے پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں قاصد بھیجا اور آپ (ص) سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا _ (9)

67

رسول خدا (ص) نے اس مسئلے کو حضرت ابوطالب علیہ السلام اور دیگر چچائوں کے درمیان رکھا اور جب سب نے اس رشتے سے اتفاق کیا تو آپ (ص) نے حضرت خدیجہ (ع) کے قاصد کو مثبت جواب دیا، رشتے کی منظوری کے بعد حضرت ابوطالب علیہ السلام اور دوسرے چچا حضرت حمزہ نیز حضرت خدیجہ (ع) کے قرابت داروں کی موجودگی میں حضرت خدیجہ (ع) کے گھر پر نکاح کی شایان شان تقریب منعقد ہوئی اور نکاح کا خطبہ دولہا اور دلہن کے چچائوں "حضرت ابوطالب (ع)" اور "عمر و ابن اسد" نے پڑھا۔
جس وقت یہ شادی ہوئی اس وقت مشہور قول کی بنا پر رسول خدا (ص) کا سن مبارک پچیس سال اور حضرت خدیجہ (ع) کی عمر چالیس سال تھی _ (10)

حضرت خدیجہ (ع) سے شادی کے محرکات
ہر چیز کو مادی نظر سے دیکھنے والے بعض لوگوں نے اس شادی کو بھی مادی پہلو سے ہی دیکھتے ہوئے یہ کہنا چاہا ہے :
"چونکہ حضرت خدیجہ (ع) کو تجارتی امور کیلئے کسی مشہور و معروف اور معتبر شخص کی ضرورت تھی اسی لئے انہوں نے پیغمبر اکرم (ص) کو شادی کا پیغام بھیجا، دوسری طرف پیغمبر اکرم (ص) یتیم و نادار تھے اور حضرت خدیجہ (ع) کی شرافتمندانہ زندگی سے واقف تھے اسی لئے ان کی دولت حاصل کرنے کی غرض سے یہ رشتہ منظور کر لیا گیا حالانکہ سن کے اعتبار سے دونوں کی عمروں میں کافی فرق تھا۔"
جبکہ اس کے برعکس اگر تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کیا جائے تو اس شادی کے محرکات میں بہت سے معنوی پہلو نظر آتے ہیں اس سلسلے میں ہم یہاں پہلے پیغمبر خدا (ص) کی جانب

68

سے اور بعد میں حضرت خدیجہ (ع) کی جانب سے شادی کے اسباب اور محرکات کے بیان میں ذیل میں چند نکات بیان کریں گے:

- 1_ ہمیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ساری زندگی زہد و تقویٰ و معنوی اقدار سے پر نظر آتی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت (ص) کی نظر میں دنیاوی مال و دولت اور جاہ و حشم کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی، آپ (ص) نے حضرت خدیجہ (ع) کی دولت کو کبھی بھی اپنے ذاتی آرام و آسائش کے خاطر استعمال نہیں کیا۔
- 2_ اس شادی کی پیشکش حضرت خدیجہ (ع) کی جانب سے کی گئی تھی نہ کہ رسول خدا (ص) کی طرف سے۔
اب ہم یہاں حضرت خدیجہ (ع) کی جانب سے اس شادی کے محرکات بیان کرتے ہیں :
- 1_ چونکہ کہ وہ بذات خود عقیف و پاکدامن خاتون تھیں اس لئے انہیں ایسے شوہر کی تلاش تھی جو متقی اور پرہیزگار ہو۔
- 2_ ملک شام سے واپس آنے کے بعد جب "میسرہ" غلام نے سفر کے واقعات حضرت خدیجہ (ع) کو بتائے تو ان کے دل میں "امین قریش" کیلئے جذبہ محبت و الفت بڑھ گیا البتہ اس محبت کا سرچشمہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ذاتی

کمالات اور اخلاقی فضائل تھے اور حضرت خدیجہ (ع) کو ان ہی کمالات سے تعلق اور واسطہ تھا۔
 3۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے شادی کرنے کے بعد حضرت خدیجہ (ع) نے آپ (ص) کو کبھی سفر تجارت پر جانے کی ترغیب نہیں دلائی۔ اگر انہوں نے یہ شادی اپنے مال و دولت میں اضافہ کرنے کی غرض سے کی ہوتی تو وہ رسول اکرم (ص) کو ضرور کئی مرتبہ سفر پر روانہ کرتیں تاکہ بہت زیادہ مال و دولت جمع ہوسکے، بلکہ اس کے برعکس حضرت خدیجہ (ع) نے اپنی دولت

69

آنحضرت (ص) کے حوالے کردی تھی تاکہ اسے آپ (ص) ضرورت مند لوگوں پر خرچ کریں۔
 حضرت خدیجہ (ع) نے رسول خدا (ص) سے گفتگو کرتے ہوئے شادی کی درخواست کے اصل محرک کو اس طرح بیان کیا ہے: "اے میرے چچا زاد بھائی چونکہ میں نے تمہیں ایک شریف، دیانتدار، خوش خلق اور راست گو انسان پایا اسی وجہ سے میں تمہاری جانب مائل ہوئی (اور شادی کے لئے پیغام بھیجا)" (11)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے منہ بولے بیٹے
 حضرت خدیجہ (ع) سے رسول اکرم (ص) کی شادی کے بعد یک مرتبہ حضرت خدیجہ (ع) کے بھتیجے حکیم بن حزام ملک شام سے اپنے ساتھ کچھ غلام لے کر آئے جن میں ایک آٹھ سالہ لڑکا زید ابن حارثہ بھی تھا، جس وقت حضرت خدیجہ (ع) اس سے ملنے کے لئے آئیں تو حکیم نے ان سے کہا کہ پھوپھی جان آپ (ع) ان غلاموں میں سے جسے بھی چن لیں وہ آپ ہی کا ہوگا (12) حضرت خدیجہ (ع) نے زید کو چن لیا۔
 جب رسول خدا (ص) نے زید کو حضرت خدیجہ (ع) کے پاس دیکھا تو آپ (ص) نے یہ خواہش ظاہر کی کہ یہ غلام مجھے دے دیاجائے، حضرت خدیجہ (ع) نے اس غلام کو پیغمبر اکرم (ص) کے حوالے کر دیا پیغمبر اکرم (ص) نے اسے آزاد کرکے اپنا منہ بولا فرزند (متبنی) بنالیا لیکن جب پیغمبر خدا (ص) پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی تو قرآن نے حکم دیا کہ انہیں لے پالک فرزند نہیں صرف فرزند کہاجائے۔
 جب زید کے والد "حارثہ" کو یہ معلوم ہوا کہ ان کا بیٹا شہر مکہ میں رسول خدا (ص) کے گھر میں

70

ہے تو وہ آنحضرت (ص) کے پاس آیا اور کہا کہ ان کا بیٹا ان کو واپس دے دیا جائے اس پر آنحضرت (ص) نے زید سے فرمایا:

"اگر چاہو تو ہمارے ساتھ رہو اور چاہو تو اپنے والد کے ساتھ واپس چلے جاؤ۔"
 مگر حضرت زید نے پیغمبر اکرم (ص) کے پاس ہی رہنا پسند کیا، بعثت کے موقع پر حضرت علی علیہ السلام کے بعد وہ پہلے مرد تھے جو آنحضرت (ص) پر ایمان لائے (13)
 رسول خدا (ص) نے پاک دامن اور ایثار پسند خاتون "ام ایمن" سے ان کا نکاح کر دیا جن سے "اسامہ" کی ولادت ہوئی، اس کے بعد آپ (ص) نے اپنے چچا کی لڑکی "زینب بنت جحش" سے ان کی شادی کر دی (14)

حضرت علی علیہ السلام کی ولادت
 شہر مکہ کے اس تاریخ ساز عہد میں جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک حضرت علی (ع) کی کعبہ میں ولادت باسعادت تھی، مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علی (ع) کی پیدائش واقعہ عام الفیل کے تیس سال بعد ہوئی (15) خانہ کعبہ میں امیر المومنین حضرت علی (ع) کی پیدائش کا شمار آپ (ص) کے عظیم و ممتاز فضائل میں ہوتا ہے اس فضیلت کا نہ صرف شیعہ دانشوروں نے ذکر کیا ہے بلکہ اہل سنت کے محدثین و مورخین بھی اس کے معترف ہیں (16)۔

پیغمبر اکرم (ص) کے دامن میں تربیت
 حضرت علی (ع) نے بچپن اور شیر خوارگی کا زمانہ اپنے مہربان اور پاکدامن والدین حضرت

71

ابوطالب علیہ السلام اور حضرت فاطمہ (ع) کی آغوش اور گھر میں بسر کیا جہاں نور رسالت اور آفتاب نبوت تاباں تھا۔ حضرت ابوطالب (ع) کے اس نونہال پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی شروع سے ہی خاص توجہ و عنایت رہی، رسول اکرم (ص) چونکہ اکثر و بیشتر اپنے چچا کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے اسی لئے آپ (ص) نے حضرت علی (ع) کے ساتھ محبت و مہربانی کے سلوک اور تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ رسول خدا (ص) نے اسی پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ حضرت علی (ع) نے اپنی عمر کی جب چھ بہاریں دیکھ لیں (17) تو آپ (ص) انہیں ان کے والد کے گھر سے اپنے گھر لے آئے اور بذات خود ان (ع) کی تربیت و سرپرستی فرمانے لگے۔ (18) پیغمبر اکرم (ص) کو حضرت علی (ع) سے وہ شغف تھا کہ آپ (ص) انہیں اپنے سے ہر گز جدا نہیں کرتے تھے چنانچہ جب کبھی آپ (ص) عبادت کے لئے مکہ سے باہر غار حرا میں تشریف لے جاتے حضرت علی (ع) آپ (ص) کے ساتھ ہوتے۔ (19)

رسول اکرم (ص) کے زیر سایہ حضرت علی (ع) کی جو تربیت ہوئی اس کی اہمیت و قدر و قیمت کے بارے میں خود حضرت علی (ع) فرماتے ہیں :

(وَلَقَدْ عَلِمْتُ مَوْضِعِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ بِالْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ وَالْمَنْزِلَةِ الْخَصِيصَةِ وَضَعَنِي فِي حجره وَأَنَا وَلَدٌ يَضُمُّنِي إِلَى صدره وَيَكْنُفُنِي فِي فَرَاشِهِ وَيَمْسُكُنِي بِجَسَدِهِ وَيَشْمُكُنِي عَرَفَهُ وَكَانَ يَمْضُغُ النَّبِيَّ ثُمَّ يَلْقَانِي ... وَلَقَدْ كُنْتُ أَتَّبِعُهُ اتِّبَاعَ الْفَصِيلِ أَتْرَافَهُ يَرْفَعُ لِي كُلَّ يَوْمٍ مِنْ أَخْلَاقِهِ عِلْمًا وَيَأْمُرُنِي بِالْإِقْتِدَائِ بِهِ) (20)

72

"یہ تو تم سب جانتے ہی ہو کہ رسول خدا (ص) کی مجھ سے کیسی قربت تھی اور آپ (ص) کی نظروں میں میری کیا قدر و منزلت تھی، اس وقت جب میں بچہ تھا آپ (ص) مجھے اپنی گود میں جگہ دیتے اور سینے سے لگاتے، مجھے اپنے بستر پر جگہ دیتے، میں آپ سے بغلگیر ہوتا اور آپ (ص) کے جسم مبارک کی عطر آگیاں بو میرے مشام کو معطر کر دیتی، آپ (ص) نوالے جبا کر میرے منہ میں رکھتے ... میں پیغمبر اکرم (ص) کے نقش قدم پر اس طرح چلتا جیسے شیر خوار بچہ اپنی ماں کی پیروی کرتا ہے، آپ (ص) ہر روز اپنے اخلاق کا نیا پرچم میرے سامنے لہراتے اور حکم فرماتے کہ میں بھی آپ (ص) کی پیروی کروں۔"

معبود حقیقی سے انس و محبت

امین قریش نے اپنی زندگی کے تقریباً چالیس سال ان سختیوں اور محرومیوں کے باوجود جو ہمیشہ ان کے دامن گیر رہیں نہایت صداقت، شرافت، نجابت، کردار کی درستی اور پاکدامنی کے ساتھ گزارے آپ (ص) نے اس عرصے میں خدائے واحد کے علاوہ کسی کی پرستش نہیں کی اور انس عبادت اور معرفت خداوندی کو ہر چیز پر ترجیح دی چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ (ص) ہر سال کچھ عرصہ جبل نور کے "غار حرا" میں تنہا رہ کر عبادت خداوندی میں گزارتے۔

جناب امیر المومنین حضرت علی (ع) اس بارے میں فرماتے ہیں :

(وَلَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِي كُلِّ سَنَةٍ بَحْرَاءَ فَارَاهُ وَلَا يَرَاهُ غَيْرِي) (21)

"رسول خدا (ص) ہر سال کچھ عرصے کیلئے حرا میں قیام فرماتے اس وقت میں ہی انہیں دیکھتا میرے علاوہ انہیں کوئی نہیں دیکھتا تھا۔"

پیغمبر اکرم (ص) کے آباء و اجداد بھی سب ہی توحید پرست تھے اور سب ان آلودگیوں سے

73

دور تھے جن میں لوگوں کی اکثریت ڈوبی ہوئی تھی۔

اس بارے میں حضرت علامہ مجلسی فرماتے ہیں :

شیعہ امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول خدا (ص) کے والدین اور آباء و اجداد مسلمان ہی نہیں بلکہ سب صدیقین میں سے تھے وہ یا تو نبی مرسل تھے یا معصوم اوصیا، ان میں سے بعض تقیہ کی وجہ سے یا مذہبی مصلحتوں کی بنا پر دین اسلام کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ (22)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا ارشاد ہے :

(لَمْ أَزَلْ أَنْقُلْ مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلَى أَرْحَامِ الْمُطَهَّرَاتِ) (23)

"میں مسلسل پاک شخصیات کے صلب سے پاکیزہ خواتین کے رحم میں منتقل ہوتا رہا"۔

74

سوالات

- 1_ رسول خدا (ص) نے ملک شام کا پہلا سفر کب کیا اور وہاں کیا واقعہ پیش آیا؟
- 2_ بحیرا نے حضرت ابوطالب (ع) کو رسول خدا (ص) کے بارے میں کیا ہدایت کی تھیں؟
- 3_ مستشرقین نے رسول خدا (ص) کی بحیرا سے ملاقات کو کس پیرائے میں پیش کیا ان کی بے دلیل تاویلات کے بارے میں مختصر طور پر اظہار خیال کیجئے؟
- 4_ رسول خدا (ص) نے ملک شام کا دوسرا سفر کس وجہ سے کیا اور اس سفر سے آپ (ص) کو کیا نتیجہ حاصل ہوا؟
- 5_ حضرت خدیجہ (ع) کی رسول خدا (ص) سے شادی کس سال ہوئی، حضرت خدیجہ (ع) نے اس شادی کی پیشکش کس وجہ سے کی خود ان کے اقوال کی روشنی میں سوال کا جواب دیجئے؟
- 6_ حضرت زید اپنے والد کے ہمراہ کیوں نہ گئے اور رسول خدا (ص) کے ساتھ کس وجہ سے رہنا پسند کیا؟
- 7_ پیغمبر خدا (ص) نے کس طرح حضرت علی (ع) کی تربیت فرمائی؟ حضرت علی (ع) کے اقوال کی روشنی میں جواب دیجئے؟
- 8_ نزول وحی سے قبل پیغمبر اکرم (ص) کا کیا دین و مسلک تھا؟

75

حوالہ جات

- 1_ پیغمبر اکرم (ص) کس سن میں سفر پر روانہ ہوئے اس کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے سفر کے وقت آپ (ص) کی عمر نو سال کچھ مورخین نے بارہ اور تیرہ سال بھی لکھی ہے ملاحظہ ہو السیرۃ الحلبيہ ج 1 ص 117 و مروج الذهب ج 2 ص 275۔
- 2_ یہ شہر دمشق کی سمت واقع ہے اور "حوران" کا مرکز شمار کیا جاتا ہے (معجم البلدان ج 1 ص 441 و ج 2 ص 317)۔
- 3_ بعض مورخین نے اسے "تیمائ" کا یہودی عالم لکھا ہے، ملاحظہ ہو السیرۃ الحلبيہ ج 1 ص 118۔
- 4_ السیرۃ الحلبيہ ج 1 ص 119 و السیرۃ النبویہ ج 1 ص 193 و 194۔
- 5_ بعض مورخین اور صاحب نظر محققین نے ان شواہد و قرائن کی بنیاد پر جو اس روایت میں موجود ہیں اس کی صحت پر شک و تردید کا اظہار کیا ہے ان کی رائے میں یہ دشمنان اسلام کے ذہن کی اختراع ہے، ان نظریات کے بارے میں مزید اطلاع حاصل کرنے کیلئے ملاحظہ ہو الصحيح من السیرۃ النبویہ (ص) ج 1 ص 91 و 94 و تاریخ تحلیلی اسلام تالیف رسول محلاتی ج 1 ص 272۔
- 6_ یعقوبی نے اپنی تاریخ (ج 2 ص 21) میں لکھا ہے کہ: "رسول خدا (ص) نے اپنی زندگی میں کبھی اجرت پر کام نہیں کیا"، اس کے قول کو مد نظر رکھتے ہوئے یہاں یہ کہنا پڑے گا کہ پیغمبر اکرم (ص) کی حضرت خدیجہ (ع) کے ساتھ تجارت، شراکت کی بنیاد پر تھی اور انہوں نے اپنا مال بطور شریک تجارت آنحضرت (ص) کی تحویل میں دیا تھا۔
- 7_ السیرۃ الحلبيہ ج 1 ص 132 _ 135۔
- 8_ مثال کے طور پر جب یمن کے بادشاہ تبع نے حجر اسود کو مکہ سے یمن لے جانے کا عزم کیا تو حضرت خدیجہ (ع) کے والد خویلد نے اپنی سعی و کوشش سے تبع کو اس ارادے سے باز رکھا ملاحظہ ہو السیرۃ الحلبيہ ج 1 ص 138۔
- 9_ تاریخ کی بعض کتابوں میں آیا ہے کہ حضرت خدیجہ (ع) نے براہ راست پیغمبر اکرم (ص) کو شادی کا پیغام بھیجا ملاحظہ ہو سیرہ ابن اسحاق ص 60۔

76

- 10_ السیرۃ الحلبيہ ج 1 ص 137 _ 139۔
- 11_ السیرۃ الحلبيہ ج 1 ص 271۔
- 12_ حلبی نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ (ع) نے اپنے بھتیجے سے کہہ رکھا تھا کہ ایک اچھا سا عرب غلام خرید کر ان کے لئے لیتے

آئیں (السيرة الحلیہ ج 1 ص 271)۔
 13_ السيرة النبویہ ج 1 ص 264_265
 14_ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت زینب نے کچھ عرصہ بعد زید سے طلاق لے لی تو پیغمبر اکرم (ص) نے خدا کے حکم سے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ چنانچہ سورہ احزاب کی آیات 36_37_38 میں اس امر کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔
 15_ السيرة الحلیہ ج 1 ص 139
 16_ علمائے اہل سنت کے نظریات اور اقوال جاننے کیلئے ملاحظہ ہو: کتاب (الغیر) ج 2 ص 21_23
 17_ مناقب ابن شہر آشوب ج 2 ص 180 نیز بعض کتب میں ایک ضعیف قول لکھا ہے کہ اس وقت حضرت علی (ع) کی عمر آٹھ سال تھی۔ ملاحظہ ہو سیرۃ الانمہ اثنا عشر ج 1 ص 155
 18_ مورخین نے نقل مکانی کی یہ وجہ بتائی ہے کہ : ایک مرتبہ قریش سخت قحط سالی کا شکار ہو گئے ، حضرت ابوطالب (ع) چونکہ کثیر العیال تھے اس لئے پیغمبر اکرم (ص) کی تجویز پر یہ طے ہوا کہ ان کے برادر ی کے لوگوں میں سے ہر ایک کسی ایک بچے کی پرورش و نگہداشت کی ذمہ داری قبول کرے اسی وجہ سے پیغمبر اکرم (ص) نے حضرت علی (ع) کی پرورش اپنے ذمہ لی ملاحظہ ہو السیرۃ النبویہ ج 1 ص 262 و کامل ابن اثیر ج 2 ص 58۔ لیکن نقل مکانی کی یہ وجہ معقول نظر نہیں آتی بالخصوص اس حالت میں جب حضرت علی (ع) کے سن مبارک کو نظر میں رکھا جائے۔ شاید اس قدر بڑھا کر بیان کرنے کا سبب یہ تھا کہ رسول خدا (ص) کے اس عظیم کارنامے کو کم کر کے پیش کیا جائے البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ (ص) نے قحط سالی کو بہانہ بنایا اور چونکہ اس بچے کے تابناک مستقبل سے آپ (ص) واقف تھے اسی لئے طے شدہ دستور العمل کے تحت آپ (ص) حضرت علی (ع) کو اپنے گھر لے آئے ، اس میں شک نہیں کہ حضرت علی (ع) اپنی والد کے سب سے چھوٹے فرزند تھے اور اس وقت آپ (ص) کی عمر چھ سال سے زیادہ نہ تھی ، چھ سال کے بچے کا خرچ اتنا نہیں ہوتا کہ باپ اسے برداشت نہ کرسکے اور

77

باپ بھی کیسا جس کی اپنی برادری میں اعلیٰ مرتبہ کی وجہ سے عزت تھی اور انہیں (شیخ الابطح) کہاجاتا تھا۔
 19_ تاریخ طبری ج 2 ص 213 و شرح ابن حدید ج 3 ص 119
 20_ نہج البلاغہ خطبہ قاصعہ (192)۔ اس خطبے میں امام کے الفاظ اس بات کو بیان کر رہے ہیں کہ آپ (ع) پر شیر خوارگی کے زمانہ سے ہی پیغمبر اکرم (ص) کی توجہ مرکوز تھی اور ان کی زیر تربیت تھے کیونکہ لقمہ چبانے اور منہ میں رکھنا بچے ہی سے متعلق ہے۔
 21_ نہج البلاغہ خطبہ قاصعہ (192)۔
 22_ بحار الانوار ج 15 ص 117
 23_ ایضاً ص 118

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

79

سبق 5:

مکہ میں اسلام کی تبلیغ اور قریش کا رد عمل

81

بعثت (نزول وحی)

خداوند تعالیٰ کی عبادت و پرستش میں رسول اکرم (ص) کو چالیس سال گزر چکے تھے۔ ایک مرتبہ جب آپ (ص) غار حرا میں اپنے معبود حقیقی سے راز و نیاز اور عبادت میں مصروف تھے اس وقت آپ (ص) رسالت پر مبعوث ہوئے ، حضرت جبرئیل امین (ع) آپ (ص) کے پاس آئے اور اولین آیات الہی کی تلاوت کی :

بسم الله الرحمن الرحيم

(اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ: اقْرَأْ وَ رَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ)۔ (1)

"اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو کہ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھو کہ تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی ہے اور انسان کو وہ سب کچھ سکھادیا جو وہ نہیں جانتا تھا"۔
رسول اعظم (ص) نے جب یہ آیت مبارکہ سنی اور خداوند تعالیٰ کی جانب سے پیغمبری کی خوشخبری ملی نیز آپ (ص) نے مقام کبریائی کی عظمت و شان کا مشاہدہ کیا تو اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کرنے کے بعد آپ (ص) نے اپنے وجود مبارک میں مسرت و شادمانی محسوس کی چنانچہ

82

آپ (ص) غار سے باہر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ (ع) کے گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔ (2)
راستے میں جتنی پہاڑیاں اور چٹانیں تھیں وہ سب کی سب قدرت حق سے گویا ہو گئی تھیں اور پیغمبر خدا (ص) کا ادب و احترام بجالاتے ہوئے "اَلْسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا نَبِیَّ اللّٰہ" کہہ کر آپ (ص) سے مخاطب ہوئی تھیں۔ (3)
شیعہ محدثین اور مورخین کے مشہور نظریے کی رو سے واقعہ "عام الفیل" کے چالیس سال گزر جانے کے بعد 27 رجب پیر کے دن رسول (ص) خدا مبعوث بہ رسالت ہوئے (4)۔

سب سے پہلے اسلام لانے والے
رسول خدا (ص) غار حرا سے گھر تشریف لے گئے اور آپ (ص) نے نبوت کا اعلان کر دیا، سب سے پہلے آپ (ص) کے چچا زاد بھائی حضرت علی علیہ السلام نے آپ (ص) کی تصدیق کی اور عورتوں میں سب سے پہلے آپ (ص) کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ (ع) تھیں جنہوں نے آپ (ص) کے پیغمبر (ص) ہونے کی تصدیق کی، اہل سنت کے اکثر و بیشتر مورخین بھی اس بات سے متفق ہیں۔ (5)
اس سلسلے میں چند روایات ملاحظہ ہوں:

1۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم
(بَدَا أَوَّلَ مَنْ آمَنَ بِي وَصَدَّقَنِي وَصَلَّى مَعِيَ) (6)
یہ (علی (ع)) وہ پہلا شخص تھا جو مجھ پر ایمان لایا، میری تصدیق کی اور میرے ساتھ نماز ادا کی۔

83

2۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم
أَوَّلُكُمْ وَارِدًا عَلَيَّ الْحَوْضِ وَأَوَّلُكُمْ إِسْلَامًا ، عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ: (7)
تم میں سب سے پہلے حوض کوثر کے کنارے مجھ سے ملاقات کرنے والا تم میں سابق الاسلام علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے۔

3۔ حضرت علی علیہ السلام
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ اَنَابَ وَ سَمِعَ وَ اَجَابَ ، لَمْ یَسْبِقْنِیْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (8)
بارالہا میں وہ پہلا شخص ہوں جو دین کی طرف آیا، اسے سنا اور قبول کیا، پیغمبر اکرم (ص) کے علاوہ کسی شخص نے نماز میں مجھ سے سبقت حاصل نہیں کی۔

دعوت کا آغاز
رسول اکرم (ص) غار حرا سے نکل کر جب گھر میں داخل ہوئے تو آپ (ص) نے بستر پر آرام فرمایا، ابھی آپ (ص) اسلام کے مستقبل اور تبلیغ دین کی کیفیت کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ سورہ مدثر نازل ہوا (9) اور اللہ نے اپنے رسول (ص) کو اٹھ کھڑے ہونے اور ٹرانے (تبلیغ دین کرنے) پر مامور کیا چنانچہ اس طرح پیغمبر اکرم (ص) نے دعوت حق کا آغاز کیا، اس دعوت کے تین مرحلے تھے، خفیہ دعوت، رشتہ داروں کو دعوت اور عام لوگوں کو دعوت۔

الف _ خفیہ دعوت

دعوت حق کے اس مرحلے کی مدت مورخین نے تین سے پانچ سال لکھی ہے _ (10) مشرکین کی سازش سے محفوظ رہنے کیلئے رسول اکرم (ص) کو حکم ملا کہ عوام پر توجہ دینے کی بجائے لوگوں کو فرداً فرداً دعوت حق کیلئے تیار کریں اور پوشیدہ طور پر باصلاحیت لوگوں سے ملاقات کر کے ان کے سامنے اللہ کا دین پیش کریں چنانچہ آپ (ص) کی جدو جہد سے چند لوگ اسلام لے آئے مگر ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ اپنے دین کو مشرکین سے پوشیدہ رکھیں اور فرائض عبادت لوگوں کی نظروں سے دور رہ کر انجام دیں _

جب مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور تعداد تیس تک پہنچ گئی تو رسول خدا (ص) نے "ارقم" نامی مسلمان صحابی کے گھر کو ، جو صفا کے دامن میں واقع تھا ، تبلیغ اسلام اور عبادت خداوند تعالیٰ کا مرکز قرار دیا ، آپ (ص) اس گھر میں ایک ماہ تک تشریف فرما رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کی تعداد چالیس افراد تک پہنچ گئی (11) _

قریش کا رد عمل

اگرچہ قریش کو کم وبیش علم تھا کہ رسول خدا (ص) کی پوشیدہ طور پر دعوت دین حق جاری ہے لیکن انہیں اس تحریک کی گہرائی سے واقفیت نہ تھی اور اس طرف سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے تھے اس لئے انہوں نے اس جانب کوئی توجہ نہ کی اور اس پر کسی بھی رد عمل کا اظہار نہیں کرتے تھے مگر اس کے ساتھ ہی وہ اپنے گردو پیش کے ماحول سے بھی بے خبر نہ تھے چنانچہ وہ ان واقعات کی کیفیت ایک دوسرے سے بیان کرتے رہتے تھے ، رسول خدا (ص) نے اس سنہری موقع سے نہایت فائدہ اٹھایا اور اس عرصے میں آپ (ص) نے جماعت حق "حزب اللہ" کی داغ بیل ڈال دی _

ب _ اعزاء و اقرباء کو دعوت

دعوت کا یہ مرحلہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے ساتھ شروع ہوا :

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (12)

اپنے رشتہ داروں کو عذاب الہی سے ڈرائو _

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے حضرت علی علیہ السلام کو کھانے کا انتظام کرنے پر مامور کیا اور

آنحضرت (ص) نے اپنے عزیز و اقارب کو کھانے پر بلایا تاکہ خداوند تعالیٰ کا پیغام ان تک پہنچا دیں _

تقریباً چالیس یا پینتالیس آدمی آپ (ص) کے دسترخوان پر جمع ہوئے (13) رسول (ص) خدا ابھی لوگوں سے گفتگو کرنا

ہی چاہتے تھے کہ ابولہب نے غیر متعلقہ باتیں شروع کر دیں اور آپ (ص) پر سحر و جادو گری کا الزام لگا کر محفل کو

ایسا درہم برہم کیا کہ اس میں اصل مسئلے کو پیش نہ کیا جاسکا _

اگلے روز آپ (ص) نے دوبارہ لوگوں کو کھانے پر مدعو کیا جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو رسول خدا (ص) اپنی

جگہ سے اٹھے اور تقریر کے دوران فرمایا کہ :

"اے عبدالمطلب کے بیٹو خدا کی قسم مجھے قوم عرب میں ایک بھی ایسا جوان نظر نہیں آتا جو اپنی قوم کے لئے اس سے

بہتر چیز لے کر آیا ہو جسے میں اپنی قوم کے لئے لے کر آیا ہوں ، میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت کی خیر (بھلائی) لے کر

آیا ہوں ، خداوند تعالیٰ نے مجھے اس کام پر مامور کیا ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف دعوت دوں ، تم میں سے کون ایسا

شخص ہے جو میری اس کام میں مدد کرے تاکہ وہ تمہارے درمیان میرا بھائی ، وصی اور جانشین بن سکے؟ آخری الفاظ

کچھ اس طرح ہیں:

(فَإِيَّكُمْ يُوَازِنُنِي عَلَىٰ هَذَا الْأَمْرِ عَلَىٰ أَنْ يَكُونَ أَخِي وَوَصِيِّي وَخَلِيفَتِي؟)

رسول خدا (ص) نے تین مرتبہ اپنی بات دہرائی اور ہر مرتبہ حضرت علی علیہ السلام ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے

ہوئے اور اعلان کیا کہ میں آپ (ص) کی مدد اور حمایت کروں گا، اس پر رسول خدا (ص) نے فرمایا :

(اِنَّ بَذَا اَخِي وَ وصِيِّي وَ خَلِيْفَتِي فَيُكْمُ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَ اطِيعُوْهُ) (14)

یہ علی (ع) تمہارے درمیان میرے بھائی، وصی اور خلیفہ ہیں ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔
اس نشست میں رسول خدا (ص) نے جو تقریر کی اس سے مسئلہ "امامت" کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اصل "نبوت" کو "امامت" سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

پہلے عزیز و اقارب ہی کیوں؟

مندرجہ بالا سوال کے جواب میں یہ کہاجاسکتا ہے کہ عمومی دعوت سے قبل عقل و دانش کی رو سے عزیز و اقارب کو ہی دعوت دی جانی چاہئے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول خدا (ص) کا یہ اقدام انتہائی حساس مرحلے اور خطرناک حالات میں، دعوت حق کی بنیادوں کو استوار کرنے کا بہترین ذریعہ تھا کیونکہ :

87

1_ عزیز و اقارب کو اپنی جانب مائل کرکے ہی پیغمبر اکرم (ص) دشمنان اسلام کے خلاف طاقتور دفاعی محاذ قائم کرسکتے تھے ، اس کے علاوہ کچھ اور نہیں تو کم از کم اتنا فائدہ تو تھا ہی کہ اگر ان کے دل آپ (ص) کے دین کی طرف مائل نہ بھی تو بھی رشتہ داری اور قرابت کے تقاضوں کے مطابق وہ لوگ آنحضرت (ص) کے تحفظ و دفاع کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔

2_ اس کام سے رسول اللہ (ص) نے اپنی داخلی تشکیلات میں موجود خوبیوں ، خامیوں اور کمزوریوں کا خوب اندازہ لگالیا ، آپ (ص) مخالف اور ہٹ دھرم قوتوں سے خوب واقف ہوگئے۔

ج_ عام دعوت حق

رسول خدا (ص) نے دعوت کے تیسرے مرحلے میں اپنی تبلیغ کو وسعت دی اور پہلی محدودیت کو ختم کردیالرشاد خداوندی ہوا:

(فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ) إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ (15)

"پس اے پیغمبر (ص) جس چیز کا حکم دیا جارا ہے اسے آشکارا بیان کرو اور شرک کرنے والوں کی ذرا برابر پروا نہ کرو ، (تمہاری طرف سے) ہم ان مذاق اڑانے والوں کی خبر لینے کیلئے کافی ہیں۔"
ان آیات کے نزول کے بعد آپ (ص) سب لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دینے پر ما مور ہوئے ، چنانچہ اس مقصد کی خاطر آپ (ص) کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور اس جم غفیر کے سامنے جو اس وقت وہاں موجود تھا آپ (ص) نے اس تمہید کے ساتھ تقریر شروع کی :

88

"اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے تمہاری گھات میں دشمن بیٹھا ہوا ہے اور تمہارے لئے اس کا وجود سخت خطرے کا باعث ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کرو گے؟" سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں ہم آپ (ص) کی بات کا یقین کریں گے کیونکہ ہم نے آپ (ص) کی زبان سے اب تک کوئی جھوٹی بات نہیں سنی ہے ، یہ سننے کے بعد آپ (ص) نے فرمایا :
(فَإِنِّي نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيِ عَذَابٍ شَدِيدٍ)۔

اب (جب کہ تم نے میری راست گوئی کی تصدیق کردی ہے تو) میں تمہیں بہت ہی سخت عذاب سے آگاہ و خبردار کر رہا ہوں۔

رسول خدا (ص) کی یہ بات سن کر ابوہریر بول اٹھا اور کہنے لگا:

"تمہارا برابر کیا تم نے یہی بات کہنے کیلئے ہمیں یہاں جمع کیا تھا "۔

خداوند تعالیٰ نے اس گستاخ کی تنبیہ کرنے اور اس کا معاندانہ چہرہ برملا کرنے کی خاطر یہ سورت (16) نازل فرمائی
(17)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ: وَتَبَّ (1) مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ (2) سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ: (3) وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (4) فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ: (5))

"ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ کمایا ہوا ، عنقریب اُسے آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کی بیوی لکڑی ڈھونے والی کو ، جس کے گلے میں بٹی ہوئی رسی ہے"

89

قریش کا رد عمل

پیغمبر اکرم (ص) کی نبوت کی خبر جیسے ہی مکہ میں پھیلی اُسی وقت سے ہی قریش کے اعتراضات شروع ہو گئے ، جب انہوں نے محسوس کیا کہ یہ مسئلہ سنگین صورت اختیار کر گیا ہے اور حضور (ص) کی تحریک ان کے خس و خاشاک جیسے دینی عقائد اور مادی مفادات کیلئے خطرہ ہے تو انہوں نے آپ (ص) کے آسمانی دین (اسلام) کے خلاف محاذ بنالیا اور آپ (ص) کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے یہاں ہم ان کی بعض ناکام کوششوں کا ذکر کرتے ہیں:

الف_ مذاکرہ

مشرکین قریش کی شروع میں تو یہی کوشش رہی کہ وہ حضرت ابوطالب (ع) اور بنی ہاشم کے مقابلے پر نہ آئیں بلکہ انہیں مجبور کریں کہ وہ پیغمبر اکرم (ص) کی حمایت و پشت پناہی کے اپنے موقف سے دست بردار ہو جائیں تاکہ وہ آسانی سے رسول اکرم (ص) کی سرکوبی کر سکیں۔

اس مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے پہلے تو یہ کوشش کی کہ حضرت ابوطالب (ع) کو یہ کہنے پر مجبور کر دیں کہ ان کے بھتیجے کی تحریک نہ صرف ان (مشرکین قریش) کیلئے مضر ہے بلکہ قوم و برادری میں حضرت ابوطالب (ع) کو جو عزت و حیثیت حاصل ہے اس کیلئے بھی خطرہ پیدا ہو گیا۔

مشرکین قریش نے خوبرو ، تنو مند اور وجیہ جوان شاعر عمارۃ بن ولید بن مغیرہ کو حضرت ابوطالب (ع) کی فرزندگی میں دینے کی کوشش کی تاہم کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں اور آپ (ص) کو ان کے حوالے کر دیں۔ (18)

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے ان کی ہر بات کامنفی جواب دیا اور رسول خدا (ص) کی حمایت سے دست بردار ہونے سے کسی بھی قیمت پر آمادہ نہ ہوئے۔

90

ب_ لالچ

سرداران قریش جب پہلے مرحلے میں شکست و ناکامی سے دوچار ہوئے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ چراغ نبوت کو خاموش کرنے کیلئے رسول (ص) خدا کو مال و دولت کا لالچ دیا جائے چنانچہ اس مقصد کے تحت پہلے وہ حضرت ابوطالب (ع) کے پاس پہنچے اور یہ شکوہ و شکایت کرتے ہوئے کہ ان کے بھتیجے (حضرت محمد (ص)) نے ان کے بتوں کے خلاف جو رویہ اختیار کیا ہے وہ سخت نازیبا ہے ، یہ پیشکش کی کہ اگر حضرت محمد (ص) ہمارے بتوں کی مخالفت سے دستبردار ہو جائیں تو ہم انہیں دولت سے مالا مال کر دیں گے ، ان کی اس پیشکش کے بارے میں رسول خدا (ص) نے جواب دیا :

خداوند تعالیٰ نے مجھے دنیا پرستی اور زراںدوزی کیلئے انتخاب نہیں کیا ہے بلکہ مجھے منتخب کیا گیا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی جانب آنے کی دعوت دوں اور اس مقصد کیلئے ان کی رہنمائی کروں۔ (19)

یہ بات آپ (ص) نے دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان فرمائی:

"چچا جان خدا کی قسم اگر سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں رکھ دیں تو بھی میں رسالت الہی سے دست بردار ہونے والا نہیں ، اس تحریک خداوندی کو فروغ دینے کیلئے میں جان کی بازی تو لگا سکتا ہوں مگر اس سے دستبردار ہونے کیلئے تیار نہیں۔" (20)

سرداران قریش نے اگلے مرحلے پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ براہ راست پیغمبر اکرم (ص) سے گفتگو کریں چنانچہ اس مقصد کے تحت انہوں نے اپنا نمائندہ آپ (ص) کی خدمت میں روانہ کیا اور آپ (ص) کو اپنی محفل میں آنے کی دعوت دی جب رسول خدا (ص) ان لوگوں میں پہنچ گئے تو کفار

قریش نے آپ (ص) کے رویے کے خلاف شکایت کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ (ص) کو مال و دولت کی تمنا ہے تو ہم اتنا وافر مال و متاع دینے کے لئے تیار ہیں کہ آپ (ص) سب سے زیادہ مالدار ہوجائیں گے، اگر آپ (ص) کوسرداری کی خواہش ہے تو ہم آپ (ص) کو اپنا امیر و سردار بنانے کیلئے تیار ہیں اور ایسے مطیع فرمانبردار بن کر رہے ہیں کہ آپ (ص) کی اجازت کے بغیر کوئی کام بھی نہ کریں گے اور اگر آپ (ص) کے دل میں حکومت اور سلطنت کی آرزو ہے تو ہم آپ (ص) اپنا حکمران و فرمانروا تسلیم کرنے کیلئے آمادہ ہیں۔

یہ سن کر رسول خدا (ص) نے فرمایا:

میں مال و دولت جمع کرنے، تمہارا سردار بننے اور تخت سلطنت پر پہنچنے کیلئے مبعوث نہیں ہوا ہوں، خداوند تعالیٰ نے مجھے تمہاری جانب ایک پیغمبر کی حیثیت سے بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے مجھے تمہارے پاس جنت کی خوشخبری دینے اور عذاب دوزخ سے ڈرانے کیلئے بھیجا گیا ہے جس پیغام کو پہنچانے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے اسے میں نے تم تک پہنچادیا ہے، اگر تم میری بات مانو گے تو تمہیں دنیا و آخرت کی خوشیاں نصیب ہوں گی اور اگر تم میری بات قبول کرنے سے انکار کرو گے تو میں اس راہ میں اس وقت تک استقامت و پائیداری سے کام لوں گا کہ خداوند تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کردے۔ (21)

ج۔ تہمت و افترا پردازي

پیغمبر اکرم (ص) کی عالی شان شخصیت کو داغدار کرنے کیلئے قریش نے جو پست طریقے اختیار کئے ان میں سے ایک احمقانہ حربہ یہ بھی تھا کہ انہوں نے آپ (ص) پر تہمتیں لگائیں اور آپ (ص)

کے خلاف غلط پروپیگنڈا کیا۔ چنانچہ آپ (ص) کو (نعوذ باللہ) جھوٹا، کابن، اور ساحر و جادوگر قرار دیا گیا۔ وہ لوگوں میں کہتے پھرتے تھے کہ اس شخص کے پاس کوئی ایسا جادو ہے کہ جس کے ذریعے یہ شخص باپ، بیٹے، میاں بیوی، دوستوں اور رشتہ داروں کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے۔ (22)

قرآن مجید نے ان تہمتوں کے بارے میں کئی جگہ پر اشارہ کیا ہے اور پیغمبر اکرم (ص) کی بابرکت و مقدس ذات گرامی کو اس قسم کے الزامات سے منزہ و مبرہ قرار دیا ہے۔ (23) چنانچہ ایک آیت میں پیغمبر اکرم (ص) کی یہ کہہ کر دلجوئی کی ہے کہ یہ پست شیوہ صرف ان کفار کی خصوصیت نہیں بلکہ ان سے پہلے بھی دشمنان انبیاء اسی قسم کے حربے استعمال کرچکے ہیں۔

(كَذَلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ: إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مُجْنُونٌ أَوْ أَتَوْا صَوَابَهُ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ)۔ (24)

"اے رسول ((ص)) جس طرح انہوں نے تجھے اذیت دی اسی طرح ان سے پہلے کی قوموں کے پاس بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسے انہوں نے ساحر یا مجنون، نہ کہا ہو کیا ان سب نے آپس میں اس پر کوئی سمجھوتہ کرلیا ہے؟ نہیں بلکہ یہ سرکش لوگ ہیں۔"

د۔ شکنجہ وایذار سانی

آپ پر الزامات کی بوچھاڑ کے ساتھ ساتھ، انہوں نے آپ (ص) کو اذیت و آزار دینا بھی شروع کردیا اور جس حد تک ممکن تھا انہوں نے اذیت دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، قریش نے یہ غیر انسانی طرز عمل نہ صرف پیغمبر اکرم (ص) کے ساتھ روا رکھا ہوا تھا بلکہ وہ مسلمانوں کے

ساتھ بھی اسی طرح کا سلوک کرتے تھے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو ابولہب، اس کی بیوی ام جمیل، حکم ابن ابی العاص، عقبہ ابن ابی معیط اور ان کے ساتھیوں نے دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ ایذا و تکلیف پہنچائی۔ (25)

رسول خدا (ص) تبلیغ اسلام کے لئے بازار "عکاظ" کی جانب تشریف لے جاتے تھے کہ ابولہب بھی آپ (ص) کے پیچھے

پیچھے بولیتا اور چلا چلا کر کہنے لگتا : لوگو میرا یہ بھتیجا جھوٹا ہے اس سے بچ کر رہنا۔ (26)
 قریش آوارہ لڑکوں اور اپنے اوباش اور بے ادب غلاموں کو پیغمبر اکرم (ص) کے راستے پر بٹھادیتے چنانچہ جب آنحضرت (ص) اس راستے سے گزرتے تو سب آپ (ص) کے پیچھے لگ جاتے اور آپ (ص) کا مذاق اڑاتے۔ جس وقت آپ (ص) نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو آپ (ص) پر اونٹ کی اوجھڑی اور فضلہ انٹیل دیتے۔ (27)
 رسول اکرم (ص) نے دشمن کے ہاتھوں ایسی سختیاں برداشت کیں کہ آپ (ص) کو یہ فرمانا پڑا:
 (مَا أُوذِيَ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُذِيتُ فِي اللَّهِ) (28)

"راہ خدا میں کسی بھی پیغمبر پر اتنی سختیاں نہیں ہوئیں جتنی مجھ پر۔"
 اصحاب رسول (ص) کے بارے میں بھی انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر قبیلہ کو چاہئے کہ اپنے تازہ مسلمان ہونے والے افراد کو ہر طرح کی ایذا و تکلیف پہنچائیں تاکہ وہ مجبور ہو کر اپنے نئے دین سے دستبردار ہو جائیں۔
 "حضرت یاسر" اور ان کی اہلیہ "سمیہ" اور فرزند "عمار"، "خاباب ابن ارت"، "عامر بن فہیرہ" اور "بلال حبشی" نے دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ مصائب و تکالیف

94

برداشت کیں۔ (29)
 حضرت "سمیہ" وہ پہلی مسلم خاتون تھیں جو فرعون قریش ابو جہل کی طاقت فرسا ایذا رسانی و شکنجہ کے باعث اس کے نیزے کے وار سے زخمی ہو کر شہید ہو گئیں، ان کے شوہر یاسر دوسرے شخص تھے جو راہ اسلام میں شہید ہوئے عمار نے بھی اگر تقیہ نہ کیا ہوتا تو وہ بھی قتل کر دیئے جاتے۔ (30)
 امیہ بن خلف اپنے غلام حضرت بلال کو بھوکا پیاسا مکہ کی تپتی دوپہر میں جلتی ریت پر لٹادیتا اور سینے پر بھاری پتھر رکھ کر کہتا کہ لات و عزی کی پوجا کرو ورنہ اسی حالت میں مرجاؤ گے، مگر بلال سخت تکالیف میں بھی یہی جواب دیتے:
 "أَحَدٌ أَحَدٌ" (31)
 اس کے علاوہ دیگر مسلمانوں کو بھی ہر قسم کی ایذا و تکلیف پہنچاتے، انہیں قید و بند میں رکھتے، سخت زدو کوب کرتے، بھوکا پیاسا رکھتے اور گلے میں رسی باندھ کر گلیوں میں گھسیٹتے تھے (32)۔

95

سوالات

- 1_ رسول خدا (ص) کس سال مبعوث بہ رسالت ہوئے اور پہلے پہل کون سی آیات آپ (ص) پر نازل ہوئیں؟
- 2_ سب سے پہلے کون اسلام لایا؟ اور اس کی دلیل کیا ہے؟
- 3_ پیغمبر اکرم (ص) کے مراحل دعوت کا حال آیات کی روشنی میں بیان کریں؟
- 4_ رسول خدا (ص) نے جب تبلیغ دین اسلام شروع کی تو پہلے مرحلے پر قریش کا کیا رد عمل رہا؟
- 5_ قریش کے سرداروں اور حضرت ابوطالب (ع) کے درمیان پیغمبر اکرم (ص) کے بارے میں جو گفتگو ہوئی تھی اس میں کیا باتیں ہوئیں؟
- 6_ قریش کی تجاویز اور ان کے وعدوں کا آنحضرت (ص) نے کیا جواب دیا؟
- 7_ رسول خدا (ص) اور اصحاب رسول (ص) کو مشرکین قریش نے کیا تکالیف پہنچائیں بیان کیجئے؟
- 8_ دین اسلام قبول کرنے کے بعد کس کو سب سے پہلے شہادت نصیب ہوئی اور کس شخص نے شہید کیا؟

96

حوالہ جات

- 1_ سورہ علق آیت 1 سے 5 تک
- 2_ الصحیح من السیرۃ النبی (ص) ج 1 ص 233 اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی مترجم کے قلم سے منظر عام پر آ رہا ہے۔
- 3_ مناقب ابن شہر آشوب ج 1 ص 46، بحار الانوار ج 18 صفحہ 196 و تفسیر برہان ج 4 صفحہ 479۔

- 4_ ملاحظہ ہو: بحار الانوار 18، ص 189، ص 190، ص 240_
- 5_ اہلسنت کے مورخین کی مزید رائے جاننے کیلئے ملاحظہ ہو الغدير ج 3 ص 224_ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ (ع) وہ پہلی خاتون تھیں جو دین اسلام سے مشرف ہوئیں (ملاحظہ ہو السيرة النبوية وسيرة ابن بشام ج 1 ص 257 والسيرة الحلبیہ ج 1 ص 267) البتہ دونوں نظریات کو اکٹھا کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت خدیجہ (ع) اسلام قبول کرنے والی پہلی خاتون ہیں نہ یہ کہ وہ سب افراد سے پیشقدم ہوں_
- 6_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 13 ص 220_
- 7_ المستدرک حاکم نیشاپوری ' ج 3 ص 136_
- 8_ نہج البلاغہ، فیض الاسلام خطبہ 131_
- 9_ اس سورہ کے شروع میں آیا ہے " يَا أَيُّهَا الْمَدَنِيُّ قُمْ فَأَنْذِرْ (اے اوڑھ لپیٹنے والے اٹھو اور لوگوں کو ڈرانو)۔"
- 10_ ملاحظہ ہو الصحيح من سيرة النبي (ص) ج 1 ص 259 والسيرة الحلبیہ ج 1 ص 283_
- 11_ ملاحظہ ہو: سیرہ حلبیہ ج 1 ص 283 و الاصابہ ج 1 ص 28_
- 12_ سورہ شعرا آیت 214_
- 13_ السيرة الحلبیہ ج 1 ص 285_
- 14_ ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج 2 ص 320_ 321 مجمع البیان ج 2 ص 187 والغدير ج 2 ص 279_
- 15_ سورہ حجر آیہ 94_ 95_
- 16_ اللہب جسے سورہ تبت کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے_

97

- 17_ ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج 2 ص 319_
- 18_ السيرة النبوية ج 1 ص 285_
- 19_ تاریخ یعقوبی ج 2 ص 24_
- 20_ السيرة النبوية ' ابن بشام ج 1 ص 285 و تاریخ طبری ج 2 ص 326_
- 21_ تاریخ طبری ج 2 ص 315_ 316_
- 22_ السيرة النبوية ج 1 ص 289_
- 23_ بطور مثال ملاحظہ ہو سورہ ص آیت 4 و سورہ شعرا آیت 153 و سورہ قلم آیت 2_ 51 و سورہ تکویر آیت 22_
- 24_ سورہ الذاریات آیت 52_ 53_
- 25_ 26_ 27_ ایضاً ص 24_
- 28_ کنز العمال ج 3 ص 130 حدیث 5818_
- 29_ ملاحظہ ہو السيرة الحلبیہ ج 1 ص 297_ 301 و تاریخ یعقوبی ج 2 ص 28_
- 30_ الصحيح من سيرة النبي (ص) ج 2 ص 38_ 39_
- 31_ السيرة الحلبیہ ج 1 ص 29_
- 32_ السيرة النبوية ج 1 ص 339 و السيرة الحلبیہ ج 1 ص 297_

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

99

سبق 6:

قریش کی سازشیں اور ہجرت حبشہ

101

ہ: پیغمبر اکرم (ص) کے پاس پہنچنے سے لوگوں کو روکنا

گرد و نواح سے وہ لوگ جن کے دلوں میں دین اسلام کی محبت پیدا ہوگئی تھی وہ پیغمبر اکرم (ص) سے ملاقات کرنے کی خاطر مکہ آتے مگر مشرکین انہیں پیغمبر اکرم (ص) تک پہنچنے سے منع کرتے تاکہ دین اسلام کے اثر و نفوذ کو روک سکیں وہ ہر حیلے اور بہانے سے انہیں اسلام لانے اور رسول (ص) خدا سے ملاقات کرنے سے روکتے ، یہاں بطور مثال ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

اعشی زمانہ جاہلیت کا مشہور شاعر تھا اسے رسول خدا (ص) پر نزول وحی اور آپ (ص) کی اسلامی تعلیمات کا کچھ نہ کچھ علم ہو گیا تھا ، چنانچہ اس نے آنحضرت (ص) کی شان میں قصیدہ کہا اور اسے لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوا تاکہ دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کر سکے ، جس وقت وہ مکے میں داخل ہوا مشرکین اس سے ملنے آئے اور اس سے شہر میں آنے کا سبب دریافت کیا جب انہیں اعشی کے قصد و ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے اپنی فطری شیطنت اور حیلہ گری کے ذریعے اسے پیغمبر اکرم (ص) کے ساتھ ملاقات کرنے سے روکا چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ اس وقت وہ واپس اپنے شہر چلا جائے اور آئندہ سال پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں حاضر ہو کر دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کرے مگر موت نے اسے اس سعادۃ کی مہلت نہ دی اور سال ختم ہونے سے پہلے وہ انتقال کر گیا۔ (1)

102

و: قرآن سے مقابلہ

دشمنان اسلام کو جب یہ علم ہوا کہ آسمانی دین و آئین کی تبلیغ میں پیغمبر اکرم (ص) کی کامیابی کا اہم ترین عامل آیات الہی کی وہ معنوی کشش ہے جو لوگوں کے دلوں پر اثر کرتی ہے اور انہیں اپنا گرویدہ بنالیتی ہے ، تو انہیں یہ بچگانہ تدبیر سوچھی کہ کوئی ایسی سازش کریں جس کے ذریعے لوگوں کو قرآن کی جانب متوجہ ہونے سے روک سکیں اور اس مقدس کتاب کی مقبولیت اور دلچسپی کو ختم کر سکیں۔

نضر بن حارث کا شمار ان دشمنان اسلام میں ہوتا ہے جو رسول خدا (ص) کو بہت زیادہ اذیت پہنچایا کرتے تھے۔ اس نے "حبرہ" کے سفر میں رستم و اسفندیار کی داستانیں سن کر یاد کر لی تھیں چنانچہ اسے قریش کی طرف سے یہ کام سونپا گیا کہ جب مسجد الحرام میں پیغمبر اکرم (ص) کا تبلیغی دستور العمل ختم ہو جایا کرے تو وہ آنحضرت (ص) کی جگہ پر جا کر بیٹھے اور لوگوں کو رستم اور اسفندیار کی داستانیں سنائے شاید اس طریقے سے پیغمبر اکرم (ص) کے مرتبے کو کم کیا جاسکے اور آپ (ص) کی تبلیغ نیز آیات الہی کو بے قدر و قیمت بنایا جاسکے ، وہ بڑی ہی گستاخی اور دیدہ دلیری سے کہتا : لوگو تم میری طرف آؤ میں تمہیں محمد (ص) سے کہیں بہتر قصے اور کہانیاں سنائوں گا۔ اس نے اسی پرہی اکتفا نہیں کیا بلکہ گستاخی اور بے باکی میں اس سے بھی کہیں آگے بڑھ گیا اور اپنے خدا ہونے کا دعویٰ کر دیا وہ لوگوں سے کہتا کہ میں بھی جلد ہی وہ چیز اتاروں گا جو محمد (ص) کا خدا اس پر نازل کیا کرتا ہے۔ (2) اس سلسلے میں قرآن مجید میں چند آیات نازل ہوئیں کہ البتہ بطور نمونہ ہم ایک کا ذکر کر رہے ہیں :

103

(وَقَالُوا أَأَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا) _ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (3)

"کہتے ہیں یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں جنہیں لکھوالیا ہے اور صبح و شام ان کے سامنے پڑھے جاتے ہیں ، آپ (ص) کہہ دیجئے کہ اسے اس نے نازل کیا ہے جو زمین و آسمان کے راز جانتا ہے اور وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔" قرآن مجید کے خلاف مشرکین نے دوسرا محاذ یہ تیار کیا کہ انہوں نے اپنے پیروکاروں کو یہ حکم دیا کہ جس وقت رسول خدا (ص) قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ہیں تو اسے نہ صرف سنا ہی نہ جائے بلکہ ایسا شور و غل بپا کیا جائے کہ دوسرے لوگ بھی اسے سننے سے باز رہیں چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن مجید کا ارشاد ہے :

(وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ) (4)

"اور کافروں نے ایک دوسرے سے یہ کہا کہ : اس قرآن پر کان نہ دھرو اور جب پڑھا جائے تو شور و غل بپا کیا کرو شاید تم کامیاب ہو جاؤ۔"

ہجرت حبشہ:

اگر چہ رسول خدا (ص) اور بنی ہاشم کے دیگر چند حضرات، حضرت ابوطالب (ع) کی زیر حمایت کچھ حد تک دشمنوں کی گزند سے بالخصوص جسمانی آزار و ایذا سے محفوظ تھے مگر دوسرے بے پناہ اور بے یارو مددگار مسلمان ایذا اور اذیت کی انتہائی سخت تکالیف و مشکلات سے گزر

104

رہے تھے۔

پیغمبر اکرم (ص) کے لئے یہ بات سخت شاق اور ناگوار تھی کہ آپ (ص) کے اصحاب و ہمنا ایسی سخت مشقت میں مبتلا رہیں اور ہر طرح کے مصائب و آلام سے گزرتے ہیں۔ دوسری طرف اس بات کا بھی امکان تھا کہ اگر یہی کیفیت برقرار رہی تو ہوسکتا ہے کہ نو مسلم اپنے عقیدے میں سست ہوجائیں (5)

اس کے علاوہ یہی حالت دوسرے لوگوں کو اسلام کی جانب عمل ہونے سے روک بھی سکتی تھی، چنانچہ ان حالات کے پیش نظر یہ لازم سمجھا گیا کہ اس دیوار کو بھی گرا دیا جائے تاکہ قریش یہ جان لیں کہ حقیقت اسلام ان کے حد تصور اور تسلط و اقتدار سے کہیں زیادہ بالا و برتر ہے۔

اس گھٹن اور دبانو کے ماحول سے نجات حاصل کرنے کیلئے مسلمانوں کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ ترک وطن کرکے حبشہ چلے جائیں، اس ملک کے انتخاب کئے جانے کی چند وجوہات تھیں:

- 1_ یہ ملک شہنشاہ روم کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کے باوجود، سیاسی نقطہ نظر سے بہت حد تک مستقل اور اس زمانے کے دو بڑی طاقتوں (ایران اور روم) کے اثر و نفوذ سے دور تھا۔
- 2_ حبشہ اور حجاز کے درمیان بحیرہ احمر کے واقع ہونے کی وجہ سے قریش کی مسلمان مہاجروں تک رسائی کا امکان کم تھا۔

- 3_ عادل حکمران اور نسبتاً صحیح اور بہتر ثقافتی ماحول کی وجہ سے حبشہ کا ملک دیگر ممالک پر برتری رکھتا تھا۔ مہاجروں کو الوداع کرتے وقت رسول اکرم (ص) کی یہ باتیں بھی اس

105

حقیقت کی تائید کرتی ہیں کہ "اس ملک کے حکمران کی وجہ سے کسی پر ستم نہیں کیا جاتا اور وہ پاک اور سچائی کی سرزمین ہے" (6)

مہاجرین کا وہ پہلا گروہ جو پندرہ افراد پر مشتمل تھا عثمان ابن مظعون کی زیر سرپرستی بعثت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں اس عیسائی ملک حبشہ (ایتھوپیا) کی جانب روانہ ہوا اور دو ماہ بعد واپس مکہ آگیا۔

دوسرے گروہ میں تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں اور چند بچے شامل تھے یہ گروہ حضرت جعفر ابن ابی طالب (ع) کی زیر سرپرستی ہجرت کرکے حبشہ چلا گیا جس کا وہاں کے فرمان روا "نجاشی" نے بہت پر تپاک طریقے سے استقبال کیا۔ قریش کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو انہوں نے عمرو بن عاص اور عبداللہ ابن ابی ربیعہ کو اپنا نمائندہ بنا کر حبشہ روانہ کیا ان کے ساتھ انہوں نے نجاشی اور اس کے درباریوں کے لئے بہت سے عمدہ تحفے تحائف بھی بھیجے اور اس سے یہ درخواست کی کہ پناہ گزین مسلمانوں کو واپس کر دیا جائے۔

قریش کے نمائندوں نے بادشاہ نجاشی اور اس کے درباریوں کو مسلمانوں سے بدظن کرانے کی ہر ممکن کوشش کی اور بہت اصرار کیا کہ مہاجر مسلمانوں کو واپس کر دیا جائے مگر انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی اور وہ نجاشی بادشاہ کو اپنا ہم خیال نہ بناسکے۔

نجاشی نے جب مہاجرین کے نمائندے حضرت جعفر ابن ابی طالب (ع) کی دلچسپ اور منطقی باتیں سنیں اور حضرت جعفر (ع) نے جب اس کے سامنے قرآنی آیات کی قرا ت کی تو وہ انہیں سن کر مسلمانوں پر فریفتہ اور ان کے عقائد کا شیدابوگیا چنانچہ اس نے سرکاری سطح پر مسلمانوں کی واضح اور قطعی حمایت کا اعلان کر دیا اور قریش کے نمائندوں کو حکم دیا کہ اس

106

کے ملک سے نکل جائیں۔

ملک حبشہ میں مہاجرین انتہائی آرام اور سہولت کی زندگی بسر کرتے رہے اور جب رسول خدا (ص) ہجرت کرکے مدینہ

تشریف لے گئے تو ہ بھی آہستہ آہستہ وہاں سے واپس آکر آنحضرت (ص) سے مل گئے۔ (7)

اس ہجرت کے فوائد

ترك وطن کر کے حبشہ کی جانب روانہ ہونے اور اس ملك ميں كافى عرصہ تك قیام کرنے کے باعث مسلمانوں کو بہت سے فائدے ہوئے اور وہاں انہیں بہت سی برکات حاصل ہوئیں جن ميں سے چند کا ہم ذیل ميں ذکر کریں گے۔

1_ جو مسلمان ترك وطن کر کے حبشہ چلے گئے تھے انہیں قریش کے مظالم سے نجات مل گئی وہ مشرکین مکہ کی شکنجہ و ایذا رسانی سے محفوظ ہو گئے۔

2_ اسلام کا پیغام اور اعلان رسالت اہل حبشہ بالخصوص حبشہ کے بادشاہ اور اس کے درباریوں تک پہنچ گیا۔

3_ قریش کی رسوائی ہوئی اور ان کے وہ نمائندے جو نجاشی بادشاہ کے پاس گئے تھے ذلیل و خوار ہو کر وہاں سے نکلے۔

4_ حبشہ کے لوگوں کے درمیان دین اسلام کی تبلیغ و توسیع کا راستہ ہموار ہو گیا۔
عیسائیوں کے ساتھ مسلم مہاجرین کا اسلامی اور انسانی سلوک، شرافتمندانہ طرز زندگی اور اسلامی احکام کی سخت پابندی اس امر کا باعث ہوئی کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حبشہ کے لوگ دین اسلام کے شیدائی ہونے لگے چنانچہ آج ایتھوپیا (حبشہ) اریٹیریا اور

107

صومالیہ ميں جو کڑوروں مسلمان آباد ہیں وہ مسلمانوں کی اسی ہجرت کا ہی فیض ہے۔

ز: اقتصادی ناکہ بندی (8)

مختلف قبائل ميں اور حجاز کے اندر اور باہر اسلام کی مقبولیت نیز ملك حبشہ ميں مہاجرین کی کامیاب پناہ گزینی نے قریش کے سرداروں کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ اسلامی تحریک کو روکنے کے لئے کوئی بنیادی اقدام کریں، چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایسے معاہدے پر دستخط کرائے جائیں جس کی رو سے "بنی ہاشم" اور "بنی مطلب" کے ساتھ مکمل تعلقات قطع ہو جائیں، کوئی رشتہ داری نہ کی جائے، ان کے ساتھ کاروبار بند کر دیا جائے اور کوئی بھی شخص ان کے ساتھ کسی طرح کا سروکار نہ رکھے۔ (9)

قریش کے اس تحریری معاہدہ کا مقصد یہ تھا کہ یا تو حضرت ابوطالب (ع) مجبور ہو کر پیغمبر (ص) کی حمایت و سرپرستی سے دست بردار ہو جائیں اور آپ (ص) کو قریش کے حوالے کر دیں، یا رسول خدا (ص) لوگوں کو دعوت حق دینا ترك کر دیں اور قریش کی تمام شرائط کو مان لیں، یا پھر آپ (ص) اور آپ (ص) کے حامی گوشہ نشینی اور کسمپرسی کی حالت ميں رہ کر بھوک و پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرجائیں۔
قریش نے اس معاہدے کا نام (صحیفہ) رکھا جس پر چالیس سر بر آورده اشخاص نے دستخط کئے اور اسے کعبے کی دیوار پر آویزاں کر دیا گیا (10)۔ اس معاہدے ميں شامل تمام افراد نے یہ عہد کیا کہ تمام لوگ اس کے مندرجات پر حرب بحرف عمل پیرا ہوں گے۔

حضرت ابوطالب (ع) کو جب "معاہدہ صحیفہ" کا علم ہوا تو انہوں نے رسول خدا (ص) کی شان رسالت کی تائید ميں چند اشعار کہے، جن ميں انہوں نے تاکید کے ساتھ پیغمبر اکرم (ص) کی

108

حمایت کا از سر نو اعلان کیا، اس کے ساتھ ہی انہوں نے "بنی ہاشم" اور "بنی مطلب" سے خواہش کی کہ مکہ کو خیر باد کہہ کر اس درے ميں جا بسیں جو شہر سے باہر واقع ہے اور یہی درہ بعد ميں "شعب ابوطالب" کے نام سے مشہور ہوا۔ (11)

"ابولہب" کے علاوہ "بنی ہاشم" اور "بنی مطلب" کے سبھی افراد بعثت کے ساتویں سال یکم محرم کو رات کے وقت "شعب ابوطالب" ميں داخل ہوئے (12) جہاں انہوں نے چھوٹے چھوٹے گھر اور سائبان بنائے اور وہ حرمت کے مہینوں (رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم) کے علاوہ تمام سال اسی درے ميں محصور رہتے۔

"شعب ابوطالب" ميں مسلمانوں پر ایسا سخت دور بھی آیا کہ کبھی کبھی تو انہیں پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے درخت کے پتوں پر گزارہ کرنا پڑتا۔

حرمت کے مہینوں میں اگر چہ قریش ان سے کوئی باز پرس نہ کرتے البتہ دوسرے طریقوں سے انہیں پریشان کیا جاتا، انہوں نے مسلمانوں کی قوت خرید کو ختم کرنے کیلئے چور بازاری (بلیک مارکیٹنگ) کا دھندا شروع کر دیا ، کبھی کبھی تو وہ دوکانداروں اور چیزیں بیچنے والوں کو سختی کے ساتھ یہ تنبیہ کرتے کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کریں۔ (13)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام حرمت کے چار مہینوں کے علاوہ بھی کبھی کبھی چھپ کر مکہ جاتے اور وہاں سے کھانے کا سامان جمع کر کے شعب ابوطالب میں لے کر آتے۔ (14)

حضرت ابوطالب (ع) کو رسول خدا (ص) کی فکر بروقت دامن گیر رہتی کیونکہ انہیں اپنے بھتیجے کی جان کا خطرہ تھا، چنانچہ وہ شعب ابوطالب کے بلند مقامات پر پہرہ دار مقرر کرنے کے

109

علاوہ پیغمبر (ص) کو اپنے بستر پر سلاتے اور جب سب سو جاتے تو وہ اپنے فرزند علی (ع) کو رسول خدا کے بستر پر سونے کے لئے کہتے اور رسول خدا (ص) سے کہتے کہ آپ (ص) دوسرے بستر پر سو جائیں۔ (15)

محاصرے کا خاتمہ

تین سال تک سخت رنج و تکلیف برداشت کرنے کے بعد بالآخر امداد غیبی مسلمانوں کے شامل حال ہوئی اور جبرئیل امین (ع) نے پیغمبر اکرم (ص) کو یہ خوشخبری دی کہ خداوند متعال نے دیمک کو اس عہد نامے پر مسلط کر دیا ہے جس نے پوری تحریر کو چاٹ لیا ہے اور صرف اس پر "باسمک اللہم" لکھا ہوا باقی ہے۔

رسول خدا (ص) نے اس واقعے کی اطلاع اپنے چچا کو دی یہ سن کر حضرت ابوطالب (ع) قریش کے مجمع عام میں تشریف لے گئے اور ان سے واقعہ کو بیان کر کے فرمایا کہ جو صحیفہ تم لوگوں نے لکھا تھا اسے پیش کیا جائے ، اسی ضمن میں مزید فرمایا کہ:

"اگر بات وہی ہے جو میرے بھتیجے نے مجھ سے کہی ہے تو تم اپنے جور و ستم سے باز آ جاؤ اور اگر اس کا کہنا غلط اور بے بنیاد ثابت ہوا تو میں خود اسے تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

قریش کو حضرت ابوطالب (ع) کی تجویز پسند آئی چنانچہ جب انہوں نے اس صحیفے کی مہر کو توڑا تو بات وہی صحیح ثابت ہوئی جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمائی تھی۔

قریش میں جب ان لوگوں نے ، جو صاحب فہم و فراست اور عدل وانصاف تھے ، یہ معجزہ دیکھا تو انہوں نے قریش کی اس پست و کمینہ حرکت کی سخت مذمت کی جو انہوں نے پیغمبر اکرم (ص) اور آپ (ص) کے اصحاب کے ساتھ اختیار کر رکھی تھی اور انہوں نے یہ مطالبہ کیا کہ عہد

110

نامہ "صحیفہ" کو باطل قرار دے کر محاصرہ ختم کیا جائے۔ (15)

چنانچہ اس طرح رسول خدا (ص) اور آپ (ص) کے اصحاب تین سال تک استقامت و پائیداری کے ساتھ سخت مصائب برداشت کرنے کے بعد تین سال (17) ماہ رجب (18) کے وسط میں، سروخرو اور کامیاب ہو کر واپس مکہ آ گئے۔

رسول اکرم (ص) کے پاس عیسائیوں کے ایک وفد کی آمد

مسلمانوں کی ہجرت "حبشہ" کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ جب "حبشہ" یا "نجران" کے عیسائیوں کو رسول اکرم (ص) کی بعثت کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنا وفد مکہ روانہ کریں تاکہ وہ رسول خدا (ص) سے براہ راست گفتگو کر سکیں چنانچہ یہ پہلا وفد تھا جو مکہ کے باہر سے آیا اور رسول خدا (ص) کی خدمت میں حاضر ہوا۔

نصاری کا یہ نمائندہ وفد بیس افراد پر مشتمل تھا جو رسول خدا (ص) سے "مسجد الحرام" میں ملاقات سے مشرف ہوا اور اسی جگہ باہمی گفتگو کا آغاز ہوا جب مذاکرات کا سلسلہ ختم ہوا تو رسول خدا (ص) نے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کر کے انہیں سنائیں اور انہیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

عیسائیوں نے جب قرآنی آیات سنیں تو ان کی آنکھیں اشکوں سے لبریز ہو گئیں اور دین اسلام قبول کرنے کا انہوں نے شرف حاصل کر لیا جس کی وجہ یہ تھی کہ رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علی و آلہ و سلم کے جو اوصاف ان کی کتابوں میں

بیان کئے گئے تھے وہ آپ(ص) کی ذات مبارک میں انہوں نے پائے۔
یہ نمائندہ وفد جب رسول خدا (ص) کی ملاقات سے مشرف ہو کر واپس جانے لگا تو ابو جہل

111

اور قریش کے گروہ نے ان کا راستہ روک لیا اور کہا کہ تم کیسے نادان ہو ، تمہاری قوم نے تمہیں اس مقصد کے لئے بھیجا تھا کہ وہاں جا کر اصل واقعے کی تحقیق کرو اور اس کا جائزہ لو لیکن تم فوراً نے بے خوف و خطر اپنے دین و آئین کو ترک کر دیا اور محمد (ص) کی دعوت پر کاربند ہو گئے۔
نصاری کے نمائندوں نے کہا : "ہم تمہارے ساتھ بحث و مباحثہ کرنے کی غرض سے تو نہیں آئے۔ تم اپنا دین اپنے پاس رکھو اور ہمیں ہمارے آئین و مسلک پر رہنے دو۔ (19)

حضرت ابوطالب(ع) اور حضرت خدیجہ (س) کی رحلت
جناب رسول خدا (ص) اور اصحاب رسول (ص) کو شعب ابوطالب سے نجات ملی تو اس بات کی امید تھی کہ مصائب و آلام کے بعد ان کے حالات سازگار ہو جائیں گے اور خوشی کے دن آئیں گے مگر ابھی دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ دو ایسے تلخ اور جانکاحہ صدمات سے دوچار ہوئے جن کے باعث رسول خدا(ص) اور اصحاب رسول (ص) پر گویا غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، رنج و اندوہ کا سبب حضرت ابوطالب (ع) کی رحلت اور اس کے تین دن یا ایک ماہ بعد آپ (ص) کی جان نثار شریک حیات (حضرت خدیجہ (ع)) کی بھی اس جہان فانی سے رحلت تھی۔ (20)
حضرت ابوطالب (ع) اور حضرت خدیجہ (ع) کو "حجون" نامی قریش کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔
حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ (ع) کی رحلت نے رسول خدا (ص) کو بہت مغموم و محزون کیا چنانچہ آپ (ص) نے اس غم و الم کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا کہ ان چند دنوں میں اس امت پر دو ایسی مصیبتیں نازل ہوئی ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کس نے مجھے زیادہ متاثر

112

کیا ہے۔ (21)

رسول خدا (ص) پر اپنے واجب الاحترام چچا اور وفا شعار شریک حیات کی رحلت کا اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ (ص) بہت ہی کم ، گھر سے باہر تشریف لاتے چونکہ یہ دونوں عظیم حادثات بعثت کے دسویں سال میں واقع ہوئے تھے اسی لئے ان کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سال کو "عام الحزن" یعنی غم و اندوہ کا سال کہا جانے لگا۔ (22)

حضرت ابوطالب (ع) کی مظلومیت
حضرت ابوطالب (ع) کو چونکہ اپنے بھتیجے کے اوصاف حمیدہ کا علم تھا اور اس امر سے بھی واقف تھے کہ آپ (ص) کو رسالت تفویض کی گئی ہے اسی لئے وہ آپ(ص) کی تنہائی کے وقت نہایت خاموشی سے آپ (ص) پر ایمان لے آئے تھے وہ رسول خدا (ص) کی بیالیس سال سے زیادہ عرصہ تک حفاظت و نگرانی کرتے رہے (یعنی اس وقت سے جب کہ رسول خدا(ص) کا سن مبارک آٹھ سال تھا اس وقت تک جبکہ آپ(ص) کا سن شریف پچاس سال کو پہنچ گیا) وہ چونکہ حفاظت و حمایت کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے اسی لئے وہ آپ (ص) کے پروانہ وار شیدائی تھے ، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے رسول خدا (ص) کے آسمانی دین کی ترویج کی خاطر کبھی بھی جان و مال قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا ، یہاں تک کہ انہوں نے اسی (80) سال سے زیادہ کی عمر میں اس وقت انتقال کیا جبکہ آپ (ع) کا دل خدا اور رسول (ص) پر ایمان سے منور تھا۔

حضرت ابوطالب (ع) کی رحلت کے بعد دشمنوں کے آستینوں میں پوشیدہ ہاتھ بھی باہر نکل آئے اور وہ اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ صدر اسلام کے اس مرد مجاہد کی موت بحالت کفر واقع ہوئی ہے تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر کر سکیں کہ یہ ان کا قومی جذبہ تھا جس

113

نے انہیں اس ایثار و قربانی پر مجبور کیا۔

حضرت ابوطالب (ع) کے ایمان کے متعلق شك و شبہ پیدا کرنے مینجو محرك کار فرماتھا اس کا مذہبی عقیدے سے زیادہ سیاسی پہلو تھا، بنی امیہ کی سیاسی حکمت عملی کی بنیاد چونکہ خاندان رسالت (ص) کے ساتھ دشمنی اور کینہ توزی پر قائم تھی اسی لئے انہوں نے بعض جعلی روایات پیغمبر اکرم (ص) سے منسوب کر کے حضرت ابوطالب (ع) کو کافر مشہور کرنے میں کونی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا وہ اس بات کو کہ وہ ایمان نہیں لائے تھے، فروغ دیکر لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ ان کے فرزند عزیز حضرت علی (ع) کو عظمت و فضیلت کے اعتبار سے دوسروں پر کوئی فوقیت و برتری حاصل نہیں ہے اور اس طرح آپ (ع) کی شخصیت داغدار ہوسکے اگر حضرت ابوطالب (ع) حضرت علی (ع) کے والد بزرگوار نہ ہوتے تو وہ برگز اس بات کا اتنا زیادہ چرچا نہ کرتے اور نہ ہی اس قدر نمایاں طور پر اتنا جوش و خروش دکھاتے۔

کوئی بھی ایسا انصاف پسند شخص جسے تاریخ اسلام سے معمولی واقفیت ہوگی اور پیغمبر اکرم (ص) کے اس عظیم حامی اور مددگار کی جدو جہد سے لبریز زندگی کے بارے میں علم رکھتا ہوگا وہ اپنے دل میں حضرت ابوطالب (ع) کے بارے میں ذرا بھی شك و شبہ نہ لائے گا جس کی دو وجوہات ہیں:

اول: ممکن ہے کوئی شخص قومی تعصب کی بنا پر، کسی دوسری شخص یا قبیلے کی حمایت و حفاظت کی خاطر کچھ عرصے تک مرنے مارنے پر آمادہ ہوجائے لیکن یہ اس امر کا باعث نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص چالیس سال تک نہ صرف حمایت و پشت پناہی کرے بلکہ اس شخص کا پروانہ وار شیفہ بھی ہونیز اپنے جان سے بھی پیارے بیٹے کو اس پر قربان کردے۔

دوم: یہ کہ حضرت ابوطالب (ع) کے اقوال و اشعار، پیغمبر (ص) اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی

114

احادیث اور روایات اس وہم و گمان کی تردید کرتے ہیں اور اس بات پر متفق ہیں کہ رسول خدا (ص) کی حمایت کا اصل محرك ان کا وہ راسخ عقیدہ اور محکم ایمان تھا جو انہیں رسول (ص) کی ذات بابرکت پر تھا۔ چنانچہ امام زین العابدین علیہ السلام کی محفل میں حضرت ابوطالب (ع) کا ذکر آگیا تو آپ (ع) نے فرمایا: "مجھے حیرت ہے کہ لوگوں کو حضرت ابوطالب (ع) کے ایمان پر کیوں شك و تردد ہے کیونکہ کوئی ایسی عورت جس نے دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کر لیا وہ اپنے کافر شوہر کے عقد میں کیسے رہ سکتی ہے، حضرت فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا ان اولین خواتین میں سے تھیں جو دین اسلام کی سعادت سے مشرف ہوئیں چنانچہ جب تک حضرت ابوطالب (ع) زندہ رہے وہ ان سے جدا نہ ہوئے۔"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے حضرت ابوطالب (ع) کے ایمان سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ (ع) نے فرمایا: "اگر حضرت ابوطالب (ع) کے ایمان کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں دیگر لوگوں کے ایمان کو رکھ کر تولاجائے تو یقیناً حضرت ابوطالب (ع) کے ایمان کا پلڑا بھاری رہے گا۔ کیا آپ لوگوں کو اس بات کا علم نہیں کہ امیر المومنین حضرت علی (ع) نے بعض لوگوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ حضرت ابوطالب (ع) کی جانب سے فریضہ حج ادا کریں۔" (23)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے رسول خدا (ص) کی حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: "حضرت ابوطالب (ع) کا ایمان اصحاب کہف کے ایمان کی طرح تھا کہ وہ لوگ دل سے

115

تو ایمان لے آئے تھے مگر زبان سے اس کا اظہار نہیں کرتے تھے ان کے اس عمل کا خداوند تعالیٰ انہیں دو گنا اجر دے گا۔"

دین اسلام کی ترویج و تبلیغ کے لئے حضرت ابوطالب (ع) کی خدمات کے بارے میں ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ: "کسی شخص نے حضرت ابوطالب (ع) کے ایمان سے متعلق کتاب لکھی اور مجھ سے کہا کہ اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کروں اور اس پر اپنے ہاتھ سے کچھ لکھوں، میں نے کچھ اشعار اس کتاب کی پشت پر لکھ دیئے جن کا مضمون یہ تھا:

وَلَوْلَا أَبُو طَالِبٍ وَابْنُهُ

لَمَّا مُتِّلَ الدِّينُ شَخْصًا فَقَامَا
فَذَاكَ بِمَكَّةَ أَوَى وَحَامِي
وَبَدَأَ بِيَثْرَبَ جَسَّ الحَمَامَا

اگر ابوطالب (ع) اور ان کے فرزند حضرت علی (ع) نہ ہوتے تو دین اسلام ہرگز قائم نہیں ہو سکتا تھا باپ نے مکے میں پیغمبر (ص) کی حمایت کی اور بیٹا یثرب میں دین کی حمایت میں موت کی سرحد تک آگے بڑھ گیا۔

116

سوالات

- 1_ رسول خدا (ص) کی ملاقات سے مشرف ہونے کیلئے قریش لوگوں کو کس طرح منع کیا کرتے تھے اس کی کوئی مثال پیش کریں؟
- 2_ مشرکین نہیں چاہتے تھے کہ لوگ تلاوت قرآن سنیں ، اس مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے کیا طریقہ استعمال کیا؟
- 3_ رسول خدا (ص) نے اصحاب کو ترک وطن کر کے حبشہ جانے کی اجازت کس وجہ سے دی ؟
- 4_ کیا وجہ تھی کہ مسلمانوں نے اپنی پناہ کیلئے ملک حبشہ کا ہی انتخاب کیا؟
- 5_ وطن ترک کرنے والوں کا پہلا گروہ کس تاریخ کو حبشہ کی جانب روانہ ہوا اس گروہ میں کتنے لوگ شامل تھے اور ان کی سرپرستی کون سے صحابی کر رہے تھے؟
- 6_ ہجرت حبشہ کے کیا فوائد اور برکات تھے؟
- 7_ قریش کی طرف سے مسلمانوں کے اقتصادی محاصرہ کے کیا محرکات تھے؟ اور یہ محاصرہ کتنے عرصے تک جاری رہا؟
- 8_ پیغمبر اکرم (ص) نے شعب ابوطالب سے کب اور کس طرح رہائی حاصل کی ، اس کی تاریخ بتائیے؟
- 9_ مکہ کے باہر سے جو پہلا وفد رسول خدا (ص) کے پاس مذاکرہ کے لئے آیا تھا اس کا تعلق کس ملک سے تھا؟ اور اس مذاکرے کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟
- 10_ بعثت کے دسویں سال کو کیوں (عام الحزن) کہاجاتا ہے؟
- 11_ حضرت ابوطالب (ع) کے ایمان سے متعلق دشمنوں نے جو شک و شبہات پیدا کئے اس کے کیا محرکات تھے؟

117

حوالہ جات

- 1_ السيرة النبوية ج 2 ' ص 25_28
- 2_ السيرة النبوية ' ج 1 ' ص 321
- 3_ سورة فرقان آیه 5 و 6
- 4_ سورة فصلت آیه 26
- 5_ آیتی مرحوم نے اپنی تاریخ میں پانچ ایسے افراد کا نام ذکر کیا ہے جنہوں نے قریش کے کمر توڑ دبانو کی وجہ سے دین اسلام کو ترک کر دیا اور دوبارہ بت پرستی شروع کر دی۔ ملاحظہ ہو تاریخ پیامبر (ص) ص 128_129
- 6_ السيرة النبوية ' ج 1 ' ص 344
- 7_ السيرة النبوية ج 1 ' ص 344_362
- 8_ البتہ اس معاہدے کے مندرجات کی روسے اسے اقتصادی نا کہ بندی کی بجائے صرف " بانیکاٹ " کہنا زیادہ مناسب رہے گا۔ مترجم
- 9_ السيرة النبوية ابن بشام ج 1 ص 375 ' والکامل فی التاريخ ج 2 ' ص 87
- 10_ ملاحظہ ہو الصحيح من سيرة النبي (ص) ج 2 ص 107
- 11_ السيرة النبوية ج 1 ص 377 والسيرة الحلبیة ج 1 ص 337
- 12_ الطبقات الکبری ج 1 ص 209 ' والسيرة الحلبیة ج 1 ص 337
- 13_ الصحيح من سيرة النبي (ص) ج 2 ص 108 والسيرة الحلبیة ج 1 ' ص 337

- 14_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 13 ص 254_
 15_ الصحيح من سيرة النبي (ص) ج 2 ص 109_
 16_ السيرة النبوية ج 2 ص 16 وتاريخ يعقوبی ج 2 ص 31_32_
 17_ الطبقات الكبرى ج 1 ص 210_
 18_ مصباح المتبجد اعمال نیمہ رجب ص 741_
 19_ السيرة النبوية ج 2 ص 32 والسيرة الحلبیہ ج 1 ص 345_

118

- 20_ الصحيح من سيرة النبي (ص) ج 2 ص 128_
 21_ تاريخ يعقوبی ج 2 ص 35_
 22_ السيرة الحلبیہ ج 1 ص 347_
 23_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 14 ص 68_70 والغدير ج 7 ص 380_
 24_ شرح نہج البلاغہ ج 14 ص 83_

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

119

سبق 7:

معراج اور یثرب کے لوگوں کی دین اسلام سے آشنائی

121

معراج

تاریخ اسلام کے بعثت سے عہد ہجرت تک کے دور میں جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک واقعہ معراج ہے، یہ کب پیش آیا اس کی صحیح و دقیق تاریخ کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے لکھا ہے کہ یہ بعثت کے چھ ماہ بعد اور بعض کی رائے میں بعثت کے دوسرے 'تیسرے' پانچویں 'دسویں' یا گیارہویں سال میں رونما ہوا (1) جب ہم رسول اکرم (ص) کی معراج کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو ہمارے سامنے دو عنوان آتے ہیں، ان میں سے ایک اسراء ہے اور دوسرا معراج۔
 واقعہ اسراء یا رات کے وقت آنحضرت (ص) کے مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک کے سفر کے بارے میں قرآن مجید کا صریح ارشاد ہے :
 (سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا)۔
 "پاک ہے وہ ذات جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے ماحول کو اس نے برکت دی تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔"
 جملہ "سُبْحَانَ الَّذِي" اس حقیقت کو بیان کر رہا ہے کہ یہ سفر خداوند تعالیٰ کی قدرت کے سائے میں انجام پذیر ہوا۔

122

جملہ "أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا" سے یہ مطلب واضح ہے کہ:

- 1_ سیر کرانے والی ذات خداوند کی تھی۔
 2_ یہ سفر رات کے وقت ہوا، یہ مفہوم لفظ "لَيْلًا" کے علاوہ لفظ "أَسْرَى" سے بھی سمجھ میں آتا ہے کیونکہ عربی زبان

میں یہ لفظ رات کے وقت کے حرکت (سفر) کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔
 3۔ یہ "سفر" جسمانی تھا اور اگر فقط روحانی ہوتا تو اس کے لئے لفظ "بعثہ" کے ذکر کی ضرورت پیش نہ آتی۔
 مذکورہ آیت کی رو سے اس "سفر" کا آغاز "مسجد الحرام" سے ہوتا ہے اور اختتام "مسجد الاقصیٰ" پر اور آخر میں اس "سفر" کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ اس سے خداوند تعالیٰ کی نشانیاں دکھانا مقصود تھا۔
 "معراج" اور ملکوت اعلیٰ کی سیر بہت سے کا واقعہ بھی محدثین اور مؤرخین کی نظر میں اسی رات میں ہی وقوع پذیرا ہو (3)

ہر چند مذکورہ بالا آیات سے مکمل طور پر یہ مفہوم واضح نہیں ہوتا لیکن سورہ "النجم" کی چند آیات اور اس واقعہ سے متعلق بہت سی روایات کی مدد سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔
 چنانچہ علامہ مجلسی متعلقہ آیات بیان کرنے کے بعد معراج کے بارے میں لکھتے ہیں:
 "رسول خدا (ص) کا بیت المقدس کی جانب عروج کرنا اور وہاں سے ایک ہی رات میں آسمانوں پر پہنچنا اور وہ بھی اپنے بدن مبارک کے ساتھ ایک ایسا موضوع ہے جس کے وقوع پر آیات اور متواتر شیعہ سنی روایات دلالت کرتی ہیں، اس حقیقت سے انکار کرنا یا

123

اس حقیقت کی روحانی معراج کی تاویل پیش کرنا یا اس واقعے کا خواب میں رونما ہونے کا عقیدہ رکھنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ کہنے والے نے پیشوایان دین (ع) کی کتابوں کا دقیق مطالعہ نہیں کیا ہے یا یہ بات اس کے ایمان کی سستی اور اعتقاد کی کمزوری پر مبنی ہے" (4)

حضرت ابوطالب (ع) کی وفات کے بعد قریش کا رد عمل
 حضرت ابوطالب (ع) کی رحلت کے بعد قریش اور زیادہ بے باک اور گستاخ ہو گئے اور وہ رسول خدا (ص) کو پہلے سے کہیں زیادہ آزار و تکلیف پہنچانے لگے دین اسلام کی تبلیغ کے حوالے سے انہوں نے آپ (ص) پر سخت پابندیاں لگادیں اور اس کا دائرہ بہت ہی محدود کر دیا چنانچہ نوبت یہاں تک آپہنچی کہ آپ (ص) حج کے زمانے کے علاوہ اپنے دین کی تبلیغ نہیں کرسکتے تھے۔
 رسول خدا (ص) کا یہ فرمان کہ: جب تک ابوطالب (ع) زندہ رہے قریش مجھے ایسی گزند نہیں پہنچا سکے جو میرے لئے سخت ناگوار ہوتی۔ (5) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوطالب (ع) کی وفات کے بعد قریش کی جانب سے ایذا رسانی کی وارداتوں میں اضافہ ہو گیا تھا مگر ان سختیوں اور پابندیوں کے باوجود رسول خدا (ص) حرام مہینوں میں، فرصت کو غنیمت سمجھتے اور اس فرصت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتے چنانچہ حج کے تین ماہ کے دوران "عکاظ" "مجنہ" اور "ذوالمجاز" کے بازاروں کے علاوہ دیگر جن مقامات پر بھی لوگ جمع ہوتے رسول خدا (ص) ان کے پاس تشریف لے جاتے وہاں سرداران قبائل نیز سربرآوردہ اشخاص سے ملاقات کرتے اور ہر ایک کو آسمانی دین کی دعوت دیتے۔

124

ان ملاقاتوں میں ہر چند رسول خدا (ص) کی مخالفت کی جاتی اور ان کے بعد سرداران قبائل کا رد عمل ظاہر ہوتا لیکن مخالفت اور رد عمل کے باوجود یہ ملاقاتیں نہایت ہی مفید اور ثمر بخش ثابت ہوئیں کیونکہ مکہ میں داخل ہونے والے ہر قبیلے کے ہر فرد تک کسی نہ کسی طرح رسول خدا (ص) کی دعوت دین کا پیغام پہنچ جاتا چنانچہ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد جب وہ لوگ واپس اپنے اپنے گھروں کو جاتے تو وہ اس دعوت و ملاقات کو دوران حج کے تازہ ترین اہم واقعے یا خبر کی صورت میں دوسروں کو بیان کرتے۔

قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ ان مشہور قبائل میں سے تھا جس کے افراد کو رسول خدا (ص) نے اسلام کی دعوت دی۔
 "بیحرة ابن فراس" کا شمار اس کے قبیلے کے سرکردہ اشخاص میں ہوتا تھا اسے رسول اکرم (ص) کی شہرت اور حالات کے بارے میں کم وبیش علم تھا اس نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگا: "خدا کی قسم اگر قریش کے اس نوجوان کو مینحاصل کرلوں تو اس کے ذریعہ سے میں پورے عرب کو نکل جائوں گا" (6)
 چنانچہ یہ سوچ کر وہ رسول خدا (ص) کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر ہم تمہارے ہاتھ پر بیعت کرلیں اور تمہارا خدا ہمیں

تمہارے مخالفین پر کامیاب بھی کر دے تو کیا تمہارے انتقال کے بعد تمہاری قوم کی رہبری و سرداری ہمیں حاصل ہو جائے گی؟ اس پر رسول خدا (ص) نے فرمایا: "یہ خدا کا کام ہے وہ جسے اہل سمجھے گا اسے جانشین مقرر کرے گا"۔ (7)
بحیرہ نے جب رسول اللہ (ص) سے یہ جواب سنا تو کہنے لگا کہ ہم تمہاری خاطر عربوں سے جنگ کریں اور جب کامیاب ہو جائیں تو قوم کی رہبری دوسروں کے ہاتھوں میں چلی جائے ایسی جنگ اور حمایت سے ہم باز آئے۔ (8)

125

رسول اکرم (ص) کی اس گفتگو کے اہم نکات

- 1_ عام مشاہدہ ہے کہ سیاست دان حصول اقتدار سے قبل عوام کے ساتھ بڑے بڑے وعدے کرتے ہیں ، جنہیں بعد میں وہ کبھی پورا نہیں کرتے لیکن پیغمبر اکرم (ص) نے سیاست دانوں کی روش کے برعکس قبیلہ "بنی عامر" کی اس شرط پر کسی قسم کا وعدہ نہیں کیا۔
- 2_ قول پیغمبر (ص) اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ مسئلہ امامت امر الہی پر منحصر ہے اور خداوند تعالیٰ جسے اس کا اہل سمجھے گا اسے پیغمبر (ص) کا جانشین مقرر کرے گا۔

یثرب کے لوگوں کی دین اسلام سے آشنائی
جس وقت بنی ہاشم اور بنی مطلب شعب ابوطالب میں محصور تھے اس وقت یثرب سے اسعد ابن زرارہ اور ذکوان ابن عبدالقیس قبیلہ خزرج کے نمائندے کی حیثیت سے مکہ میں اپنے حلیف عتبہ بن ربیعہ کے پاس آئے اور قبیلہ اوس سے جنگ کے سلسلے میں اس سے مدد چاہی۔
"عتبہ" نے مدد کرنے سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان فاصلہ کے طویل ہونے کے علاوہ ہم یہاں ایسی ایک مصیبت میں گرفتار ہیں کہ جس کی وجہ سے ہم کسی اور کام میں ہاتھ ڈال ہی نہیں سکتے اس نے "نبی اکرم (ص)" اور آپ (ص) کی تبلیغی سرگرمیوں کے واقعات قبیلہ "خزرج" کے نمائندوں کو بتائے اور تاکید سے کہا کہ وہ آنحضرت (ص) سے ہرگز ملاقات نہ کریں کیونکہ وہ ایسا جادوگر ہے جو اپنی باتوں سے لوگوں کو مسحور کر لیتا ہے اس کے ساتھ ہی اس نے "اسعد" کو حکم دیا کہ کعبہ کا طواف کرتے وقت وہ اپنے کانوں میں

126

روٹی ٹھونس لے تاکہ پیغمبر (ص) کی آواز اس کے کانوں تک پہنچے۔
"اسعد" طواف کعبہ کے ارادے سے "مسجد الحرام" میں داخل ہوا وہاں اس نے دیکھا کہ پیغمبر اکرم (ص) "حجر اسماعیل" میں تشریف فرما ہیں ، اس نے خود سے کہا کہ میں بھی کیسا نادان ہوں بھلا ایسی خبر مکہ میں گرم ہو اور میں اس سے بے خبر رہوں میں بھی تو سنوں کہ یہ شخص کیا کہتا ہے تاکہ واپس اپنے وطن جاکر لوگوں کو اس کے بارے میں بتاؤں ، رسول خدا (ص) کی باتیں سننے کی خاطر اس نے روٹی اپنے کانوں سے نکال دی اور حضور (ص) کی خدمت میں حاضر ہوا آنحضرت نے اسے دین اسلام قبول کرنے کے دعوت دی جسے اس نے قبول کیا اور ایمان لے آیا اس کے بعد "ذکوان" نے بھی دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کر لیا۔ (9)
اہل یثرب میں یہ پہلے دو افراد تھے جو ایمان لائے اور دین اسلام سے مشرف ہو کر واپس اپنی قوم میں پہنچے۔
دوسرے مرحلے میں یثرب والوں سے قبیلہ "خزرج" سے تعلق رکھنے والے چھ افراد بعثت کے گیارہویں سال میں دوران حج پیغمبر اکرم (ص) کی ملاقات سے مشرف ہوئے (10)

رسول خدا (ص) نے انہیں دین اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید کی چند آیتوں کی تلاوت فرمائی، وہ رسول خدا (ص) کی ملاقات کا شرف حاصل کر کے اور آپ (ص) کی زبان مبارک سے بیان حق سن کر ایک دوسرے سے کہنے لگے: "خدا کی قسم یہ وہی پیغمبر (ص) ہے جس کے ظہور کی خبر دے کر یہودی ہمیں ڈرایا کرتے تھے اُو پہلے ہم ہی دین اسلام قبول کر لیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس کار خیر میں وہ ہم پر سبقت لے جائیں" یہ کہہ کر ان سب نے دین اسلام اختیار کر لیا جب وہ واپس یثرب گئے تو انہوں نے اپنے عزیز واقارب کو بتایا کہ انہوں نے کیسے رسول

127

خدا (ص) سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور انہیں بھی دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انکی سرگرمیوں کی وجہ سے رسول خدا (ص) اور اسلام کا چرچا اہل یثرب میں ہونے لگا اور کوئی گھر ایسا نہ تھا جہاں رسول خدا (ص) اور دین اسلام کا تذکرہ نہ ہو۔

پہلی بیعت عقبہ

تیسرے مرحلے میں اہل یثرب کے بارہ اشخاص جن میں سے دس کا تعلق قبیلہ "خزرج" سے تھا اور دو کا قبیلہ "اوس" سے تھا، بیعت کے بارہویں سال میں "عقبہ منا (11)" میں رسول خدا (ص) کی ملاقات سے شرف یاب ہوئے ان بارہ اشخاص میں سے جابر ابن عبد اللہ کے علاوہ پانچ افراد وہی تھے جو ایک سال قبل بھی رسول اکرم (ص) کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کر چکے تھے۔

ان اشخاص نے دین اسلام قبول کرنے کے بعد پیغمبر اکرم (ص) کے دست مبارک پر "بیعت نسائی" (12) کے طریقے پر بیعت کی اور عہد کیا کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے، چوری سے باز رہیں گے، زنا کے مرتکب نہ ہوں گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے، ایک دوسرے پر جھوٹے الزام اور بہتان نہ لگائیں گے نیز کار خیر میں رسول اللہ (ص) کا ہر حکم بجالائیں گے۔

رسول خدا (ص) نے معصب ابن عمیر کو ان کے ہمراہ یثرب کے طرف روانہ کیا تاکہ وہاں پہنچ کر وہ دین اسلام کی تبلیغ کریں اور لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں اس کے ساتھ ہی وہ آنحضرت (ص) کو شہر کی حالت کے بارے میں اطلاع دیں نیز یہ بتائیں کہ وہاں کے لوگ دین اسلام کا کس طرح استقبال کر رہے ہیں۔ "معصب" وہ پہلے مسلمان مہاجر تھے جو

128

یثرب پہنچے اور روزانہ باجماعت نماز کا انہوں نے وہاں انتظام کیا۔ (13)

دوسری بیعت عقبہ

یثرب میں رسول خدا (ص) کے نمائندے کی موجودگی نیز خزرجی اور اوسی قبائل کے افراد کی بے دریغ حمایت اس امر کا باعث ہوئی کہ ان قبائل کے بہت سے لوگ دین اسلام کے شیدائی اور مجذوب ہو گئے۔ چنانچہ اسی وجہ سے چوتھے مرحلے اور بیعت کے بارہویں سال میں تقریباً پانچ سو عورتوں اور مردوں نے خود کو حج کے لئے آمادہ کیا ان میں بہتر افراد مسلمان اور دو مسلم خواتین شامل تھیں۔ قبل اس کے کہ اہل یثرب سفر پر روانہ ہوں "معصب" مکہ کی جانب روانہ ہوئے اور اپنے سفر کی پوری کیفیت پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں پیش کی۔

یثرب کے مسلمانوں نے مناسک حج (حج کے مخصوص اعمال) انجام دینے کے بعد بارہ ذی الحجہ بوقت نصف شب عقبہ منا میں رسول خدا (ص) کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا۔

رسول خدا (ص) نے اس مرتبہ ملاقات کے دوران قرآن مجید کی چند آیات حاضرین کے سامنے تلاوت فرمائیں اور انہیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس ضمن میں آنحضرت (ص) نے حاضرین سے فرمایا: "میں تم سے اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو میری بھی حمایت کرو گے"۔ انہوں نے آنحضرت (ص) کی بات سے اتفاق کیا اور یہ عہد کیا کہ وہ آپ (ص) کی حمایت کریں گے آخر میں رسول خدا (ص) کے

129

حکم سے ان میں سے بارہ افراد "نقیب" (14) مقرر کئے گئے تاکہ وہ لوگ اپنی قوم کے حالات کی نگرانی کر سکیں۔ "خزرج" اور "اوس" جیسے طاقتور قبائل کے ساتھ عہد و پیمان استوار کرنے نیز دین اسلام کے لئے جدید مرکز قائم ہوجانے کے باعث اب رسول اکرم (ص) اور مسلمانوں کیلئے نئی سازگار صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔

اس عہد و پیمان کے بعد پیغمبر اکرم (ص) کی جانب سے مسلمانوں کو اجازت دے دی گئی کہ وہ چاہیں تو یثرب کو ہجرت کر سکتے ہیں، اس ضمن میں آپ (ص) نے فرمایا: "خداوند تعالیٰ نے تمہارے لئے ایسے بھائی اور گھر پیدا کر دیئے ہیں جن کی مدد سے تم وہاں امن و امان سے رہو گے۔"

رسول خدا (ص) کی اجازت ملنے کے بعد مسلمان گروہ در گروہ یثرب کا سفر اختیار کرنے لگے اور اب پیغمبر اکرم (ص)

خود بھی حکم خداوندی کے منتظر تھے۔ (15)

اہل یثرب کے اسلام لانے کے اسباب

یثرب کے لوگ دین اسلام قبول کرنے میں کیوں پیش پیش رہے اس کی کچھ وجوہات تھیں جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔
1_ وہ لوگ چونکہ یہودیوں کے نزدیک زندگی بسر کر رہے تھے اس لئے پیغمبر اکرم (ص) کے ظہور پذیر ہونے کی خبریں اور آنحضرت (ص) کی خصوصیات ان کی زبان سے اکثر سنتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ جب کبھی ان کے اور یہودیوں کے درمیان کوئی تصادم ہو جاتا تو یہودی ان سے کہا کرتے تھے کہ :

130

جلد ہی اس علاقے میں پیغمبر (ص) کا ظہور ہوگا ہم اس کی پیروی کریں گے اور تمہیں قوم "عاد" اور "ارم" کی طرح تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے۔ (16)

2_ قبیلہ "اوس" اور "خزرج" کے درمیان سالہا سال سے خانہ جنگی اور قتل و غارت کا سلسلہ چلا آرہا تھا ، اہل یثرب اس داخلی جنگ سے تنگ آچکے تھے دونوں قبائل کے بزرگ اس فکر میں تھے کہ کوئی ایسی راہ نکل آئے جس کے ذریعے اس مصیبت بھری صورتحال سے نجات ملے ، رسول خدا (ص) کی بعثت ان کیلئے درحقیقت امید بخش خوشخبری تھی چنانچہ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے رسول خدا (ص) سے پہلی ملاقات میں عرض کیا :
"ہم اپنے قبائل کے افراد کو جنگ و نزاع میں چھوڑ کر آپ (ص) کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں امید ہے کہ خداوند تعالیٰ آپ (ص) کے ذریعے ان میں صلح کرادے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر زندگی گزاریں۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہمارے نزدیک آپ (ص) سے بڑھ کر کوئی شخص عزیز تر نہ ہوگا۔ (17)

3_ حقیقت کی جستجو کرنے والوں کی رسول خدا (ص) کی خدمت میں بار بار حاضری:

اہل یثرب کی زمانہ حج میں آنحضرت (ص) سے بار بار اور مسلسل ملاقاتیں 'کلام اللہ کی تاثیر' پیغمبر (ص) کی معنوی کشش اور ان ملاقاتوں کے دوران آسمانی دین کے بارے میں آپ (ص) کی سودمند و پر مغز گفتگو اس امر کا باعث ہوئی کہ قبائل "اوس" اور "خزرج" کے افراد جانب حق کشاں کشاں چلے آئے اور دین اسلام کو انہوں نے خوشی خوشی قبول کر لیا۔

پیغمبر اکرم (ص) کو قتل کرنے کی سازش

جب مسلمانوں کی غالب اکثریت "یثرب" منتقل ہوگئی اور وہ شہر دین اسلام کا جدید

131

مرکز بن گیا تو قریش کے سردار جو اس وقت تک اس گمان میں مبتلا تھے کہ رسول خدا (ص) اور اصحاب رسول (ص) ہمیشہ ان کی مٹھی میں رہیں گے اور ایذا و آزار پہنچا کر انہیں کسی بھی وقت فنا کیا جاسکتا ہے یہ کیفیت دیکھ کر سخت مضطرب اور پریشان ہوئے ، رسول خدا (ص) کے ساتھ اہل یثرب کے دفاعی عہد و پیمان نے بھی ان کے لئے خطرہ کی اہمیت اور شدت کو واضح کر دیا تھا چنانچہ اب وہ اس کی سنگینی کے بارے میں سوچنے لگے کیونکہ اب انہیں یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں رسول خدا (ص) ان لوگوں کی مدد سے جو آپ (ص) کے ساتھ عہد و پیمان میں شریک ہیں ان سے انتقام لینے پر کمر بستہ نہ ہو جائیں یا کم از کم "یثرب" کے علاقے پر غالب آنے کے بعد مسلمان ان کی تجارتی اور معاشی زندگی کو تباہ کر ہی سکتے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر قریش کے سردار "دار الندوہ" (18) میں جمع ہوئے۔ طویل بحث و گفتگو اور تبادلہ خیال کے بعد انہوں نے اس رائے سے اتفاق کیا کہ ہر قبیلے سے ایک دلیر جوان منتخب کیا جائے اور وہ سب مل کر راتوں رات رسول اکرم (ص) کے گھر کا محاصرہ کر لیں اور آنحضرت (ص) پر حملہ آور ہو کر آپ (ص) کو قتل کر ڈالیں ایسی صورت میں آپ (ص) کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے گا اور حضرت عبدمناف کا خاندان قریش کی پوری طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور اگر انہوں نے خون بہا کا مطالبہ کیا تو سب مل کر اسے ادا کر دیں گے۔

رسول اکرم (ص) کو وحی کے ذریعے ان کی سازش کے بارے میں علم ہو گیا تھا چنانچہ آنحضرت (ص) کو حکم دیا گیا کہ ہجرت کر کے یثرب تشریف لے جائیں۔ قریش نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ یکم ربیع الاول کی شب بعثت کے چودھویں سال آپ (ص) کے گھر کا محاصرہ

کر لیا، رسول اکرم (ص) نے حضرت علی (ع) سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر آرام کرو اور چادر اپنے سر مبارک پر ڈال لو تاکہ دشمن کو یہ علم نہ ہوسکے کہ آپ (ص) گھر سے تشریف لے جا رہے ہیں اس کے بعد آپ (ص) نے مٹھی بھر خاک دست مبارک میں اٹھائی اور محاصرہ کرنے والوں کے سروں پر پھینک دی اور سورہ یسین کی پہلی نو آیتوں کی تلاوت فرمائی اور گھر سے باہر اس طرح تشریف لے آئے کہ کسی کو آپ (ص) کے وہاں سے جانے کا علم نہ ہوسکا۔

رسول خدا (ص) نے گھر سے باہر تشریف لانے کے بعد شمال کی جانب رخ نہیں فرمایا کیونکہ اس طرف سے "یثرب" کا راستہ گزرتا تھا بلکہ اس کے برعکس آپ (ص) نے جنوب مکہ کی راہ اختیار فرمائی اور ابوبکر کو لے کر "غار ثور" میں تشریف لے گئے۔

جب قریش کو یہ علم ہوا کہ رسول خدا (ص) گھر سے باہر تشریف لے گئے ہیں تو وہ شہر مکہ اور "یثرب" کی طرف جانے والے تمام راستوں کی نگرانی کرنے لگے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے ماہر کھوجیوں کی خدمات بھی حاصل کیں اور یہ اعلان کیا کہ جو شخص بھی آپ (ص) کو گرفتار کر کے لائے گا اسے سو اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے لیکن انہوں نے جس قدر جستجو کی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے چنانچہ تین دن کے بعد تھک ہار کر بیٹھے رہے

رسول اکرم (ص) جتنے عرصے غار "ثور" میں تشریف فرما رہے حضرت علی (ع) پیغمبر خدا (ص) اور حضرت ابوبکر کے لئے کھانا پہنچاتے رہے اس کے ساتھ ہی آپ (ع) مکہ کے حالات و واقعات سے بھی آنحضرت (ص) کو مطلع فرماتے رہے (19)

چوتھی رات میں رسول خدا (ص) حضرت علی علیہ السلام کو کچھ خاص ہدایات دے کر انجان راستہ سے یثرب کی طرف روانہ ہوئے۔ (20)

ہجرت ، انقلاب کی ضرورت

ایمان و جہاد کے ساتھ ساتھ قرآن مجید میں جن اہم اور تعمیری اصول و قواعد کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ایک "ہجرت" بھی ہے (21)۔

ہجرت کے معنی ان قیود و بندشوں سے نجات اور رہائی حاصل کر لینا ہے جو انسان کے وجود یا اس کی زندگی کے اطراف میں موجود ہوتے ہیں ہوا و ہوس اور باطنی آلودگیوں سے دل و دماغ کو پاک کر لینا اور ان سے فراغت پالینا ہی انسان کی ہجرت کا عالی ترین مرحلہ ہے: چنانچہ اس بارے میں رسول خدا (ص) نے فرمایا:

(أَشْرَفَ الْهَجْرَةِ أَنْ تُهَجَرَ السَّيِّئَاتِ (22))

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی جانب سے مقرر کردہ انبیاء، اولیاء اور مصلحین انسانیت نے درجہ کمال پر پہنچنے اور اپنی مقدس آرزوں کو عملی شکل میں دیکھنے کے لئے "ہجرت" کی تحریک کا آغاز ہر گناہ و آلائش سے اجتناب کے ساتھ کیا۔ بعثت کے ابتدائی دنوں میں نازل ہونے والی آیتوں میں قرآن مجید کا ارشاد ہے (23) کہ:

(يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (1) قُمْ فَأَنْذِرْ (2) وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (3) وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (4) وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ) (24)

"اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے، اٹھو اور ڈرانو... اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو"۔

اگلے مرحلے میں "افاقی ہجرت" کی ہدایت دی گئی ہے یعنی اس مردہ معاشرے سے ہجرت جس میں کفر کے باعث جمود طاری ہو گیا ہے یہ ہجرت اس ماحول کی جانب ہے جو زندہ و آزاد ہے اور اس کا مقصد عقائد کا تحفظ نیز انقلاب کے اغراض و مقاصد کو حقیقت کی شکل میں پیش کرنا ہے۔

اس مرحلے پر ہجرت کا مفہوم دشمن یا میدان جنگ سے فرار نہیں بلکہ یہ وہ مقام ہے جہاں سے انقلاب کے نئے مرحلے کا آغاز ہوتا ہے اگر حضرت ابراہیم (ع)، حضرت موسیٰ (ع) اور حضرت عیسیٰ (ع) نے معاشرے کے اس ماحول سے ہجرت کی جہاں کفر و شرک کا دور دورہ تھا تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ یہ انبیاء علیہم السلام اپنی جدو جہد سے دست بردار ہو گئے تھے اور انہیں اپنی جان و مال کی فکر لاحق ہو گئی تھی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انہیں اپنے وطن میں

تبلیغ اور سرگرمی کے مواقع نظر نہ آئے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ یہاں سے ہجرت کر کے مناسب اور آزاد ماحول میں پہنچیں اور مزید طاقت و توانائی اور وسائل کے ساتھ اپنی جدو جہد کو جاری رکھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے جب یہ دیکھا کہ آپ (ص) کی ہر اصلاح پسندانہ سعی و کوشش مکہ کے مایوس کن اور گھٹے ہوئے ماحول میں لاجاصل اور بے نتیجہ ہے نیز دوسری طرف سے ان حالات کا مقابلہ کرنے کی تاب اور طاقت بھی نہیں تو آپ (ص) نے مجبوری کی حالت میں اپنے انقلاب کے تحفظ اور اسے جاری رکھنے کی خاطر ہجرت کو ترجیح دی تاکہ اپنی تحریک کی کتاب کا نیا باب شروع کر سکیں اور دین مبین اسلام کو محدود علاقائی ماحول سے نکال کر اس کی دعوت آزاد اور عالمی فضاء کے ماحول میں پیش کریں۔

عالمی اسلامی تحریک کا یہ نیا عظیم باب اس قدر اہم اور تاریخی ساز تھا کہ اسے تاریخ اسلام کا مبداء و آغاز قرار دیا گیا چنانچہ پیغمبر اکرم (ص) کے دین کو جو اس وقت تک واقعہ "عام الفیل" سے وابستہ تھا اور اب اس سے رہائی اور نجات مل گئی تھی اور وہ تاریخ کے لحاظ سے بھی مستقل ہو گیا تھا۔

135

سوالات

- 1_ آیت مبارکہ (سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا) کس حد تک مسئلہ معراج پر دلالت کرتی ہے اور اس سے کون کون سے نکات اخذ کئے گئے ہیں؟
- 2_ حضرت ابوطالب (ع) کی وفات کے بعد قریش نے رسول خدا (ص) کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا؟
- 3_ قبیلہ بنی عامر کو رسول خدا (ص) کے واقعہ دعوت اسلام کا مختصر حال بیان کیجئے؟
- 4_ وہ پہلے دو شخص کون تھے جو یثرب کے رہنے والے تھے اور ان کی رسول خدا (ص) سے پہلی ملاقات کس طرح ہوئی؟ بیان کیجئے۔
- 5_ بعثت کے بارہویں سال اہل یثرب کے کتنے افراد رسول خدا (ص) کی ملاقات سے شرفیاب ہوئے نیز ان کے اور رسول خدا (ص) کے درمیان کیا معاہدہ ہوا؟
- 6_ دوسرے تمام علاقوں سے قبل یثرب کے لوگوں نے کس وجہ سے دین اسلام قبول کیا؟
- 7_ مشرکین قریش نے رسول خدا (ص) کو قتل کرنے کیلئے کیا سازش تیار کی تھی اور وہ کس طرح اپنے مقصد میں ناکام ہوئے؟ وضاحت کیجئے۔

136

حوالہ جات

- 1_ مزید معلومات کیلئے ملاحظہ ہو الصحيح من سيرة النبي (ص) ج 1 ص 269_ 270
- 2_ بنی اسرائیل آیت 1
- 3_ تاریخ پیغمبر (ص) تالیف آیتی مرحوم ص 159
- 4_ بحار الانوار ج 18 ص 289
- 5_ السيرة النبوية ج 2 ص 58
- 6_ لَوَأْنِي أَخَذْتُ بِدَا الْفَتَى: لَا كُنْتُ بِه الْعَرَبَ يَه اس بات سے کنایہ ہے کہ میں اس وسیلے سے دنیوی مال و متاع حاصل کر لوں گا
- 7_ أَلَا مَرُّ إِلَى اللَّهِ يَضَعُهُ حَيْثُ يَشَاءُ
- 8_ السيرة النبوية ج 2 ص 66
- 9_ الصحيح من سيرة النبي (ص) ج 2 ص 190_ 191
- 10_ ان چھ افراد کے نام یہ ہیں: اسعد بن زرارہ، جابر بن عبد اللہ، عوف بن حارث، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر اور عقبہ بن عامر۔
- 11_ عقبہ کے لفظی معنی تنگ درہ کے ہیں یہ مکہ اور منی کے درمیان واقع ہے۔
- 12_ اس بیعت کو اس وجہ سے "بیعت النساء" کہا جاتا ہے کہ اس میں جنگ و جدال کو دخل نہ تھا اور کوئی عسکری معاہدہ بھی نہیں کیا گیا تھا۔ قرآن نے سورہ "ممتحنہ" کی آیت 12 میں پیغمبر اکرم (ص) کے ساتھ عورتوں کی بیعت کو بھی انہی شرائط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

- 13_ السيرة النبويه ج 2 ص 73_77
 14_ نقيب کے معنی سردار و سرپرست قوم یا قبیلہ ہیں۔
 15_ السيرة النبويه ج 2 ص 111
 16_ السيرة النبويه ج 2 ص 70
 17_ السيرة النبويه ج 2 ص 71

137

- 18_ دار الندوة در حقیقت قریش کی مشاورتی کو نسل تھی یہ جگہ رسول اکرم (ص) کے چوتھے جد حضرت قصی ابن کلاب نے قائم کی تھی۔ اسلامی دور میں معاویہ نے اسے حکیم ابن حزام سے خرید لیا اور اسے "دار الامارة" (ایوان صدرات) قرار دیا اس کے بعد اسے مسجد الحرام میں شامل کر لیا گیا (معجم البلدان ج 2 ص 423)۔
 19_ الاحتجاج تالیف مرحوم طبرسی ج 1 ص 141۔
 20_ السيرة النبويه ج 2 ص 124_136
 21_ مثال کے طور پر سورہ توبہ کی آیت 20 میں اللہ نے فرمایا ہے کہ الَّذِينَ آمَنُوا وَبَاجَرُوا وَجَانَبُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْثَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ۔ اللہ کے یہاں تو انہی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑ دیا اور جان و مال سے جہاد کیا۔
 22_ كنز العمال ج 1 ص 37 حدیث 65۔
 23_ بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ سورہ مدثر وہ سورہ ہے جو سب سے پہلے رسول اکرم (ص) پر نازل ہوئی لیکن دوسرے لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ جب عام دعوت اسلام کے لئے خداوند تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا تو اس کے بعد یہ پہلی سورت تھی جو نازل ہوئی (المیزان) ج 20، ص 79۔
 24_ سورہ مدثر آیات 1_5۔

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

139

سبق 8:

مدینہ ہجرت کرنے کے بعد رسول خدا (ص) کے اقدام

141

قبا میں رسول خدا (ص) کی تشریف آوری

رسول خدا (ص) نو دن تک سفر کرنے کے بعد بتاریخ 12 ربیع الاول بروز پیر "قبا" (1) میں تشریف فرما ہوئے، جہاں لوگوں نے آپ (ص) کا نہایت ہی گرم جوشی سے استقبال کیا کیونکہ انہوں نے کافی عرصے قبل یہ خبر سنی تھی کہ آنحضرت (ص) مکہ سے یثرب تشریف لانے والے ہیں اسی لئے وہ لوگ بے صبری سے آپ (ص) کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے تھے۔
 پیغمبر اکرم (ص) "کلثوم بن ہدم" کے گھر پر قیام فرما ہوئے اور "سعد ابن خثیمہ" کی قیام گاہ کو اس بنا پر کہ وہ مجرد آدمی تھے عام لوگوں سے ملاقات کے لئے پسند کیا۔ (2)
 رسول خدا (ص) مکہ سے ہجرت فرما کر یثرب تشریف لے گئے تو حضرت علی (ع) تین روز تک مکہ میں قیام پذیر رہے اور پیغمبر (ص) نے جو ہدایت فرمائی تھی انہیں انجام دیتے رہے اس کے بعد اپنی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد علیہا السلام، فاطمہ بنت زبیر، حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام اور دیگر اصحاب کے ہمراہ مکہ سے مدینے کی جانب روانہ ہوئے اور آج کے حساب سے گویا تقریباً چار سو کلومیٹر طویل راستہ پیدل طے کیا چنانچہ بروز جمعرات ربیع الاول کے

نصف میں، قبا میں پیغمبر (ص) کی ملاقات سے مشرف ہوئے (3) ، رسول خدا (ص) نے قبا میں قیام کے دوران بنی عمر ابن عوف قبیلے کی عبادت کیلئے ایک مسجد کی بنیاد رکھی (4)، یہ مسجد آج بھی مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے اور یہی وہ پہلی مسجد ہے جسے مسلمانوں نے تعمیر کی۔

142

مدینے میں تشریف آوری

رسول اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام اپنی دختر عزیز حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور دیگر اصحاب کے ہمراہ بروز جمعہ قبا سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے ، آنحضرت (ص) نے پہلی بار نماز جمعہ راستے میں قبیلہ "بنی سالم بن عوف" کے درمیان ادا کی آپ (ص) نے خطبات میں مسئلہ توحید، لوگوں کی ہدایت کے لئے پیغمبروں کی آمد ، قرآن مجید کی اہمیت نیز افراد کی تعمیر میں اس کتاب مقدس کے کردار اور مسئلہ موت اور معاد کو بیان فرمایا آپ (ص) نے لوگوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ تقویٰ اور پاکیزگی پر کاربند رہیں ، جو زبان سے کہیں اس پر عمل کریں اور راہ حق کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ محبت اور خندہ روئی کے ساتھ پیش آئیں۔ (5)

نماز ادا کرنے کے بعد آنحضرت (ص) ناقے پر سوار ہوئے اگرچہ راستے میں کتنے ہی قبیلے ایسے آئے جنہوں نے بہت اصرار کیا کہ آپ (ص) ان کے درمیان قیام فرما ہوں مگر آنحضرت (ص) نے مدینے کی جانب اپنا سفر جاری رکھا۔ اس روز یثرب کی رونق ہی کچھ اور تھی انصار نوجوانوں نے فضا کو بتوں کی کثافت آلود ماحول سے پاک و صاف کرنے کیلئے جان و دل کی بازی لگادی راہ میں ہر طرف نعرہ تکبر کی گونج تھی مرد عورتیں اور بچے آپ (ص) کا دیدار کرنے کیلئے مشتاق و بے قرار تھے ہر شخص کی کوشش تھی کہ آنحضرت (ص) کا دیدار کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جائے ، خوشیوں کے ترانے ان کی زبان پر جاری تھے اور سب مل کر پڑھ رہے تھے:

طَلَعَ الْبُذْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَاذَعَالَهُ دَاعٍ:
إِهْهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا
جَنَّتْ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ(6)

143

(ماہ کامل ثنیا، الوداع (7) سے ہم پر طلوع ہوا ہے ، ہم پر شکر خدا اس وقت تک واجب ہے جب تک خدا کو پکارنے والا پکارتا رہے گا آپ (ص) وہ شخص ہیں جو ہمارے لئے ایسا فرمان لے کے آئے ہیں جس کی اطاعت کرنا ہمارے اوپر واجب ہے)۔

بالآخر ناقہ رسول (ص) اس زمین پر رکی جو دو یتیموں کی ملکیت تھی، رسول خدا (ص) نے اس سے اتر کر زمین پر قدم رنجه فرمایا اس کے بعد آپ (ص) "ابوایوب انصاری" کے گھر تشریف لے گئے اور وہیں قیام فرمایا۔ (8)

جب رسول خدا (ص) ہجرت فرما کر یثرب تشریف لے آئے تو اس شہر کا نام بدل کر مدینۃ الرسول (ص) رکھ دیا گیا۔

الف: مسجد کی تعمیر

مورخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت (ص) جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو آپ (ص) نے سب سے پہلے جو اقدام یہاں فرمایا وہ مسجد کی تعمیر تھی اسی ضمن میں انہوں نے اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ یہ مسجد اس جگہ تعمیر کی گئی جہاں آپ (ص) کی ناقہ زمین پر بیٹھی تھی اور اس کی زمین مبلغ دس دینار کے عوض دو یتیم بچوں سے خریدی گئی۔ (9)

تمام مسلمانوں نے پورے ذوق و شوق اور خاص اہتمام سے اس مسجد کے بنانے کی کوشش کی ، اس کے ساتھ ہی پیغمبر اکرم (ص) کی جدوجہد نے اس جوش و خروش میں کئی گنا اضافہ کر دیا یہ ذوق و شوق حضرت عمار جیسے بعض لوگوں

مسلمانوں کی انتھک کوشش اور لگن سے یہ مسجد بن کر تیار ہو گئی، اس کی دیواریں مٹی اور پتھروں سے بنائی گئی تھیں ستونوں کے لئے کھجور کے تنے استعمال کئے گئے تھے چھت بھی کھجور کے تختوں اور اس کی شاخوں سے پائی گئی تھی (11)، مسجد کے ایک کونے میں کمرہ نما ایک جگہ مخصوص کی گئی تھی تاکہ وہ نادار اصحاب رسول (ص) جن کے پاس سر چھپانے کیلئے کوئی جگہ نہ تھی یہاں قیام پذیر ہوں (12) یہی وہ لوگ تھے جنہیں بعد میں "اصحاب صفہ" کہا گیا (13) اس مسجد کے بن جانے کے بعد مسلمانوں کو مرکزیت حاصل ہو گئی چنانچہ عام مسلمان جن میں صاحب خانہ اور بے گھر سب ہی شامل تھے بلا روک ٹوک یہاں جمع ہوتے اور عبادت و نماز باجماعت ادا کرنے کے علاوہ مسلمانوں کے اہم مسائل سے متعلق تبادلہ خیالات میں حصہ لیتے اس کے ساتھ ہی رسول خدا (ص) سے یا ان اصحاب میں سے جنہیں آنحضرت (ص) مقرر فرماتے احکام دین اور دیگر مسائل کی تعلیم حاصل کرتے۔ جب مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی تو اس کے اطراف میں رسول خدا (ص) اور اصحاب کیلئے اس طرح مکانات بنائے گئے کہ ہر گھر کا ایک دروازہ مسجد کی جانب کھلتا تھا۔

کچھ عرصے کے بعد خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ رسول خدا (ص) اور حضرت علی (ع) کے گھروں کے علاوہ جن لوگوں کے گھروں کے دروازے مسجد کی جانب کھلتے ہیں بند کر دیئے جائیں، رسول خدا (ص) نے جب یہ حکم خداوندی لوگوں تک پہنچایا تو بعض اصحاب کو یہ بات بہت گراں گزری اور انہیں یہ گمان ہونے لگا کہ یہ فرق و امتیاز خود رسول خدا (ص) کا اپنا پیدا کردہ ہے اور یہ کام جذباتی پہلو رکھتا ہے لیکن رسول خدا (ص) نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: "یہ فرمان میں نے اپنی طرف سے نہیں دیا ہے بلکہ یہ حکم خداوندی ہے" (14) رسول خدا (ص) نے یہ قطعی موقف اس وقت اختیار کیا جبکہ مسلمان بالخصوص مہاجرین خاص

حساسیت اور نازک صورت حال سے دوچار تھے اور انہیں پیغمبر (ص) سے یہ توقع تھی کہ ان کی دلجوئی کریں گے اور ان پر مزید لطف و عنایت فرمائیں گے ان کیلئے یہ بھی بہت بڑی سعادت تھی کہ ان کے گھروں کے دروازے مسجد کی جانب کھلتے ہیں اس میں شک نہیں کہ رسول خدا (ص) کو صحابہ کرام سے تعلق خاطر تھا مگر یہ واقعہ اس حقیقت کا آئینہ دار تھا کہ رسول خدا (ص) کا تعلق خاطر اور جذبہ لطف و عنایت، حکم الہی کو ان تک پہنچانے میں ممانعت نہیں ہوا تھا اور کوئی چیز آنحضرت (ص) کو فرمان حق صادر کرنے سے نہیں روک سکتی تھی۔

ب: رشتہ اخوت و برادری

اس میں شک نہیں کہ پیغمبر خدا (ص) نے مکہ میں مسلمانوں کے درمیان رشتہ اخوت و برادری برقرار فرمایا تھا (15) لیکن ہجرت کر کے ان مسلمانوں کا مکہ سے مدینہ چلے آنا اور نئے اقتصادی و اجتماعی مسائل و حالات کا پیدا ہونا یہ سب اس امر کا باعث ہوئے کہ مہاجر و انصار مسلمانوں کے درمیان نئے سرے سے رشتہ اخوت و برادری برقرار ہو چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ (ص) نے مسلمانوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا:

(تَأَخَّوْا فِي اللَّهِ أَخَوِينَ أَخَوِينَ)

"راہ خدا میں تم دو مل کر بھائی بن جاؤ" (16)

رسول خدا (ص) نے اپنے اس دانشمندانہ اقدام سے ان مہاجرین کے مسائل زندگی کو حل کر دیا جو اپنے مقدس اہداف اور ایمان کی حفاظت کے لئے اپنی ہر چیز مکہ میں چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تھے اگرچہ مہاجرین اور انصار دو مختلف ماحول کے پروردہ تھے اور ان کے طرز فکر و معاشرت میں بھی نمایاں فرق تھا لیکن آپ (ص) نے انہیں اپنی دانشمندی سے نہ صرف یک جان و دو قالب کر دیا بلکہ دونوں کے حقوق اور مراعات کو بھی مقرر اور مرتب فرمایا۔

رسول خدا (ص) نے مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ اخوت اور برادری برقرار کرنے کے بعد حضرت علی (ع) کے

دست مبارك كو اپنے دست مبارك ميں لے كر فرمايا : "بَدَا آخِي" _ "يہ ميں ا بھائي ہيے" _ (17)

ج : يہودیوں كے ساتھ عہدو پيمان
رسول اكرم (ص) كے ہجرت كرنے سے قبل مقامی مشركين كے علاوہ يہودیوں كے " بنی قينقاع " ، " بنی نصير " اور " بنی قريظہ " نامی تين قبيلے مدينے ميں آباد تھے اور انہي كے ہاتھوں ميں اس شہر كی صنعت و تجارت تھی۔
اگر چہ رسول خدا (ص) نے مہاجرین اور انصار كے درميان رشتہ اخوت و برادری برقرار كر كے اپنی طاقت كو متحد كرنے كیلئے بہت ہی اہم اقدام كيا مگر آپ (ص) كے سامنے ايك اور دشوار داخلی مرحلہ تھا اور وہ تھا ان يہودیوں كا وجود جو اس سرزمين پر آباد تھے۔
حالات كے پيش نظر آنحضرت (ص) نے يہودیوں كے ساتھ ايك معاہدے پر دستخط كئے جس كی بعض شقيں ذيل ميں درج ہيں :

- 1_ جن لوگوں نے اس معاہدے پر دستخط كئے ہيں وہ ايك قوم بن كر يہاں زندگی بسر كرين گے۔
- 2_ اس معاہدے ميں جو فريقين شامل ہيں ان ميں سے ہر فريق كو اپنی دينی رسومات انجام دينے كی آزادی ہوگی۔
- 3_ مدينے كی حدود مينہر قسم كی خونريزی حرام ہوگی اور اگر باہر سے کسی دشمن نے حملہ كيا تو سب مل كر شہر كا دفاع كريں گے ، معاہدے ميں جو فريقين شامل ہيں اگر ان ميں

147

سے کسی ايك فريق پر کسی بيرونی طاقت نے حملہ كيا تو فريق ثانی اس كی مدد كرے گا بشرطيكہ وہ خود تجاوز كا ر نہ ہو۔

4_ اختلافی مسائل ميں اختلاف كو دور كرنے كیلئے خدا اور حضرت محمد (ص) سے رجوع كيا جائے گا۔ (18)
اس معاہدے كی برقراری كے بعد پيغمبر اكرم (ص) كی حكومت معمولی حكومت نہيں رہ گئی بلکہ اس نے مستقل حيثيت اختيار كر لی اور رسول اكرم (ص) كو سرکاری سطح پر حاكم مدينہ تسليم كر ليا گیا اور حلقہ اسلام كے اندر سياسی وحدت تشكيل پائي نیز بيرونی دشمنوں كے مقابل اسلام كی دفاعی بنياد كو تقويت حاصل ہوئی نیز رہبر اسلام كیلئے دين كی تبليغ كے لئے وسيع ترين ميدان ہموار ہو گیا اور بالآخر اس طرح معاشرتی حدود نیز انفرادی گروہی اور مذہبی اقليتوں كے حقوق اور ان كے باہمی روابط و تعلقات نیز دشمن كے ساتھ ان كے تعلقات كی كيفيت كی تعين ہوئی۔

عہد شكني

مسلمانوں اور يہودیوں كے درميان باہمی مسالمت آميز عہد مدينے كے يہودیوں كیلئے بہت زيادہ سازگار ثابت ہوسكتا تھا وہ اس عہد و پيمان كی بدولت اسلامی حكومت كے زير سايہ آزادی كے ساتھ زندگی بسر كرسكتے تھے ليكن انہوں نے اس نعمت كی قدر نہ كی چنانچہ كچھ عرصہ گزرنے كے بعد جب انہوں نے جديد حكومت سے اپنی سياسی و اجتماعي زندگی اور برتری كو خطرہ ميں محسوس كيا تو انہوں نے اس عہد كو جو رسول خدا (ص) كے ساتھ كيا تھا نظر انداز كرنا شروع كر ديا اور آنحضرت (ص) كے خلاف سازشیں كرنے لگے وہ مسلمانوں كے

148

دينی عقائد (19) ميں شكوك و شبہات پيد اكر كے اور دور جاہليت كے كينہ و اختلاف كو ياد دلاكر (20) ان كے عقائد ميں ضعف و سستی اور ان كی صفوں ميں انتشار پيدا كرنے كی كوشش كرنے لگے۔
منافقين (بالخصوص ان كا سرغنہ عبداللہ ابن ابی) جو خفيہ طور پر يہودیوں كے ساتھ مل گئے تھے اس سازش ميں ان كے ساتھ شريك ہو گئے چنانچہ وہ لوگ مسلمانوں كے عقائد كا مذاق اڑاتے اور نوبت يہاں تك پہنچی كہ ايك مرتبہ رسول خدا (ص) نے مجبور ہو كر حكم ديا كہ انہيں مسجد سے باہر نكال ديا جائے۔ (21)

جنگی اور جاسوسی اقدامات كا آغاز

رسول خدا (ص) نے مملكت اسلامی كی طاقت كو وسعت دينے اور اسلامی حكومت كے مقدس اغراض و مقاصد كے تحقق كیلئے جو اقدامات فرمائے ان ميں جنگی اور جاسوسی ٹيموں كی تشكيل بھی تھی۔ دستوں كو مدينہ سے باہر روانہ كيا اور يہيں سے يہودیوں سے رسول خدا (ص) كے سراپا اور غزوات شروع ہوئے اس كے علاوہ دشمن كے خلاف جنگ و دفاع

کا جو فرسودہ نظام اب ٹک چلا آرہا تھا اس میں آپ (ص) نے تبدیلی پیدا کر کے اس کیلئے جدید اصول و قواعد مرتب کئے۔ مورخین نے جنگ بدر سے قبل کے سراپا اور غزوات کی تعداد آٹھ عدد لکھی ہے (22) ان مہمات میں شریک سپاہیوں کی تعداد محدود تھی اور وہ سب کے سب مہاجر ہی تھے (23) ہم یہاں دو نکات کا بطور اختصار ذکر کریں گے:

1_ انصار کے ان مہموں میں شریک نہ ہونے کا سبب

2_ ان مہمات اور غزوات کا مقصد

149

انصار کا ان مہمات میں شریک نہ ہونے کا سبب

1_ عقبہ کے معاہدے کی رو سے انصار اس شرط کے پابند تھے کہ وہ رسول خدا (ص) کا دفاع شہر کی حدود کے اندر کریں گے اس کے باہر نہیں۔

2_ انصار چونکہ کچھ عرصہ قبل ہی مشرف بالاسلام ہوئے تھے اور آئندہ جو مشکلات نیز جو دوشواریاں درپیش تھیں ان کا مقابلہ کرنے کیلئے وہ خود کو تیار کر رہے تھے اسی لئے ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے پیغمبر اکرم (ص) نے مصلحت اس امر میں دیکھی کہ ان کی طاقت کو اس موقع پر بروئے کار نہ لایا جائے۔

3_ مہاجرین کا انتخاب بھی شاید اس مقصد کے تحت کیا گیا تھا کہ ان میں ایسی جنگی مہمات میں شرکت کا جذبہ انصار سے کہیں زیادہ تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے قریش کے ہاتھوں جو تکالیف و سختیاں برداشت کی تھیں ان کے باعث وہ ان سے سخت رنجیدہ خاطر تھا اس کے علاوہ ان کیلئے مدینہ میں کوئی مادی وابستگی بھی نہ تھی۔ دوسری طرف وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ مدینہ اور اطراف مدینہ کے جغرافیہ کے بارے میں بیشتر اطلاعات کسب کریں۔

4_ رسول اکرم (ص) اس تحریک کے ذریعے انصار پر یہ بات واضح کر دینا چاہتے تھے کہ آپ اپنے مقاصد کو بحال حاصل کرنے کا قطعی فیصلہ اور مصمم ارادہ کر چکے ہیں وہ مہاجرین جنہوں نے راہ خدا میں ہر چیز کو ترک کر دیا تھا وہ مکہ کی طرح اس وقت بھی فرمان رسول (ص) کی خاطر شریک سے جنگ کرنے میں اپنی جان قربان کرنے کیلئے تیار تھے یہ درحقیقت ان لوگوں کیلئے عملی درس تھا جو حال ہی میں مشرف بالاسلام ہوئے تھے۔

150

ان جنگوں اور غزوات کا مقصد :

1_ ہادی و ربہر کی حیثیت کو مستحکم کرنا اور اسلام کی مرکزی حکومت کو تقویت پہنچانا۔

2_ مسلمانوں کی جنگی استعداد و طاقت کو بلند و مضبوط کرنا نیز لشکر اسلام کو آئندہ کی مشکلات کیلئے آمادہ کرنا۔

3_ اطراف و مضافات میں بسنے والے قبائل کے ساتھ دفاعی معاہدے خصوصاً ان لوگوں سے معاہدہ کرنا جو قریش کے تجارتی قافلوں کے راستے میں آباد تھے۔

4_ جغرافیائی ماحول اور شہروں کو متصل کرنے والے راستوں سے واقفیت اس کے ساتھ ہی اطراف مدینہ میں آباد قبائل کے بارے میں معلومات حاصل کرنا۔

5_ قریش کو جنگ کی تنبیہ کرنا اور ان کے رابطوں اور تجارتی راستوں کو غیر محفوظ بنانا اور دشمن کو مسلمانوں کی طاقت اور مقام سے آگاہ کرنا۔

قبلہ کی تبدیلی

پیغمبر اکرم (ص) مکہ میں اور ہجرت کے بعد مدینہ میں سترہ ماہ تک بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ پیر کے دن پندرہ ماہ رجب سنہ 2 ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ جب آپ (ص) مسجد بنی سالم بن عوف میں (24) جہاں سب سے پہلی نماز جمعہ ادا کی گئی تھی، نماز ظہر ادا فرما رہے تھے آپ (ص) کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنا قبلہ تبدیل کر دیں۔

قبلہ جن وجوہات کی بنا پر تبدیل کیا گیا ان میں سے چند یہ تھیں:

1_ ایک طرف تو رسول خدا (ص) پر یہودی یہ اعتراض کرتے تھے کہ جب تم ہماری مخالفت کرتے ہو تو ہمارے قبلہ کی جانب رخ کر کے نماز کیوں پڑھتے ہو اس کے ساتھ ہی

151

وہ مسلمانوں سے یہ کہتے کہ :

اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو تم ہمارے قبلے کی جانب رخ کر کے نماز کیوں پڑھتے ؟ (25)
 دوسری طرف مشرکین یہ طعنہ دیتے کہ : تم جبکہ قبلہ ابراہیم (ع) کو ترک کر کے قبلہ یہود کی طرف نماز پڑھتے ہو تو یہ کیسے دعویٰ کرتے ہو کہ ہم ملت ابراہیم (ع) پر قائم ہیں (26)۔
 اس قسم کے اعتراضات اور طعنے رسول خدا (ص) کو سخت رنجیدہ اور آزرده خاطر کرتے تھے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ (ص) راتوں کو بارگاہ خداوندی میں دعا فرماتے اور مقام رب ذوالجلال کی جانب رخ کر کے اپنی آنکھیں آسمان کی جانب لگا دیتے تاکہ خداوند تعالیٰ کی جانب سے اس بارے میں کوئی حکم صادر ہو (27)
 قرآن مجید نے رسول خدا (ص) کی اس ذہنی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:
 (قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَى بَا)۔
 "اے رسول (ص) ہم آپ (ص) کی توجہ آسمان کی جانب دیکھ رہے ہیں لو ہم اس قبلے کی طرف تمہیں پھیرے دے رہے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو" (28)

2_ خداوند تعالیٰ قبلہ کا رخ تبدیل کر کے مسلمانوں کو آزمانا چاہتا تھا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون لوگ حکم خدا کے مطیع اور رسول خدا (ص) کے فرمانبردار ہیں۔
 (وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعِ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ بَدَىٰ اللَّهُ) (29)
 "پہلے جس طرف تم رخ کرتے تھے اس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کیلئے قبلہ مقرر کیا تھا کہ

152

کون رسول (ص) کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت مگر ان لوگوں کیلئے کچھ بھی سخت نہ تھا جو اللہ کی جانب سے ہدایت سے فیضیاب تھے"۔
 3_ بعض روایات (30) اور تاریخی کی کتابوں (31) میں اس کا ایک سبب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ رسول خدا (ص) مکہ میں اس وقت جبکہ آپ (ص) کا رخ مبارک بیت المقدس کی جانب ہوتا ہرگز کعبہ کی جانب پشت نہیں فرماتے تھے لیکن ہجرت کے بعد مدینے میں جس وقت آپ (ص) نماز ادا کرتے تو اس وقت مجبوراً آپ (ص) کی پشت کعبہ کی جانب ہوتی ، رسول خدا (ص) کے قلب مبارک میں بیت ابراہیمی کیلئے جو جو احترام تھا اور اس کی جانب پشت کرنے سے آپ (ص) کو تکلیف ہوتی تھی اسے ملحوظ رکھتے ہوئے خداوند تعالیٰ نے تحویل قبلہ کے ذریعے آپ (ص) کی رضامندی کا اہتمام کیا۔
 سمت قبلہ تبدیل کئے جانے کے بعد یہودیوں نے دوبارہ اعتراضات کرنا شروع کر دیئے کہ آخر وہ کیا عوامل تھے جن کے باعث مسلمان قبلہ اول سے روگرداں ہو گئے ؟ اس کے ساتھ ہی انہوں نے رسول خدا (ص) کے سامنے یہ شرط رکھی کہ اگر آپ (ص) قبلہ یہود کی طرف رخ فرمائیں تو ہم آپ (ص) کی پیروی و اطاعت کرنے لگے گے (32)۔
 بعض سادہ لوح مسلمان یہودیوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہو کر دریافت کرنے لگے کہ وہ نماز جو انہوں نے بیت المقدس کی جانب رخ کر کے ادا کی ہیں ان کا کیا ہوگا۔
 قرآن مجید نے ان کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :
 (مَا كَانَ لِيُضَيِّعَ اِيْمَانَكُمْ) (33)
 "اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان (یعنی بیت المقدس کی جانب ادا کی جانے والی نماز) کو ہرگز ضائع نہ کرے گا" (34)

153

سوالات

1_ رسول خدا (ص) کس تاریخ کو قبا پہنچے ؟ آپ (ص) نے کتنے عرصے اور کس مقصد کیلئے توقف فرمایا اور دوران

- قیام کیا اقدامات کئے؟
- 2_ جب رسول خدا (ص) مدینہ میں تشریف لائے تو لوگوں نے آپ (ص) کا کس طرح استقبال کیا اور آپ (ص) نے کس صحابی کے گھر پر قیام فرمایا؟
- 3_ ہجرت کے بعد مدینے میں رسول خدا (ص) نے کن لوگوں کے درمیان رشتہ اخوت و برادری قائم کیا؟ آپ کے اس اقدام کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟
- 4_ ہجرت کے بعد مدینہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے سب سے پہلے کیا اقدام کیا اور اس کا کیا فائدہ ہوا؟
- 5_ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے داخلی امن و امان فراہم کرنے کے لئے کیا اقدامات کئے؟ ان اقدامات میں کیا خوبیاں اور برکات تھیں؟
- 6_ جنگ بدر سے قبل سرایا اور غزوات میں صرف مہاجرین ہی کیوں شریک رہا کرتے تھے؟
- 7_ جنگ بدر سے قبل رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سرایا اور غزوات کے ذریعے کن مقاصد کی تکمیل چاہتے تھے؟
- 8_ سمت قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کی جانب کس تاریخ میں تبدیل ہوئی اور تبدیلی کی کیا وجوہات تھیں؟

154

حوالہ جات

- 1_ قبا کسی زمانے میں مدینہ سے دو فرسخ کے فاصلے پر ایک گائوں تھا اور اس کا شمار قبیلہ "بنی عمر و ابن عوف" کے مرکز میں ہوتا تھا۔ اب چونکہ مدینہ کافی وسیع ہو چکا ہے اسی لئے یہ اسی شہر میں شمار ہوتا ہے۔
- 2_ السیرۃ النبویہ ج 2 ص 137_138
- 3_ ایضاً صفحہ 138
- 4_ ایضاً صفحہ 139
- 5_ اس خطبے کے متن کیلئے "بحار الانوار" کی جلد 19 صفحہ 126 اور تاریخ طبری کی جلد 2 صفحہ 394 ملاحظہ فرمائیں۔
- 6_ السیرۃ الحلبيہ ج 2 ص 54_57 ، بعض محققین کی رائے میں یہ اشعار اس وقت پڑھے گئے تھے جب آنحضرت (ص) غزوہ تبوک سے واپس تشریف لارہے تھے (ملاحظہ ہو الصحيح من سیرۃ النبی (ص) ج 2 ص 313)۔
- 7_ "ثنیہ" کے اصل معنی سنگلاخ کو بیستانی راستے کے ہیں ثنیۃ الوداع وہ جگہ تھی جہاں تک لوگ اپنے مسافروں کو وداع کرنے آتے تھے اور یہ رسم زمانہ جاہلیت سے چلی آ رہی تھی (ملاحظہ ہو معجم البلدان ج 2 ص 86)
- 8_ السیرۃ النبویہ ج 2 ص 139_141 ، بحار الانوار ص 104_109
- 9_ السیرۃ الحلبيہ ج 2 ص 66_71
- 10_ السیرۃ الحلبيہ ج 2 ص 66_71
- 11_ السیرۃ الحلبيہ ج 2 ص 66_71
- 12_ بعض روایات میں آیا ہے کہ ان کی تعداد چار سو افراد پر مشتمل تھی (ملاحظہ ہو بحار الانوار ج 67 ، ص 128)
- 13_ السیرۃ الحلبيہ ج 2 ص 81
- 14_ بحار الانوار ج 19 ص 112
- 15_ ملاحظہ ہو السیرۃ الحلبيہ ج 2 ص 90
- 16_ السیرۃ النبویہ ج 2 ص 150
- 17_ السیرۃ الحلبيہ ج 2 ص 90 السیرۃ النبویہ ج 2 ص 150
- 18_ السیرۃ النبویہ ج 2 ص 147_149

155

- 19_ ان کے اعتراضات اور شکوک و شبہات کے بارے میں مزید اطلاع حاصل کرنے کیلئے ملاحظہ ہو السیرۃ الحلبيہ ج 1 ص 338 کے حاشیے پر السیرۃ النبویہ دحلان۔
- 20_ مثال کے طور پر ایک مرتبہ ان میں سے ایک شخص نے "اوس" اور "خزرج" قبائل کے اجتماع میں اس جنگ کا ذکر چھڑ دیا جو مذکورہ بالا دونوں قبائل کے درمیان لڑی گئی تھی اور جنگ "بعثت" کے نام سے مشہور تھی۔ اور اس طرح ایک دوسرے کے خلاف ان کے جذبات مشتعل کرنے کی کوشش کی۔ اگر اس وقت رسول خدا (ص) درمیان میں نہ آگئے ہوتے تو عین ممکن تھا کہ یہ دونوں بھائی تلواروں سے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے۔ ملاحظہ ہو السیرۃ النبویہ ج 2 ص 204_205
- 21_ السیرۃ النبویہ ج 2 ص 175
- 22_ ان غزوات اور سرایا سے متعلق بیشتر اطلاع کیلئے ملاحظہ ہو السیرۃ النبویہ ج 2 ص 241_256
- 23_ الصحيح من سیرۃ النبی (ص) ج 3 ص 145

- 24_ اعلام الوری ص 82
 25_ السیرۃ الحلبيہ ج 2 ص 128
 27_ بحار الانوار ج 19 ص 201
 28_ سورہ بقرہ آیہ 144
 29_ سورہ بقرہ آیہ 143
 30_ بحار الانوار ج 19 ص 200
 31_ ملاحظہ ہو: السیرۃ الحلبيہ ج 2 ص 128، 130
 32_ ملاحظہ ہو: السیرۃ النبویہ ج 2 ص 199، 198 و بحار الانوار ج 19 ص 195
 33_ بقرہ آیت 143
 34_ بحار الانوار ج 19 ص 197

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

157

سبق 9:

جنگ بدر

159

2 ہجری میں جو واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک جنگ بدر کا تقدیر ساز معرکہ تھا اس جنگ کا تعلق ارادہ ایزدی سے تھا۔
 قرآن مجید کی آیات سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) کا مدینہ سے قریش کے تجارتی قافلہ کے تعاقب اور نتیجہ میں جنگ کیلئے نکلنا وحی اور آسمانی حکم کے مطابق تھا جیسا کہ ارشاد ہے:
 (كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْنِكَ بِالْحَقِّ) (1)
 "جس طرح تمہارے رب نے تمہیں تمہارے گھر سے حق (2) کے ساتھ برآمد کیا۔"
 لیکن بعض سست عقیدہ لوگ کہ جو اسلامی مسائل کو اچھی طرح نہیں سمجھتے تھے انہیں اس جنگ میں رسول خدا (ص) کے ساتھ روانہ ہونا گوارہ نہ تھا۔
 (وَأَنْ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِبُونَ) (3)
 اور مومنوں میں ایک گروہ کو یہ گوارہ نہ تھا۔
 یہ ظاہر بین گروہ اس حقیقت کو جاننے کے باوجود کہ پیغمبر اکرم (ص) کا یہ اقدام حکم خدا کے عین مطابق ہے آنحضرت (ص) کے ساتھ جنگ بدر پر جانے کیلئے جھگڑا کرنے پر لگا ہوا تھا۔
 (يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ) (4)
 یہ لوگ حق کے واضح ہوجانے کے بعد بھی آپ (ص) سے بحث کرتے ہیں
 قرآن مجید نے اس گروہ کی ذہنی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے۔

160

(كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ) (5)

جیسے یہ موت کی طرف ہنکائے جارہے ہیں اور حسرت سے اپنا انجام دیکھ رہے ہیں۔
 اگرچہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جو لوگ بدر کی طرف جانے کے مخالف تھے ان کی مخالفت میں بدنیتی اور ایمان کی کمزوری شامل نہ تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں چونکہ یہ یقین تھا نہ کہ یہ جنگ وقوع پذیر ہوگی اسی لئے وہ ساتھ چلنے سے انکار کر رہے تھے (6) مگر اس بارے میں قرآن مجید کا صریح ارشاد ہے کہ : اگرچہ حق ان پر واضح و

تحفظ اور آپ (ص) کے دین کی پاسداری کا اعلان کر چکے تھے۔
مہاجرین نے بھی ان مہمات و غزوات میں جو جنگ بدر سے پہلے وقوع پذیر ہو چکے تھے شرکت کر کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ اب بھی حسب سابق اپنے ارادے پر قائم اور ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار ہیں۔

163

دوسری طرف منافقین اور یہودیوں کی تحریک اپنا کام کر رہی تھی ، ابتداء میں جب آنحضرت (ص) مدینہ تشریف لائے تو انہوں نے پہلے پہل تو آپ (ص) کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا لیکن جب وہ اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہوسکے تو مخالفت و سرکشی پر اتر آئے۔
رسول خدا (ص) نے بھی اٹھارہ (18) ماہ سے زیادہ قیام کے دوران ٹک ہوسکتا تھا دشمن سے مقابلہ کیلئے فوج تیار کی تھی۔

ان تمام پہلوئوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اب وہ وقت آن پہنچا تھا کہ رسول خدا (ص) وسیع پیمانے پر فتح مندانہ عسکری تحریک کے ساتھ دین اسلام کو گوشہ نشینی کی حالت سے نکال کر اسے طاقتور اجتماعی تحریک میں بدل دیں تاکہ شرک کے دعویدار اچھی طرح سمجھ لیں کہ مکہ میں جو مسلمانوں کی حالت تھی اب وہ بدل چکی ہے اور اگر اس کے بعد مخالفت و خلل اندازی کی گئی تو وہ ہوں گے اور اسلام کی ایسی کاٹ دار تلوار ہوگی جس سے ان کی جڑیں ٹک کٹ جائیں گی اور بنیاد تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گی، کیونکہ یہ حق کا ارادہ ہے اور اس مینکوئی تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی۔
(يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحَقِّقَ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقَطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ) (16)

"خدا اپنے کلمات کے ذریعے حق کو ثابت کر دینا چاہتا ہے اور کافروں کے سلسلے کو قطع کر دینا چاہتا ہے۔"

جنگ بدر کی مختصر تاریخ
رسول خدا (ص) اتوار کے روز 12 رمضان سنہ 2 ہجری کو 313 مسلمان افراد کے ہمراہ (جن

164

میں 82 مہاجرین اور 231 انصار شامل تھے) مدینہ سے "بدر" کی جانب روانہ ہوئے اس وقت آپ (ص) کے پاس صرف دو گھوڑے اور سترہ اونٹ تھے اور ابتدائی مقصد قریش کے اس تجارتی قافلے کا تعاقب کرنا تھا جو ابوسفیان کی سرکردگی میں چلا جا رہا تھا۔ (17)

"ذفران" کے مقام پر آپ (ص) کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان اپنے قافلے کی حفاظت کی خاطر راستہ بدل کر مکہ چلا گیا ہے لیکن مسلح سپاہی مکہ سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے "بدر" کی جانب روانہ ہو چکے ہیں۔
رسول اکرم (ص) نے اصحاب کے درمیان اس خبر کا اعلان کرنے کے بعد ان سے مشورہ کیا ، متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہوا کہ اس مختصر لشکر کے ساتھ ہی دشمن کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ اب یہ قافلہ "بدر" کی جانب روانہ ہوا۔
آخر 17 رمضان کو دونوں لشکروں کے سپاہیوں میں بدر کے کنوئیں کے پاس مقابلہ ہوا۔

جنگ کا آغاز دشمن کی طرف سے ہوا پہلے مشرکین کے تین شہسوار "عنبہ" ، "شبیہ" اور "ولید" نکلے تھے جو " حضرت علی (ع) " ، " حضرت حمزہ (ع) " اور " حضرت عبیہ (ع) " کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے
عام جنگ میں بھی سپاہ اسلام نے پروردگار کی غیبی امداد نیز پیغمبر اکرم (ص) کی دانشمندانہ قیادت کے تحت اور جہاد سے متعلق آیات سن کر پہلے تو دشمن کے ابتدائی حملوں کا دفاع کیا اس کے بعد اس کی صفوں میں گھس کر ایسی سخت یلغار کی کہ اس کی تمام صفیں درہم برہم ہو کر رہ گئی اور بہت سی سپاہ بالخصوص فرعون قریش یعنی ابوجہل کو موت کے گھاٹ اتار دیا دشمن کا لشکر جو نو سو پچاس (950) سپاہیوں پر مشتمل اور پورے سازو سامان جنگ سے مسلح و آراستہ تھا سپاہ اسلام کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا چنانچہ کثیر جانی و مالی (ستر (70)

165

مقتول اور ستر (70) قیدی) کا نقصان برداشت کرنے کے بعد اس نے فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی اس جنگ میں سپاہ اسلام میں سے صرف 14 صحابیوں نے جام شہادت نوش کیا (18)
یہاں ہم مختصر طور پر چند مسائل کا ذکر و تجزیہ کریں گے

1_ مال غنیمت اور قیدیوں کا انجام

2_ فتح و کامیابی کے عوامل

3_ جنگ کے نتائج

الف _ مال غنیمت اور قیدیوں کا انجام

جنگ بدر میں ایک سو پچاس (150) اونٹ ، دس (10) اور بعض روایات کے مطابق تیس (30) گھوڑے، بہت سے ہتھیار اور کھالیں مسلمانوں کے ہاتھ بطور مال غنیمت آئے (19) مگر اس مال کی تقسیم پر ان کے درمیان اختلاف ہو گیا جس کا سبب یہ تھا کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ مال غنیمت میں ان مجاہدین کا بھی حصہ ہے جنہوں نے جنگ میں ہر طرح سے شرکت کی تھی یا یہ صرف ان سپاہیوں کا حصہ ہے جو دشمن سے نبرد آزما ہوئے تھے ، اس مال غنیمت میں آیا سب کا حصہ برابر تھا یا پیدل اور سوار سپاہ کے درمیان کوئی فرق و امتیاز رکھا گیا تھا۔ یہ معاملہ پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں پیش کیا گیا اور سورہ "انفال" کی پہلی آیت نازل ہوئی جس نے مسئلہ مال غنیمت کو روشن کر دیا۔

(يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۚ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ)

166

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔

"تم سے انفال (مال غنیمت) کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دو یہ انفال تو اللہ اور اس کے رسول (ص) کے ہیں پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور آپس کے تعلقات میں فرق نہ آنے دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔"

اس آیہ شریفہ کی بنیاد پر مال غنیمت خدا اور رسول (ص) کا حق ہے، پیغمبر اکرم (ص) نے اس کے تین سو تیرہ (313) حصہ کر کے اسے سب کے درمیان تقسیم کر دیا (تقسیم کے اعتبار سے دونوں سوار سپاہیوں کیلئے دو اضافی حصے مقرر کئے گئے تھے اور شہداء کا حصہ ان کے پس ماندگان کو دے دیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ وہ لوگ جو رسول اکرم (ص) کے حکم سے مدینہ میں اپنی خدمات انجام دینے کیلئے مقرر کئے گئے تھے اور وہ وہیں مقیم تھے ان کا بھی حصہ مقرر کیا گیا تھا)۔ (20)

رسول خدا (ص) کے حکم کے مطابق قیدیوں کو مدینہ لے جایا گیا ، راستے میں ایک منزل پر دو آدمیوں کو جن میں سے ایک کا نام "نصر بن حارث" اور دوسرے کا نام "عقبہ بن ابی معیط" تھا رسول خدا (ص) کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ (21)

مذکورہ اشخاص کے قتل کئے جانے کی وجہ شاید یہ تھی کہ یہ دونوں ہی کفر کے سرغنہ تھے اور اسلام کے خلاف سازشیں تیار کرنے میں پیش پیش رہا کرتے تھے انہوں نے رسول خدا (ص) اور مسلمانوں کو جس طرح تکالیف پہنچائی تھیں اس کی ایک طویل داستان ہے اگر یہ لوگ آزاد ہو کر واپس مکہ پہنچ جاتے تو یہ امکان تھا کہ وہ از سر نو اسلام کی بیخ کنی کیلئے سازشوں میں ملوث ہو جاتے چنانچہ ان کا قتل کیا جانا اسلام کی مصلحت کے تحت تھا نہ کہ انتقام لینے کی

167

غرض سے۔

ان تمام قیدیوں کو فدیہ وصول کر کے (جو کہ فی کس ہزار سے چار ہزار درہم تک تھا) بتدریج آزاد کر دیا گیا ، ان میں جو لوگ نادار تھے مگر لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے انہیں آزاد کرنے کی یہ شرط رکھی گئی کہ اگر وہ دس مسلمانوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھادیں گے انہیں آزاد کر دیا جائے گا۔

ان قیدیوں میں چند اشخاص رسول خدا (ص) اور حضرت علی (ع) کے رشتہ دار بھی تھے چنانچہ رسول خدا (ص) کے چچا عباس اپنا اور "عقیل" و "نوفل" نامی اپنے دو بھتیجوں کا فدیہ ادا کر کے آزاد ہوئے۔ (22)

ب _ فتح و کامیابی کے اسباب

اس میں شک نہیں کہ جنگ بدر میں کفار کو طاقت اور اسلحہ کے اعتبار سے مسلمانوں پر فوقیت حاصل تھی مگر مسلمانوں کو مختلف عوامل کی بنا پر فتح حاصل ہوئی تھی جن کی بنیاد اسلام پر ایمان و اعتقاد جیسی نعمت اور مدد خداوندی تھی۔ ہم دو اہم عنوانات کے تحت ان عوامل کی وضاحت کریں گے۔

- 1_ معنوی عوامل
2_ مادی اور عسکری عوامل

معنوی عوامل

1_ خداوند تعالیٰ کے قریب کے ایک گروہ پر (تجارتی قافلے یا اس لشکر پر جو مکہ سے روانہ

168

ہوا تھا) فتح و کامیابی دینے کے وعدہ کو، پیغمبر اکرم (ص) نے "ذفران" میں سپاہ اسلام تک پہنچادیا چنانچہ یہی وعدہ ان کیلئے جنگ میں جرات و حوصلہ افزائی کا سبب ہوا۔

(وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ أَحَدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ) (23)

'یاد کرو وہ موقع جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے ایک تمہیں مل جائے گا'۔
2_ جس روز جنگی کاروائی ہونے والی تھی اسی شب بارش ہوئی جس کے باعث:

الف: مسلمانوں نے جن کی بدر کے کنوئیں تک رسائی نہ تھی، غسل کر کے خود کو ہر طرح کی نجاست سے پاک کیا۔
ب: چونکہ بارش کثرت سے ہوئی تھی اسی لئے دشمن کی سپاہ کیچڑ اور دلدل میں پھنس گئی اور اسے جنگ کے لئے حرکت کرنے کا موقع نہ مل سکا لیکن جس طرف مسلم سپاہ تھی وہاں کی زمین کنکریلی تھی جو بارش کے پانی سے مزید پختہ ہوگئی۔

(وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رَجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ) (24)
"اور آسمان سے تمہارے اوپر پانی برس رہا تھا کہ تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست دور کرے اور تمہاری ہمت بندھائے اور اس کے ذریعے تمہارے قدم جم جائیں"۔
3_ جس روز جنگ ہوئی اس سے پہلی رات مسلمانوں کو عالم خواب میں بشارت ملی تھی

169

اور ان کے دل مطمئن ہوگئے تھے۔

4_ مسلمانوں کی مدد کے لئے تین ہزار فرشتوں کا زمین پر اترنا (25)۔

5_ دونوں لشکر ایک دوسرے کی تعداد کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا تھے، اس سے قبل کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جنگ شروع ہو وہ ایک دوسرے کی تعداد کو کم سمجھ رہے تھے لیکن جیسے ہی جنگ شروع ہوئی دشمن کو مسلمانوں کی تعداد دوگنا نظر آنے لگی۔

(قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِتْنَتِ الثَّقَفَانَةِ تَقَاتُلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَى كَافَرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلِهِمْ رَأَى الْعَيْنِ) (26)

"تمہارے لئے ان دو گروہوں میں ایک نشان عبرت تھا جو (بدر) میں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے تھے ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافر تھا دیکھنے والے کافر لوگ بچشم خود مؤمنوں کو دوگنا دیکھ رہے تھے"۔

6_ کفار کے دلوں پر مسلمانوں کا وہ رعب چھاجانا جسے "رعب نصریہ" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

(سَأَلَنِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ) (27)

"میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں"۔

7_ سپاہ کی کثرت اور سامان جنگ کی فراوانی کے باعث لشکر کفار کا غرور و تکبر۔
(وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ

170

لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ إِنِّي جَارٌ لَّكُمْ) (28)

"اور اس وقت کو یاد کرو جب شیطان نے ان لوگوں کے کرتوت ان کی نگاہوں میں خوش نمابنا کر دکھائے تھے اور ان سے کہا تھا کہ آج کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور پھر میں بھی تمہارے ساتھ ہوں"۔

جب ہم اس کامیابی اور غیبی مدد کے بارے میں غور کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ فتح و نصرت خداوند تعالیٰ کی جانب سے تھی۔

(فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى) (29)

"پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور اے نبی تم نے ان پر ایک مٹھی خاک نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی"۔

مادی اور عسکری عوامل

- 1_ پیغمبر اکرم (ص) کی دانشمندانہ قیادت اور لشکر کی سپہ سالاری نیز آنحضرت (ص) کا بذات خود جنگ کی صف اول میں دشمن کے روبرو موجود رہنا۔
- امیر المومنین حضرت علی (ع) فرماتے ہیں کہ جب جنگ و قتال کے شعلے پوری طرح مشتعل ہوجاتے تو ہم رسول خدا (ص) کی پناہ تلاش کرتے اور ہم میں سے کوئی شخص دشمن کے اس قدر نزدیک نہ ہوتا جتنے آنحضرت (ص) ہوتے۔ (30)
- 2_ امیر المومنین حضرت علی (ع) کے شجاعتمندانہ اور دلیرانہ کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ : اس جنگ میں بیشتر مشرکین کا خون حضرت علی (ع) کی تیغ سے

171

ہوا (31) جناب شیخ مفید مرحوم نے لکھا ہے کہ حضرت علی (ع) کے ہاتھوں چھتیس (36) مشرک تہ تیغ ہوئے اگر چہ باقی مقتولین کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے کیونکہ ان کے متعلق کہاجاتا ہے کہ ان کے قتل میں حضرت علی (ع) شریک تھے۔ (32)

چنانچہ حضرت علی (ع) کے عظیم حوصلے اور تقدیر ساز کردار کو مد نظر رکھتے ہوئے ہی کفار قریش نے آپ (ع) کو "سرخ موت" کا لقب دیا تھا۔ (33)

- 3_ سپاہ اسلام کا جذبہ نظم و ضبط ، اپنے فرماندار کے حکم کی اطاعت پذیری اور رن میں صبر و پائیداری سے ڈٹے رہنا۔
- 4_ دشمن کی صورتحال کے بارے میں صحیح و دقیق معلومات اور اس کے ساتھ ہی رسول خدا (ص) کی جانب سے جن جنگی حربوں کو بروئے کار لانے کی ہدایت دی جاتی تھی اس کی مکمل اطاعت۔

جنگ بدر کے نتائج

زمانہ کے اعتبار سے "غزوہ بدر" کی مدت اگر چہ ایک روز سے زیادہ نہ تھی لیکن سیاسی و اجتماعی اعتبار سے جو نتائج برآمد ہوئے ان کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ جنگ نہ صرف مسلمانوں کی تاریخی معرکہ آرائی تھی بلکہ حیات اسلام کو ایک نئے رخ کی جانب لے جانے میں مہمدمو معاون ثابت ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ جنگ دونوں ہی گروہوں کے لئے تقدیر ساز تھی، مسلمانوں کے واسطے یہ جنگ اس اعتبار سے اہمیت کی حامل تھی کہ وہ جانتے تھے کہ اگر اس جنگ میں وہ کامیاب ہوجاتے ہیں (اور ہوئے بھی) تو عسکری طاقت کا توازن تبدیل ہو کر مسلمانوں کے حق میں ہوجائے گا ، وہ اس علاقے کی قابل ذکر طاقت

172

بن جائیں گے اور رائے عامہ ان کی جانب متوجہ ہوگی اس کے علاوہ اور بھی مفید نتائج برآمد ہوسکتے تھے جن میں سے بعض کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے ، اس کے برعکس اگر اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوجاتی تو اس کے بعد اسلام کا نام و نشان باقی نہ رہتا چنانچہ رسول خدا (ص) کا جنگ سے پہلے کا وہ ارشاد جو بصورت دعا بیان فرمایا اس حقیقت کی تائید کرتا ہے:

(اَللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ بِذِهِ الْعَصَابَةُ الْيَوْمَ لَا تُعَيِّدُ) (34)

"پروردگارا اگر آج یہ جماعت تباہ ہوگئی تو تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا"۔

لیکن جب اس مسئلے کو کفار کے اعتبار سے دیکھتے ہیں تو اگر وہ اس جنگ میں کامیاب ہوجاتے تو رسول اکرم (ص) اور مسلمانوں کا خاتمہ ہوجاتا جو یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ مدینہ کو ہجرت کر کے قریش کے چنگل سے نکل گئے ہیں اس کے علاوہ اہل مدینہ کے لئے یہ درس عبرت ہو تاکہ وہ آئندہ دشمنان قریش کو اپنے گھروں میں پناہ دینے اور اہل مکہ کا سامنا کرنے کی جرات نہ کرسکیں۔

جنگ بدر میں خداوند تعالیٰ کی مرضی سے جو پیشرفت ہوئی اس کے باعث اسلامی نیز مشرک دونوں معاشرے سیاسی

اجتماعی ' عسکری اور اقتصادی لحاظ سے بہت متاثر ہوئے بطور مثال:

1_ مسلمانوں بالخصوص انصار کے دلوں میں نفسیاتی طور پر مکتب اسلام کی حقانیت کے بارے میں پہلے سے کہیں زیادہ اطمینان و اعتقاد پیدا ہو گیا اور اسلام کے درخشاں مستقبل کے متعلق اب وہ بہت زیادہ پر امید ہو گئے تھے کیونکہ میدان جنگ میں طاقت ایمان کے مظاہرے کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔
دوسری طرف "جزیرۃ العرب" کے لوگوں میں اسلام کو برتر طاقت کی حیثیت سے

173

دیکھا جانے لگا چنانچہ اب سب ہی لوگ رسول خدا (ص) اور آنحضرت (ص) کے دین اسلام کی جانب متوجہ ہونے لگے۔
2_ جنگ بدر ایسی طوفانی جنگ ثابت ہوئی کہ اس نے مخالفین اسلام (مشرکین ' یہود اور منافقین) کی بنیادوں کو لرزا کر رکھ دیا تھا۔ چنانچہ ان کے دلوں میں ایسا خوف و ہراس پیدا ہوا کہ اب وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اپنی حفظ و بقا کی خاطر اپنے تمام اختلافات کے باوجود یک جا جمع ہوں اور مسلمانوں کو نہ تیغ کرنے کیلئے کوئی راہ تلاش کریں (35)۔
جنگ بدر کے بعد پورے شہر مکہ میں صف ماتم بچھ گئی ، قریش کا کوئی گھر ایسا نہ بچا جہاں کسی عزیز کے مرنے کی وجہ سے رسم سوگوارۃ نہ منائی جارہی ہو اور جو چند قریش باقی بچے رہے انہوں نے اضطراری حالت کے تحت جلسہ طلب کیا اور وہ اس بات پر غور کرنے لگے کہ اس شرمناک شکست کے منفی اثرات کو کیسے دور کریں اور اس کی تلافی کس طرح کی جائے (36)۔

"ابولہب" کو تو ایسا صدمہ ہوا کہ وہ جنگ بدر کے بعد دس دن کے اندر اندر ہی غم غصے سے گھل کر و اصل جہنم ہوا (37)۔

مدینہ میں بھی جس منافق یہودی نے مسلمانوں کی فتح و کامرانی کے بارے میں سنا اس کا شرم سے سر جھک گیا (38)۔
ان میں سے بعض نے تو یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ جنگ "بدر" میں اتنے اشراف ' سرداران قوم ' حکمرانان عرب اور اہل حرم مارے گئے ہیں کہ اب اس کے بعد ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ زمین کے سینے پر رہنے کی بجائے اس کی کوکھ میں چلے

174

جائیں (39)۔

اور بعض کی زبان پر یہ بات بار بار آرہی تھی کہ "اب جہاں کہیں پرچم محمدی (ص) لہرائے گا فتح و نصرت اس کے دوش بدوش ہوگی" (40)۔

3_ جنگ بدر سے مسلمانوں کو جو مال غنیمت ملا اس کی وجہ سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت بہتر ہو گئی اور اس کی وجہ سے ان کی ڈھیر ساری ذاتی اور جنگی ضروریات بھی پوری ہو گئیں ان کے واسطے وسیع جنگ کے راستے زیادہ ہموار ہو گئے اس کے مقابل قریش کی اقتصادی زندگی کو سخت نقصان پہنچا کیونکہ ایک طرف تو وہ تمام تجارتی راستے جو شمال کی طرف جاتے تھے ان کیلئے مخدوش ہو گئے دوسری طرف جنگ میں وہ تمام لوگ مارے گئے جو فن تجارت کے ماہر سمجھے جاتے تھے اور مکہ کی اقتصادی زندگی کا انحصار انہی کے ہاتھوں میں تھا۔

175

سوالات

1_ جنگ بدر میں مشیت الہی کیا تھی؟

2_ کیا جنگ بدر میں کسی شخص نے محاذ پر جانے سے روگردانی کی اور کیوں؟

3_ رسول خدا (ص) نے کس تاریخ کو کتنے مسلمانوں کے ساتھ اور کیسے حالات کے تحت مدینہ سے بدر کی جانب روانگی کا ارادہ کیا؟

4_ جنگ بدر میں دشمن کا کتنا جانی و مالی نقصان ہوا؟

5_ آیہ شریفہ : (يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ...) کی شان نزول کے بارے میں مختصر طور پر لکھیں۔

- 6_ جنگ بدر کے قیدیوں کا کیا انجام ہوا؟
 7_ جنگ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کے کیا اسباب تھے؟ ان میں سے دو معنوی اور دو مادی عوامل کا ذکر کیجئے۔
 8_ غزوہ بدر کے نتائج مختصر طور پر بیان کیجئے۔

176

حوالہ جات

- 1_ سورہ انفال آیت 5
 2_ مجمع البیان ج 4 ' ص 521 میں ایک روایت کی بنا پر " بالحق " سے مراد " بالوحي " ہے۔
 3_ سورہ انفال آیت 5
 4_ سورہ انفال 6/
 6_ ملاحظہ ہو المغازی ، واقدی ، ج 1 ص 21 و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 14 ص 85
 7_ مجمع البیان ج 3_ 4 ص 520
 9_ سورہ انفال 44/
 10_ سورہ انفال 43/
 11_ سورہ انفال 42/
 12_ سورہ انفال 44/
 13_ السیرۃ النبویہ ج 2 ' ص 144
 14_ بحار الانوار ج 19 ' ص 265 _ 267
 16_ سورہ انفال 7/
 17_ المغازی واقدی ج 1 ص 21_ 27
 18_ تاریخ پیامبر (ص) تالیف آیتي مرحوم ص 253 _ 291
 19_ المغازی واقدی ج 1 ص 102 _ 103
 20_ المیزان ج 9 ص 9
 21_ المغازی ج 1 ص 100 _ 101
 22_ المغازی ج 1 ص 100 _ 114 ، السیرۃ النبویہ ج 2 ص 298
 23_ سورہ انفال 7/
 24_ سورہ انفال 11/

177

- 25_ سورہ آل عمران کی آیت 124 کی طرف اشارہ ہے۔
 26_ سورہ انفال 13/
 27_ سورہ انفال 11/
 28_ سورہ انفال 48/
 29_ سورہ انفال 17/
 30_ كُنَّا اِذَا احْمَرَّ الْبَاسُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللّٰهِ فَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِّنَّا اَقْرَبُ اِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ (نہج البلاغہ ، صبحی صالح کلمات قصار ج 9 ص 520)
 31_ بحار الانوار ج 19 ص 291
 32_ ارشاد مفید ص 40
 33_ مناقب ابن شہر آشوب ج 2 ص 68
 34_ السیرۃ النبویہ ج 2 ص 279
 35_ ان کی اس کوشش کے بارے میں آئندہ ذکر کیا جائے گا۔
 36_ ملاحظہ ہو : السیرۃ النبویہ ج 2 ص 302
 37_ 38_ 39_ 40_ المغازی واقدی ج 1 ص 121

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

حضرت علی(ع) کی شادی خانہ آبادی "جنگ اُحد"

غزوہ بنی قنیقاع

مدینہ میں آباد یہودیوں کی خیانت و نیرنگی کم و بیش جنگ بدر سے قبل مسلمانوں پر عیاں ہو چکی تھی۔ جب مسلمانوں کو جنگ بدر میں غیر متوقع طور پر مشرکین پر فتح و کامرانی نصیب ہوئی تو وہ سخت مضطرب و پریشان ہوئے اور ان کے خلاف ریشہ دوانیوں میں لگ گئے ، قبیلہ بنی قنیقاع اندرون مدینہ آباد تھا اور اس شہر کی معیشت اسی کے ہاتھوں میں تھی اور یہی وہ قبیلہ تھا جس کی سازش و شرارت مسلمانوں پر سب سے پہلے عیاں ہوئی تھی۔ پیغمبر اکرم (ص) نے ابتداء میں انہیں نصیحت کی اور اس بات پر زور دیا کہ آنحضرت (ص) کے ساتھ انہوں نے جو عہد و پیمان کیا ہے اس پر قائم رہیں اس کے ساتھ ہی مشرکین قریش پر جو گزر گئی تھی اس سے بھی آپ (ص) نے انہیں آگاہ کیا لیکن جب آپ (ص) نے دیکھا کہ وہ لوگ خود سری و بے حیائی پر اتر آئے ہیں اور قانون کی پاسداری نیز مذہبی جذبات کی پاکیزگی کا احترام کرنے کی بجائے الٹا اس کا مذاق اڑا رہے ہیں اور مسلمانوں کی عزت و ناموس پر مسلسل اہانت آمیز وار کر رہے ہیں تو آپ (ص) نے نصف ماہ شوال سن 2 ہجری میں ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا تا کہ اس مسئلہ کا فیصلہ ہو جائے۔

یہودی تعداد میں تقریباً سات سو سپاہی تھے جن میں سے تین سو زرہ پوش تھے پندرہ دن تک مقابلہ کرنے کے بعد انہوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی ، رسول خدا (ص) نے انہی کی تجویز پر

ان کا مال و اسلحہ ضبط کر لیا اور انہیں مدینہ سے باہر نکال دیا۔ (1)
 "بنی قنیقاع" کے شریکوں کو جب اسلحہ سے محروم اور شہر بدر کر دیا گیا تو مدینہ میں دوبارہ امن و اتحاد اور سیاسی استحکام کا ماحول بحال ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اسلامی حکومت کے مرکز یعنی مدینہ میں رسول خدا (ص) کی سیاسی حیثیت و ربرانہ طاقت پہلے سے کہیں زیادہ مستحکم ہو گئی اس کے علاوہ قریش کے ان حملوں کے مقابل جو وہ انتقام جوئی کی غرض سے کیا کرتے تھے مسلمانوں کا دفاعی میدان کافی محکم و مضبوط ہو گیا اور یہی بات قریش کے اس خط سے جو انہوں نے جنگ بدر کے بعد مدینہ کے یہودیوں کو لکھا تھا عیاں ہوتی ہے کہ جب مسلمانوں سے انتقام جوئی کی غرض سے آئندہ کبھی جنگ کی جائے تو ان اسلام دشمن عناصر سے جو خود مسلمانوں میں موجود ہیں جاسوسی اور تباہ کاری کا کام لیا جائے۔

سازشوں کو ناکام کرنا

رسول خدا (ص) نے صرف مدینہ میں موجود خیانت کار اور عہد شکن افراد کا قلع قمع نہیں کیا بلکہ آپ (ص) ان قبائل پر بھی کڑی نظر رکھے ہوئے تھے جو مدینہ کے اطراف میں آباد اور اسلام دشمن تحریکوں نیز سازشوں میں شریک تھے چنانچہ جب بھی حملے کی ضرورت پیش آتی تو آپ (ص) کی تلوار بجلی کی مانند کوندتی ہوئی ان جتھوں پر گرتی اور ان کی سازشوں کو ناکام بنادیتی "بنی غطفان" اور "بنی سلیم" دو ایسے طاقتور قبیلے تھے جو قریش کے تجارتی راستے پر آباد تھے اور ان کا قریش کے ساتھ مصالحتی عہد و پیمان بھی تھا ان کے ساتھ جو جنگ ہوئی وہ "غزوہ بنی سلیم" کے نام سے مشہور ہے ، قبائل "ثعلبہ" اور "محارب" کے ساتھ جو جنگ لڑی گئی وہ غزوہ "ذی امر" کہلائی ، قریش نے جنگ بدر کے بعد چونکہ اپنا تجارتی راستہ بدل دیا تھا اور

بحر احمر کے ساحل کی بجائے وہ عراق کے راستے سے تجارت کیلئے جانے لگے تھے ان پر جو لشکر کشی کی گئی وہ سریہ "قروہ" کے عنوان سے مشہور ہوئی۔
 لشکر اسلام کی ہوشمندی اور ہر وقت پیش قدمی کے باعث نو عمر اسلامی حکومت اپنی جاسوسی ہوشیاری اور لشکر کشی کی استعداد و اہلیت کی وجہ سے مدینہ کے گرد و نواح میں غالب آگئی اور اب وہ سیاسی عسکری طاقت کے عنوان سے منظر عام پر نمودار ہونے لگی۔
 تجارتی راستوں پر مسلمانوں کی مستقل موجودگی کے باعث قریش کی اقتصادی و سیاسی طاقت سلب ہوگئی اور ان کے جتنے بھی تجارتی راستے تھے وہ مسلمانوں کے تحت تصرف آگئے۔
 اس عسکری کیفیت کی حفاظت و توسیع، اس کے ساتھ ہی لشکر اسلام کا فطری جذبہ شجاعت اور رسول خدا (ص) کا دانشورانہ دستور عمل ایسے عناصر تھے جن پر اس وقت بھی عمل کیاجاتا تھا جبکہ دین اسلام طاقت کے اعتبار سے اپنے عروج کو پہنچ چکا تھا، تحفظ و توسیع کا اس قدر پاس رکھا جاتا کہ ان مہینوں میں بھی جنہیں ماہ حرام قرار دیا گیا تھا اس مقصد سے غفلت نہیں برتی جاتی تھی۔

حضرت فاطمہ زہرا (س) کی شادی خانہ آبادی
 جنگ بدر کے بعد جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں دین مبین اسلام کی نامور خاتون حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ رشتہ ازدواج قابل ذکر واقعہ ہے۔ (2)
 دور جاہلیت کی ایک ناپسندیدہ رسم یہ بھی تھی کہ عرب بالخصوص اشراف اپنی بیٹیوں کے

184

رشتے صرف ایسے آدمیوں سے کرتے تھے جنہیں دولت مندی ' اقتدار اور جاہ و مرتبہ کے باعث شہرت و نام آوری حاصل ہو۔
 اس رسم کی بنیاد پر بعض اشرافی اور مقتدر صحابہ رسول (ص) نے آنحضرت (ص) کی خدمت میں حضرت فاطمہ (ع) کے ساتھ اپنی شادی کا پیغام بھیجا اس مقصد کیلئے انہوں نے بہت زیادہ حق مہر ادا کرنے کی بھی پیشکش کی (3) لیکن وہ لوگ اس بات سے بے خبر تھے کہ اسلام کی نظر میں ان کی دولت، اشراف زادگی اور قبائلی ناموری کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے۔
 اس کے علاوہ حضرت فاطمہ (ع) آپ (ص) کی وہ دختر نیک اختر ہے جن کی عظمت و منزلت آیہ "مباہلہ" (4) کی رو سے بہت بلند ہے۔
 (فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْهَلْ فَتَجْعَلْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ)
 "علم آجانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملے میں تم سے حجت کرے تو اے نبی اس سے کہو کہ آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔"
 آیہ "تطہیر" (5) کے مطابق آپ (ع) کو معصوم اور گناہ سے مبرا قرار دیا گیا ہے۔
 (إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا)
 "اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی علیہم السلام سے رجس کو دور رکھے اور تمہیں پوری

185

طرح پاک رکھے۔"
 ایسی صورت میں آپ (ص) کا شریک حیات ایسے شخص کو ہی بنایا جاسکتا ہے جو فضیلت ' تقوا ' ایمان ' اخلاص ' زہد اور عبادت میں آپ (ع) کا ہم پلہ ہو۔
 چنانچہ جب بھی آپ (ع) کا رشتہ آتا تو رسول اکرم (ص) فرماتے :
 "إِنَّ أَمْرًا إِلَى رَبِّهَا"
 یعنی حضرت فاطمہ (ع) کی شادی کا مسئلہ خداوند تعالیٰ سے متعلق ہے۔ (6)
 چنانچہ جب حضرت علی (ع) آنحضرت (ص) کی خدمت میں تشریف لائے اور حضرت زہرا (ع) کیلئے پیغام دیا تو آپ

(ص) نے اپنی جانب سے اظہار رضامندی کردی مگر اس شرط کے ساتھ کہ حضرت فاطمہ (ع) بھی اس رشتے کو قبول فرمائیں، جب آنحضرت (ص) نے اس بات کا ذکر اپنی دختر نیک اختر سے فرمایا تو آپ (ع) نے سکوت کیا، اس بنا پر رسول خدا (ص) نے اس سکوت کو رضامندی کی علامت سمجھا اور فرمایا:

"اللَّهُ أَكْبَرُ سَكُوتُهَا أَقْرَابًا" (7)

"اللہ سب سے بڑا ہے یہ سکوت ہی اس کا اقرار ہے۔"

اس کے بعد آپ (ص) نے حضرت علی (ع) کی جانب رخ کیا اور فرمایا کہ: تمہارے پاس کیا اثاثہ ہے جس کی بنا پر میں اپنی لڑکی کو تمہاری زوجیت میں دے سکوں یہ سن کر حضرت علی (ع) نے فرمایا:

یا رسول اللہ (ص) میرے ماں 'باپ آپ (ص) پر قربان میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جو آپ (ص) سے پنہان اور پوشیدہ ہو، میرا کل اثاثہ ایک تلوار 'ایک زرہ اور ایک اونٹ ہے۔

حضرت علی (ع) کو حکم دیا گیا کہ آپ (ع) اپنی زرہ بکتر فروخت کر دیں اور اس سے جو رقم حاصل

186

ہو اسے رسول خدا (ص) کے حوالے کر دیں۔

زرہ بکتر فروخت کرنے سے جو رقم حاصل ہوئی اس میں سے کچھ رسول خدا (ص) نے بعض صحابہ کو دی اور کہا کہ اس سے وہ ضروریات زندگی کا سامان خرید لائیں باقی رقم کو آپ (ص) نے بطور امانت "حضرت ام سلمہ" کے پاس رکھ دیا۔ (8)

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا مہر

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علی (ع) نے شادی کیلئے جو رقم رسول خدا (ص) کو ادا کی وہ کسی طرح سے بھی پانچ سو درہم سے زیادہ نہ تھی اور یہی حضرت زہرا (ع) کا مہر بھی تھا اور اسی ہی رقم سے جہیز، دلہن کا لباس اور سامان آرائش بھی خریدا گیا نیز اسی رقم سے (بقولے) دعوت ولیمہ کا اہتمام بھی کیا گیا۔ (9)

رقم کی یہ مقدار درحقیقت "مہر سنت" ہے اور تمام مسلمانوں کیلئے عمدہ مثال بالخصوص ان والدین کیلئے جو مہر کی کثیر رقم کا مطالبہ کر کے نوجوانوں کی شادی میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں، اس کے ساتھ ہی یہ ان کیلئے اچھا سبق بھی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ عورت کی حیثیت کا انحصار مہر کی کثیر رقم اور بھاری جہیز سے وابستہ ہے۔

رسول خدا (ص) نے اس اقدام کے ذریعے عام لوگوں کو انسانیت کی اعلیٰ اقدار اور عورت کے معنوی و روحانی مرتبے کی جانب متوجہ کیا ہے چنانچہ جب قریش نے اعتراض کیا کہ فاطمہ (ع) کو بہت معمولی مہر کی رقم پر علی (ع) کی زوجیت میں دے دیا تو آپ (ص) نے فرمایا کہ: "یہ اقدام حکم خدا کی بنا پر کیا گیا ہے یہ کام میں نے انجام نہیں دیا بلکہ خداوند تعالیٰ کے حکم سے انجام پایا ہے۔" (10)

187

احمد ابن یوسف دمشقی نے لکھا ہے کہ جب حضرت زہرا (ع) کو معلوم ہوا کہ مہر کی رقم کتنی معین کی گئی ہے تو آپ (ع) نے اپنے والد محترم یعنی آنحضرت (ص) کی خدمت میں عرض کیا "عام لڑکیوں کی شادی اس وقت طے ہوتی ہے جب مہر کی رقم کے درہم مقرر کر لئے جاتے ہیں اگر میں بھی ایسا کروں تو میرے اور ان کے درمیان کیا فرق باقی رہ جائے گا اسی لئے میری آپ (ص) سے یہ درخواست ہے کہ مہر کی رقم علی (ع) کو ہی واپس کر دیجئے اور اس کے عوض خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ درخواست کیجئے کہ میرے مہر کی رقم بروز قیامت آپ (ص) کی امت کے گناہگار بندوں کی شفاعت قرار دے۔" (11)

شادی کی رسومات

جب ایک ماہ سے زیادہ عرصہ گزر گیا تو حضرت علی (ع) نے فیصلہ کیا کہ اپنی زوجہ مطہرہ (ع) کو (رخصتی کے ساتھ) اپنے گھر لے آئیں اس مقصد کے تحت آپ (ع) نے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا اور اس میں شرکت کی دعوت عام دی (12)، جب شادی کی رسومات ختم ہو گئیں تو آنحضرت (ص) نے اپنی دختر نیک اختر کی سواری کیلئے خچر کا بندوبست کی اور مسلمانوں سے کہا کہ وہ دلہن کے آگے آگے چلیں اور خود (ص) سواری کے پیچھے چلنے لگے اور اس طرح بنی ہاشم

کے مردو زن اور ازواج مطہرات حضرت زہرا (ع) کی سواری کی ہمرابی کر رہی تھیں۔
حضرت علی (ع) کے گھر پہنچ کر پیغمبر اکرم (ص) نے اپنی پیاری لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر حضرت علی (ع) کے ہاتھ میں دے دیا اس کے ساتھ ہی آپ (ص) نے حضرت علی (ع) کے اوصاف حمیدہ حضرت فاطمہ (ع) سے اور حضرت فاطمہ (ع) کی شخصیت نیز اوصاف حضرت علی (ع) سے بیان فرمائے اور اس کے بعد آپ (ص) نے دونوں کیلئے دعائے خیر فرمائی۔ (13)

188

غزوہ احد

ہجرت کے تیسرے سال کے دوران جو واقعات رونما ہوئے۔ ان میں "غزوہ احد (14)" قابل ذکر ہے یہ جنگ ماہ شوال میں وقوع پذیر ہوئی جو خاص اہمیت و عظمت کی حامل ہے۔
ہم یہاں اس جنگ کا اجمالی طور پر جائزہ لیں گے اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کا تجزیہ کریں گے۔

غزوہ احد کی اجمالی تاریخ
جنگ بدر میں شمرناک شکست کے بعد قریش نے اندازہ لگایا کہ رسول خدا (ص) کے ساتھ ان کی جنگ نے نیا رخ اختیار کیا اور یہ ایک نئے مرحلے میں داخل ہوگئی ہے چنانچہ دوسرے مرحلے پر جب انہوں نے نو عمر اسلامی حکومت کے خلاف جنگ کا ارادہ کیا تو اس کیلئے انہوں نے وسیع پیمانے پر تیاری کی تاکہ اس طریقے سے ایک توان مقتولین کا مسلمانوں سے بدلہ لے سکیں جو جنگ بدر میں مارے گئے تھے اور دوسرے یہ کہ مکہ اور شام کے درمیان واقع جس تجارتی شاہراہ کی ناکہ بندی مسلمانوں نے کردی تھی اسے ان کے چنگل سے آزاد کر کے اپنی اقتصادی مشکلات کا حل نکالیں اور اس کے ساتھ ہی اپنی حاکمیت و بالادستی کو بحال کر لیں جو زمانے کے انقلاب کے تحت ان کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی اور اپنی ساکھ کو اپنے لوگوں نیز اطراف و جوانب کے قبائل پر قائم کر سکیں۔
جن محرکات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ "ابو رافع" اور "کعب الاشراف" جیسے یہودیوں کی ایماء بھی اس جنگ کے شعلوں کو ہوا دینے میں مؤثر ثابت ہوئی۔

189

سرداران مشرکین "دار الندوہ" میں جمع ہوئے جہاں انہوں نے لشکر بھیجنے کی کیفیت اور جنگ کے اخراجات اور اسلحہ کی فراہمی کے بجٹ کے حصول کی کیفیت کے متعلق کئی فیصلے کئے، بالآخر بہت زیادہ کوشش کے بعد تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایسا لشکر تیار ہوگیا جس میں (700) زرہ پوش، دو سو (200) گھڑسوار اور باقی پیدل سپاہی شامل تھے اس مقصد کے لئے انہوں نے تین ہزار اونٹ بھی جمع کر لئے اور سپاہ میں جوش و ولولہ پیدا کرنے اور سپاہیوں کو جنگ پر اکسانے کیلئے 15 عورتیں بھی ساتھ ہوگئیں چنانچہ اس ساز و سامان کے ساتھ یہ لشکر مدینے کی جانب روانہ ہوا۔ (15)
رسول خدا (ص) کے چچا حضرت عباس نے جو مکہ میں قیام پذیر تھے آنحضرت (ص) کو قریش کی سازش سے مطلع کردیا، دشمن کی طاقت و حیثیت کا اندازہ لگانے اور اس سے متعلق مزید اطلاعات حاصل کرنے کے بعد آنحضرت (ص) نے اہل نظر مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور انہیں پوری کیفیت سمجھا کر اس مسئلے پر غور کیا کہ دشمن کا مقابلہ کس طرح کیاجائے اس سے متعلق دو نظریے زیر بحث آئے:

الف: شہر میں محصور رہ کر عورتوں اور بچوں سے مدد حاصل کی جائے اور فصیل شہر کو دفاعی مقصد کیلئے استعمال کیاجائے۔

ب: شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں دشمن کا مقابلہ کیاجائے۔
معمر اور منافق لوگ پہلے نظریئے متفق تھے لیکن جوانوں کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی اسی لئے وہ دوسرے نظریئے حامی تھے اور اس پر ان کا سخت اصرار تھا۔
رسول خدا (ص) نے طرفین کے نظریات اور استدلال سننے کے بعد دوسرے نظریئے و پسند فرمایا اور یہ فیصلہ کیا کہ دشمن کا مقابلہ شہر سے باہر نکل کر کیاجائے، 6 شوال کو آپ (ص) نے نماز

جمعہ کی امامت فرمائی، فریضہ نماز ادا کرنے کے بعد آپ (ص) نے اصحاب کو صبر، حوصلے، سنجیدگی اور عزم راسخ کے ساتھ جہاد کی تلقین فرمائی، لشکر (1000) ہزار افراد پر مشتمل تھا جس میں صرف (100) سو سپاہی زرہ پوش تھے (16)، آپ (ص) نے فوج کا علم حضرت علی (ع) کو دیا (17) اور جہاد کی خاطر مدینے سے باہر تشریف لے گئے۔ جب لشکر اسلام "شوط" (18) کی حدود میں پہنچا تو منافقین کا سردار "عبداللہ بن ابی" اپنے (300) تین سو ساتھیوں کے ساتھ یہ بہانہ بنا کر علیحدہ ہو گیا کہ رسول خدا (ص) نے جوانوں کے نظریئے و اس کے مشورے پر ترجیح دی ہے۔ اور وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس مدینہ آگیا۔ (19) دراصل اس منافق کی روگردانی کے پس پردہ یہ محرک کار فرما تھا کہ جنگ جیسے حساس و نازک موقع پر پیغمبر خدا (ص) کی ہمرابی کو ترک کر کے آپ (ص) کی قیادت کو کمزور کر دے تاکہ سپاہ اسلام کی صفوں میں تزلزل، اضطراب اور اختلاف پیدا ہو جائے۔

اسی تفرقہ انگیز حرکت کے بعد قبیلہ "خزرج" کے گروہ "بنی سلمہ" اور قبیلہ "اوس" کے گروہ "بنی حارث" کے لوگ بھی اپنی ثابت قدمی میں متزلزل ہونے لگے اور واپس جانا ہی چاہتے تھے (20) کہ خدا کی مدد اور دوسرے مسلمانوں کی ثابت قدمی نے ان کے ارادے کو مضبوط کیا اور اس طرح منافقین کی بزدلانہ سازش ناکام ہو گئی چنانچہ قرآن مجید نے بھی سورہ آل عمران میں اس مسئلے کی جانب اشارہ کیا ہے (21)

(إِذْ بَمَتَّ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ)

"یاد کرو جب تمہارے دو گروہ بزدلی پر آمادہ ہو گئے تھے، حالانکہ اللہ ان کی مدد پر موجود تھا اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔"

ہفتہ کے دن 7 شوال کو احد کے دامن میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل آگئے۔

اگرچہ لشکر اسلام کی پشت پر کوہ احد تھا مگر اس کے باوجود رسول خدا (ص) نے "عبداللہ بن جبیر" کے زیر فرمان پچاس کمانڈروں کو درہ "عینین" کے دبانے پر اس مقصد کے تحت مقرر کر دیا تھا کہ دشمن کو درے کے راستے سے میدان کارزار میں نہ گھسنے دیں۔

جنگ کا آغاز دشمن کے سپاہی "ابو عامر" کی تیر اندازی سے ہوا اس کے بعد تن بہ تن جنگ کی نوبت آئی اس مرحلے میں مشرکین کے نوشہسوار چند دیگر افراد کے ساتھ میدان کارزار میں اترے اور سب کے سب حضرت علی (ع) کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔

دوسرے عمومی مرحلے میں دشمن کا پورا ریلہ سپاہ اسلام پر حملہ آور ہوا جس پر قریش نے اپنی پوری طاقت صرف کر دی گلو کارائیں بھی اشعار نیز نغمہ و سرود کے ذریعے مردوں کو مسلمانوں سے بدلہ لینے کی ترغیب دلا رہی تھیں تاکہ اس گہرے سیاہ داغ کو جو جنگ بدر میں ان کے دامن پر لگا تھا مٹا سکیں لیکن مجاہدین اسلام کی بہادرانہ استقامت اور دشمنوں کی صفوں پر ہر جانب سے حملہ آوری بالخصوص امیر المومنین حضرت علی (ع)، حضرت حمزہ (ع) اور حضرت ابودجانہ کی گردن توڑ پے درپے ضربوں کے باعث مشرکین کی فوج میں مقابلے کی تاب نہ رہی اور اس نے اپنی عاقبت فرار میں ہی سمجھی۔

جب مشرکین فرار ہونے لگے تو بہت سے مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ جنگ ختم ہو گئی ہے چنانچہ وہ مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے اگرچہ رسول اکرم (ص) کی سخت تاکید تھی کہ جن سپاہیوں کو درہ عینین کی پہرہ داری پر مقرر کیا ہے وہ اپنی ذمہ داری سے ہرگز غافل نہ ہوں مگر آنحضرت (ص) کی تاکید اور جرنیلوں کی سخت کوشش کے باوجود (10) دس افراد کے علاوہ باقی تمام سپاہی جو اس درہ کی نگرانی پر مامور تھے اپنی پہرہ داری کو چھوڑ کر مال غنیمت جمع

کرنے میں لگ گئے۔

خالد بن ولید دشمن کی سوار فوج کا کمانڈر تھا، درہ عینین کی عسکری اہمیت سے بھی وہ بخوبی واقف تھا اس نے کتنی ہی مرتبہ یہ کوشش کی تھی کہ سپاہ اسلام کے گرد چکر لگائے لیکن مسلمان تیر اندازوں نے اسے ہر مرتبہ پسپا کر دیا تھا اس نے جب مسلمانوں کو مال غنیمت جمع کرتے دیکھا تو جلدی سے کوہ احد کا چکر لگایا اور ان باقی سپاہیوں کو قتل کر دیا جو

وہاں موجود تھے جب درے کی پاسبانی کیلئے کوئی سپاہی نہ رہا تو وہ وہاں سے اتر کر نیچے آیا اور ان سپاہیوں پر جو مال غنیمت سمیٹتے میں لگے ہوئے تھے اچانک حملہ کر دیا۔ عورتوں نے جب خالد بن ولید کے سپاہیوں کو حملہ کرتے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے بال کھول کر بکھیر دیئے اور گریبان چاک کر ڈالے وہ چیخ چیخ کر مشرکین کو اشتعال دلا کر فرار کرنے والے لوگوں کو واپس پلٹانے کی کوشش کرنے لگیں۔ دشمن کے ان دو اقدام کے باعث مشرکین مکہ کی طاقت دوبارہ منظم ہو گئی چنانچہ اس نے مسلمانوں پر سامنے اور پشت دونوں اطراف سے حملہ کر دیا اگرچہ مسلمانوں نے اپنا دفاع کرنا بھی چاہا مگر چونکہ وہ بکھرے ہوئے تھے اسی لئے ان کی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ اسی اثنا میں میدان جنگ سے صدا بلند ہوئی کہ: "اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ" محمد قتل کر دیئے گئے ہیں (22)، جب یہ افواہ ہر طرف پھیل گئی تو لشکر اسلام ان تین دستوں میں تقسیم ہو گیا:

1_ ایک دستہ میدان جنگ سے ایسا گیا کہ واپس نہ آیا اور جب تین دن بعد اس کے افراد رسول خدا (ص) کی خدمت میں پہنچے تو آنحضرت (ص) نے ان کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا تم نے گویا تنگی سے نکل کر کشادہ راہ اختیار کی تھی (23)۔

193

2_ دوسرے دستے میں وہ لوگ شامل تھے جو فرار کر کے گردو نواح کے پہاڑوں میں چھپ گئے اور یہ انتظار کر رہے تھے کہ دیکھئے کیا پیش آتا ہے ان میں سے بعض حواس باختہ ہو کر یہ کہنے لگے کہ اے کاش ہم میں سے کوئی عبداللہ ابن ابی کے پاس جاکر اس سے کہتا کہ وہ ابوسفیان سے ہماری امان کیلئے سفارش کرتا۔ (24)

"انس ابن نضر" کو راستے میں کچھ ایسے لوگ مل گئے جو فرار کر چکے تھے اس نے پریشان ہو کر ان سے دریافت کیا کہ تم لوگ یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ: رسول خدا (ص) کو قتل کر دیا گیا ہے، اس پر انس نے جواب دیا کہ جب رسول خدا (ص) اس دنیا میں نہیں رہے تو یہ زندگی کس کام کی، اٹھو اور جہاں رسول خدا (ص) کا خون گرا ہے تم بھی اپنا لہو وہاں بہادو۔ (25)

اس گروہ نے جو اکثریت پر مشتمل تھا نہ صرف انس کی بات کا مثبت جواب نہ دیا بلکہ انہوں نے رسول اکرم (ص) کی اس دعوت کو بھی نظر انداز کر دیا کہ اے لوگو: فرار کر کے کہاں جا رہے ہو خدا کا وعدہ ہے کہ فتح و نصرت ہمیں حاصل ہوگی۔ لیکن انہوں نے رسول خدا (ص) کی ایک نہ سنی اور فرار کرتے ہی چلے گئے۔ (26)

سورہ آل عمران کی آیت 153 میں بھی اس امر کی جانب اشارہ ہے:

(اِذْ تُصْعِقُونَ وَلَاتُلْقُونَ عَلَىٰ اُخْدٍ: وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي اُخْرَاكُمْ)

"یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کاہوش تمہیں نہ تھا اور تمہارے پیچھے رسول (ص) تم کو پکار رہا تھا۔"

3_ تیسرے گروہ میں وہ لوگ شامل تھے جنہوں نے ایسے حساس و نازک موقع پر

194

بے نظیر ایثار و قربانی کی مثال پیش کی، اگرچہ دشمن نے رسول خدا (ص) کو ہر طرف سے نرغے میں لے رکھا تھا مگر وہ رسول خدا (ص) کے گرد پروانہ وار چکر لگا رہے تھے اور آپ (ص) کی ذات گرامی کا ہر طرح سے تحفظ اور دفاع کر رہے تھے۔

امیر المومنین حضرت علی (ع) نمایاں طور پر آنحضرت (ص) کا دفاع کر رہے تھے اور سب سے پیش پیش تھے بلکہ بعض قطعی دلائل، شواہد اور قرائن کی روسے حضرت علی (ع) کے سوا باقی سب اپنی جان بچانے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ (27)

امیر المومنین حضرت علی (ع) بے حد زخمی ہوجانے کے باوجود رسول خدا (ص) کا تحفظ کر رہے تھے، انہوں نے اس راہ میں ایسی استقامت و پائنداری دکھائی کہ ان کی تلوار تک میدان جنگ میں ٹوٹ گئی، اس موقع پر رسول خدا (ص) نے اپنی وہ تلوار جس کا نام "ذوالفقار" تھا حضرت علی (ع) کو عنایت فرمائی اور آپ (ع) نے اسی تلوار سے نبرد آزمائی جاری رکھی۔ (28)

یہ جذبہ ایثار و قربانی اس قدر قابل قدر تھا کہ خداوند تعالیٰ نے اس کی مبارک باد رسول خدا (ص) کو دی چنانچہ رسول خدا (ص) نے اس فرمان کے ذریعے کہ "علی (ع) مجھ سے ہے اور میں علی (ع) سے ہوں" اس جذبہ ایثار و قربانی کو قدر کی

نگاہ سے دیکھا اور اس کو سراہا۔
چنانچہ جب ہاتف غیبی سے یہ صدا آئی کہ: "لَا سَيْفَ الْأَذْوَ الْفَقَارَ وَ لَا فَتَى الْأَ عَلِيٍّ" تو سب لوگ بالخصوص فرار کرنے والے اور اپنی ہی فکر میں غرق لوگ اس بے نظیر جرات مندانہ اقدام کی جانب متوجہ ہوئے۔ (29)
جان نثاران اسلام کے سردار حضرت "حمزہ بن عبدالمطلب" دوسرے شخص تھے جو رسول خدا (ص) کا تحفظ کر رہے تھے اور اسی حالت میں وہ "جبیر بن مطعم" کے غلام "وحشی" کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (30)
"ابودجانہ" اور "ام عمارہ" عرف "تُسَيْبَہ" بھی ان حساس اور نازک لمحات میں رسول

195

خدا (ص) کے دوش بدوش رہے۔ (31)

سپاہ کی دوبارہ جمع آوری
رسول خدا (ص) کے بدن مبارک پر اگر چہ کاری زخم لگ چکے تھے اور آنحضرت (ص) دشمن کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود آپ (ص) نے نہ صرف میدان کارزار سے فرار نہیں کیا بلکہ مسلسل باآواز بلند "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہہ کر لوگوں کو میدان جنگ میں آنے کی دعوت دیتے رہے بالآخر آپ (ص) اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور اپنی عسکری طاقت کو دوبارہ منظم کر کے مرکز اور محاذ کی صف اول میں لے آئے۔ (32) ان سپاہیوں نے بھی تعداد کی کمی کے باوجود جنگ میں ایسے نمایاں کارنامے انجام دیئے کہ کفار کے دلوں میں اس کارعب و دبدبہ پیدا ہو گیا اور انہیں یہ خوف لاحق ہونے لگا کہ کہیں جنگ کا پانسہ نہ پلٹ جائے اور جو فتح انہیں حاصل ہوئی ہے وہ شکست میں نہ بدل جائے چنانچہ اس خیال کے پیش نظر ابوسفیان نے اپنے لشکر کو پسپا ہونے کا حکم دیا اور جنگ بند کرنے کا اعلان کر دیا۔ (33)
اس طرح جنگ احد کا خاتمہ ہوا جس میں لشکر اسلام کے (70) ستر سپاہی شہید ہوئے اور مشرکین کے (22) بائیس یا (23) تئیس افراد (34) مارے گئے۔ (35)

196

سوالات

- 1_ "بنی قنیقاع" والے کون لوگ تھے ، انہوں نے رسول خدا (ص) سے کیوں عہد شکنی کی ؟ اور رسول خدا (ص) ان کے ساتھ کس طرح پیش آئے ؟
- 2_ حضرت علی (ع) کی حضرت زہرا (ع) کے ساتھ شادی کب اور کس طرح ہوئی ؟
- 3_ حضرت علی (ع) اور حضرت زہرا (ع) کی شادی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے ؟
- 4_ جنگ احد کے موقع پر قریش نے مدینہ جو پر لشکر کشی کی اس کے کیا عوامل و محرکات تھے ؟
- 5_ جنگ احد کے موقع پر دونوں لشکروں کی تیاریوں کا جائزہ لیجئے ؟
- 6_ جنگ احد میں پہلی مرتبہ میدان جنگ کس لشکر کے ہاتھ میں رہا اس جنگ میں بہترین کردار کس کا رہا ؟
- 7_ جنگ احد میں دشمن شکست کھا کر کس طرح بھاگا اور واپس آکر اس نے سپاہ اسلام پر کس طرح حملہ کیا ؟
- 8_ جب مسلمان شکست سے دوچار ہوئے تو وہ منتشر ہونے کے بعد کتنے گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے ؟
- 9_ جو لوگ جنگ احد میں رسول خدا (ص) کے ساتھ رہ گئے تھے اور آنحضرت (ص) کا تحفظ کر رہے تھے ان کا نام بتائیے ؟
- 10_ جب مسلمان فوج شکست سے دوچار ہوئی اور فرار کر کے پہاڑوں میں چلی گئی تو وہ دوبارہ کس طرح منظم ہوئی ؟

197

حوالہ جات

- 1_ ملاحظہ ہو : المغازی ج 1 ص 176_ 178
- 2_ مرحوم شیخ طوسی نے بعض روایات کی بنا پر لکھا ہے کہ یہ شادی ماہ شوال میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو بحار الانوار ج 43 ص 97_
- 3_ ملاحظہ ہو : بحار الانوار ج 43 ص 108_
- 4_ سورہ آل عمران آیہ 61 : رسول خدا (ص) احقاق حق کیلئے علمائے نجران سے مباہلہ کرنے کیلئے تیار ہو گئے تاکہ ایک دوسرے پر اللہ کی پھٹکار ڈالیں اس وقت حضرت علی (ع)، حضرت فاطمہ (ع) اور آپ (ص) کے دونوں فرزند حضرات حسن (ع) اور حسین (ع) آپ (ص) کے ہمراہ تھے۔
- 5_ سورہ احزاب آیت 33_
- 6_ بحار الانوار ج 43 ص 125_
- 7_ بحار الانوار ج 11 ص 112_
- 8_ ملاحظہ ہو : بحار الانوار ج 27 ص 130_
- 9_ ایضاً ص 132_
- 10_ ایضاً 104_
- 11_ اخبار الذل و آثار الأول، نقل از فاطمة (ع) الزہراء قزوینی ص 184_
- 12_ بعض روایات میں ہے کہ اس دعوت ولیمہ میں سات سو عورتوں اور مردوں نے شرکت کی اور بعض میں ہے کہ چار ہزار سے زیادہ افراد حضرت علی (ع) کے اس ولیمہ میں مدعو تھے، ملاحظہ ہو : بحار الانوار ج 43 ص 132، 96_
- 13_ ملاحظہ ہو : بحار الانوار ج 43 ص 115_ 116_ و المغازی ج 1 ص 199_ 203_
- 14_ احد ایک پہاڑ ہے جو مدینہ سے تقریباً 6 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔
- 15_ السیرۃ الحلبیہ ج 2 ص 217 (معجم البلدان ج 3 ص 372)_
- 16_ المغازی ج 1 ص 199_ 2_ 3_ المغازی ج 1 ص 203_ 214_
- 17_ الصحيح من سیرۃ النبی ج 4 ص 193_

198

- 18_ مدینہ اور احد کے درمیان باغ تھا جو "شواط" کے نام سے مشہور تھا۔
- 19_، 20_ السیرۃ الحلبیہ ج 2 ص 221_
- 21_ سورہ آل عمران آیت 124_
- 22_ یہ صدا کس شخص نے بلند کی تھی اس کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے لکھا ہے کہ وہ شیطان تھا جو جُعال بن سراقہ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ بعض کے بقول وہ عبداللہ بن قمنہ تھا اس نے جب حضرت "مصعب بن عمیر" کو شہید کر دیا تو وہ یہ سمجھا کہ اس نے پیغمبر اکرم (ص) کو شہادت سے ہمکنار کیا ہے (ملاحظہ ہو السیرۃ الحلبیہ ج 2 ص 226، السیرۃ النبویہ ج 3 ص 77)_
- 23_ ملاحظہ ہو : السیرۃ الحلبیہ ج 2 ص 227 و تاریخ طبری ج 2 ص 520_
- 24_ تاریخ طبری ج 2 ص 517 و السیرۃ النبویہ ج 3 صفحہ 88_
- 25_ بحار الانوار ج 20_ 93_
- 26_ ان شواہد و قرائن سے مزید واقفیت کیلئے ملاحظہ ہو کتاب الصحيح من سیرۃ النبی، ج 4 ص 236_ 241_
- 27_ بحار الانوار ج 20 ص 54_ 71_
- 28_ تاریخ طبری ج 2 ص 514 و شرح ابن ابی الحدید ج 14 ص 250_
- 29_ السیرۃ النبویہ ج 3 ص 129_
- 30_ ایضاً صفحات 86_ 87_
- 31_ ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج 2 ص 519_ 520_
- 32_ الصحيح من سیرۃ النبی (ص) ج 4 ص 276_
- 33_ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ ان میں سے بارہ افراد حضرت علی (ع) کے ہاتھوں قتل ہوئے (شرح نہج البلاغہ ج 15 ص 54)_
- 35_ السیرۃ الحلبیہ ج 2 ص 255_

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

199

سبق 11:

جنگ احد سے جنگ احزاب تک

جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب

پہلے مرحلے میں مسلمانوں کی فتح اور دوسرے مرحلے میں شکست کے بعض اسباب کے بارے میں قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہے یہاں ہم مسلمانوں کی شکست کے اہم ترین عوامل کا ذکر کریں گے جس کے باعث ان عوامل کی بھی وضاحت ہوجائے گی جن کی وجہ سے مسلمانوں کو پہلے مرحلے میں فتح نصیب ہوئی تھی۔

1_ سپاہ کے ایک گروہ میں عسکری نظم و ضبط کا فقدان اور رسول (ص) خدا کے اس سخت تاکید حکم سے روگردانی جو درہ عینین کے تحفظ کے بارے میں تھا۔

(وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَزَّاعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَغَصِبْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرْأَكُمْ مَا تَحِبُّونَ) (1)

"اللہ نے (تائید نصرت کا) جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا، ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا اور جونہی وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔"

2_ ایمان کی کمزوری اور دنیا کی محبت: سپاہیوں کے دلوں میں رسول خدا (ص) کی طرف سے

بدگمانی (2) پیدا ہوگئی اور انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ رسول خدا (ص) ہمیں مال غنیمت میں شریک نہ کریں اسی لئے وہ پناہ گاہوں کو خالی چھوڑ کر مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے اور اسی بنا پر انہوں نے مال غنیمت کو حکم رسول خدا (ص) اور دشمن سے نبرد آزمائی پر فوقیت دی:

(مَنْكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمَنْكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ) (3)

دوسرے مرحلے میں بہت بڑی تعداد میں سپاہ کا فرار کر جانا اور رسول خدا (ص) کو تنہا چھوڑ دینا اور اس قسم کی باتیں کرنا کہ اے کاش ہم عبداللہ ابن ابی کے پاس چلے گئے ہوتے تاکہ وہ ہمارے لئے ابوسفیان سے جان کی امان مانگتا ... ان کے یہ خیالات اس حقیقت کے آئینہ دار تھے کہ ان کے عقیدے کمزور اور وہ دنیا کی محبت میں مبتلا تھے۔

3_ غزوہ بدر میں مسلمانوں کو جو فتح و نصرت حاصل ہوئی تھی اس سے انہوں نے جو نتیجہ اخذ کیا وہ درست نہ تھا انہیں یہ گمان ہو گیا تھا کہ چونکہ ان کا دین حق پر مبنی ہے اس لئے انہیں کبھی دشمن کے ہاتھوں شکست نہ ہوگی اور وہ اسلحہ و جنگی وسائل سے خواہ کتنی ہی غفلت برتیں خداوند تعالیٰ بہر صورت غیبی مدد کے ذریعے مشرکین کے مقابلے میں ان کا دفاع کرے گا۔ (4)

دوسری طرف وہ یہ سمجھتے تھے کہ ایمان کا اظہار ہی کامیابی و سعادت کے حصول کیلئے کافی ہے اور اس گمان میں مبتلا ہو گئے تھے کہ جہاد اور راہ خدا میں استقامت و پائیداری کے بغیر وہ جنت میں داخل ہوجائیں گے (5) درحالیکہ قرآن کا ان کے

اس غلط گمان کے بارے میں صریح ارشاد ہے کہ :

(أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَابَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمِ الصَّابِرِينَ)

"کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جانو گے حالانکہ ابھی اس نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔"

چنانچہ وہ اپنے اس گمان اور خیال خام کے باعث ہی دشمن کے معمولی دباو کی وجہ سے میدان کارزار سے فرار ہو گئے اور انتہائی مایوسی کی حالت میں ایک دوسرے سے کہنے لگے : "بَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ" (6)

کیا اس دل آزار حالت کے باوجود ہمیں نصرت و فتح حاصل ہوگی؟

4_ جب قریش نے یہ افواہ پھیلانی کہ رسول خدا (ص) کو قتل کر دیا گیا ہے (7) تو اس کے باعث ایک طرف تو دشمن کی

جرات و گستاخی بڑھ گئی اور دوسری طرف مسلمانوں کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا کیونکہ انہیں یہ گمان ہونے لگا کہ اسلام محض ذات رسول (ص) کی وجہ سے قائم ہے اور اس گمان نے ہی ان کے دلوں سے جنگ جاری رکھنے کی خواہش و ولولے اور اسلام پر قائم رہنے کے عزم و ارادے کو سلب کر لیا اور نوبت یہاں تک آن پہنچی تھی کہ انہوں نے ایک دوسرے سے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ : محمد (ص) کو قتل کر دیا گیا ہے اس سے پہلے کہ قریش تم پر یورش کریں تم خود ہی ان کے پاس جاؤ اور ان کے ساتھ تعاون کا اعلان کر دو _ (8)

204

تعمیری شکست

اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کو جنگ احد میں وقتی شکست ہوئی اور اس کے باعث (70) ستر افراد شہید ہوئے ، مگر اس کے باوجود یہی جنگ بعض اعتبار سے سبق آموز اور تعمیری بھی ثابت ہوئی ، قرآن مجید نے اس کا کلی طور پر جس طرح جائزہ لیا ہے اور اس شکست سے متعلق رسول خدا (ص) نے جو موقف اختیار کیا اسے مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ جنگ در حقیقت تعمیری تھی کیونکہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی توجہ ان غلطیوں کی جانب مبذول کرانی گئی جو ان سے سرزد ہوئی تھیں اور ان کی کمزوریوں کو ان پر عیاں کیا گیا اس کے ساتھ ہی انہیں یہ درس بھی دیا گیا کہ وہ خود کو کس طرح منظم کریں اور جو تلخ تجربات انہیں حاصل ہوئے ہیں انہیں مدنظر رکھتے ہوئے وہ اپنے حوصلے بلند کریں اور اس شکست کی تلافی کیلئے خود میں ضروری طاقت و اعتماد پیدا کریں تاکہ آئندہ جب بھی دشمن سے مقابلہ ہو تو انہیں نصرت و کامیابی نصیب ہو۔

یہاں ہم آیات قرآنی کی روشنی میں ان بعض پہلوؤں کا جائزہ لیں گے جو تعمیری اور سبق آموز ثابت ہوئے۔
الف_ اس جنگ میں مسلمانوں کو جو شکست ہوئی اگر قرآن مجید کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس میں خداوند تعالیٰ کی مرضی شامل تھی :

(وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ) _ (9)

"جو نقصان لڑائی کے دن تمہیں پہنچا وہ اللہ کے اذن سے تھا"۔
البتہ یہ وہی مرضی و مشیت الہی ہے جو نظام ہستی میں "قانون علیت" کے نام سے

205

جاری و ساری ہے اور اس کی بنیاد پر ہر وجود کی مخصوص علت ہے لیکن اس شکست کا ذمہ دار مسلمانوں کو قرار دیا ہے اور ان کی اس بات کے جواب میں کہ : یہ بلا کہاں سے آکر ہماری جان کو لگ گئی، صریحاً فرمایا کہ "وَمِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ" _ (10) (یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے) یعنی اس شکست کا سرچشمہ تمہاری اپنی ہی ذات ہے اور اس شکست کے اسباب کی تلاش تم اپنے ہی اندر کرو۔

پیغمبر خدا (ص) کے حکم کی خلاف ورزی ، اپنے فرائض سے غفلت ، جنگ ختم ہوجانے سے قبل مال غنیمت جمع کرنے میں دلچسپی و سرگرمی ، میدان کارزار سے گریز اور جہاد سے روگردانی ایسے افعال ہیں جو تم سے ہی سرزد ہوئے ہیں اور یہ قانون الہی ہے کہ جو بھی سپاہی میدان جنگ میں سستی دکھائے گا ، اپنے باخبر اور ہمدرد جنرل کے حکم سے چشم پوشی کرے گا اور دشمن کے بارے میں سوچنے کی بجائے اسکی نظر مال غنیمت پر رہے گی تو ناچار اس کی سزا شکست ہوگی۔

ب_ قرآن مجید نے اس امر کی صراحت کرنے کے بعد کہ اس حادثے کے وقوع پذیر ہونے کا اصل عامل مسلمانوں کی سستی تھی ، انہیں یہ بھی بتادیا ہے کہ یہ شکست وقتی ہے اس کے ساتھ ہی اس مقدس کتاب نے یہ بھی تنبیہ کی ہے کہ وہ اس شکست کے باعث سست ورنجیدہ خاطر اور فتح و کامرانی سے مایوس نہ ہوں : "وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا" _ (11) (دل شکستہ نہ ہو ' غم نہ کرو) اس کے بعد اس نے یہ ہدایت بھی کی کہ جب سستی اور پریشان دلی سے نکل آؤ گے تو "اَنْتُمْ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ" _ "تم ہی غالب ہو گے اگر تم مومن ہو" اس آیت نے اس بات کی وضاحت کرنے کے علاوہ کہ ایمان ہی وہ عامل ہے جسے ہر چیز پر برتری حاصل ہے

206

اس حقیقت کو بھی ان کے گوش گزار کر دیا ہے کہ شکست کا اصل سبب ان میں روح ایمانی کا ضعف تھا۔
دوسری جگہ ارشاد ہے کہ :

(إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ) _ (12)

"اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔"

دوسری جگہ اسی بات کو اس پیرائے میں بیان فرمایا ہے کہ :

(أَوْلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلِهَا قُلْتُمْ أَلَيْسَ الَّذِي بَدَأَ قُلُوبَنَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)

"جب تم پر مصیبت آپڑی تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آئی ؟ حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں (فریق مخالف پر) پڑ چکی ہے اے نبی(ص) ان سے کہ دیجئے کہ یہ مصیبت تمہارے اپنی لائی ہوئی ہے ، اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو دلا سہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم نے جنگ بدر میں دشمن کے (70) ستر آدمی قتل کئے اور (70) آدمیوں کو قیدی بھی بنایا اور یہ تعداد ان سے دوگنا ہے جو جنگ احد میں تمہاری طرف سے کام آئے اس آیت کے ضمن میں خداوند تعالیٰ نے اس امر کی جانب بھی توجہ دلائی کہ اس قادر

207

مطلق کو ہر چیز پر قدرت و توانائی حاصل ہے اور اگر تم اپنی کوتاہیوں کی تلافی اور کمزوریاں دور کرلو تو جنگ بدر کی طرح غنایت الہی تمہارے شامل حال رہے گی۔

ج۔ قرآن مجید نے اس شکست کے جو مثبت پہلو بیان کئے ہیں انہیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

1۔ جنگ بدر کے ختم ہونے اور لشکر اسلام کے چند لوگوں کی شہادت کے بعد بعض مسلمان یہ آرزو کرتے رہتے کہ وہ کاش بھی شہادت سے سرخرو ہوں اور باہمی گفتگو میں ان کی زبان پر بھی ذکر آجائے کہ کاش یہ فخر ہمے نبھی نصیب ہوتا مگر انہی میں چند لوگ جھوٹے اور ریاکار بھی تھے چنانچہ جب جنگ احد کا سانحہ پیش آیا تو وہ لوگ جو حقیقی معنوں میں مومن اور شہادت کے عاشق و تمنائی تھے وہ تو جی جان سے دشمن کے ساتھ نبر داً زما ہوئے مگر انہی میں جو لوگ جھوٹے اور ریاکار تھے انہوں نے جیسے ہی اپنے لئے خطرہ محسوس کیا میدان کارزار سے فرار ہو گئے اور ان کا اصلی چہرہ ہمیشہ کیلئے بے نقاب ہو گیا جیسا کہ قرآن مجید نے ارشاد فرمایا ہے کہ :

(وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَتَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ) _ (14)

"تم تو راہ خدا میں شہادت کا سامنا کرنے سے قبل موت کی تمنائیں کر رہے تھے لو اب وہ تمہارے سامنے آگئی اور تم نے اسے آنکھ سے دیکھ لیا۔"

2۔ احد کا سانحہ حقیقت نما آئینہ تھا جس نے ہر مسلمان کے اصلی چہرے کو آشکار ، کے درجات ایمان کو واضح اور ان کا رسول خدا (ص) سے کس حد تک تعلق خاطر تھا اسے ظاہر و عیاں کر دیا ، اس موقع پر حقیقی مومنین و منافقین کی پوری شناخت ہو گئی اور

208

دونوں کی صفیں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ نظر آنے لگیں : (... لَيَعْلَمُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَيَعْلَمُ الَّذِينَ نَافَقُوا) _ (15) تاکہ مومنین کو بھی پہچان لیا جائے اور منافقوں کو بھی پہچان لیا جائے۔

اس موقع پر مومنین کو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اندازہ ہو گیا اور وہ اپنی اصلاح کی کوشش کرنے لگے اور جنگ احد ایسی آتش ثابت ہوئی جس کی تپش نے کثافتیں اور آلودگیاں دور کر کے انہیں عیوب سے پاک و صاف کر دیا۔

"وَلْيُمَخِّصِ الَّذِينَ آمَنُوا" (16) اور وہ اس آزمائش کے ذریعے مومنین کو چھانٹ کر کافروں سے الگ کر دینا چاہتا تھا۔

اس کے ساتھ ہی حضرت علی (ع) ، حضرت حمزہ (ع) ، حضرت ابودجانہ ، حضرت حنظلہ اور حضرت ام عمارہ وغیرہ جیسے صحابہ رسول (ص) کے چہرے نمایاں ہو گئے ان حضرات نے اپنے کردار سے ثابت کر دیا کہ ان کے دلوں میں دین اسلام اور رسول خدا (ص) کے علاوہ کسی چیز کا خیال و اندیشہ تک نہیں ، اس کے برعکس وہ چہرے بھی سامنے آگئے جن کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں یاد کیا ہے : (اَبْمَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ) _ (17) "انکی ساری اہمیت اپنی ذات ہی کیلئے تھی" انہیں بس اپنی ہی جان کی فکر تھی اور دین اسلام و پیغمبر خدا (ص) سے کوئی سروکار نہ تھا۔

آخری بات جس کا استفادہ قرآن مجید سے ہوتا ہے یہ ہے کہ : اس قسم کے واقعات کا ہر قوم وملت کی زندگی میں رونما ہونا لازمی امر ہے تاکہ ہر شخص کے دل میں جو کچھ ہے وہ ظاہر و آشکار ہو جائے اور ان کی صفیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں اس کے علاوہ جب افراد اس طرح کے حادثات سے دوچار ہوں گے تو ان حوادث کے ذریعے ان کی تربیت ہوگی اس کے ساتھ ہی ان کے قلب پاک اور نیت خالص ہو جائیں گی۔

209

(... لِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحَّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ) (18)
 "اور جو کھوٹ تمہارے دلوں میں ہے اسے چھانٹ دے۔"

طاقت کا اظہار

جنگ احد میں مسلمانوں کی غیر متوقع شکست نے مدینہ کے منافقوں اور یہودیوں کو بہت گستاخ و بے باک بنادیا تھا چنانچہ مسلمانوں کی حقارت و سرزنش کے ساتھ ساتھ زبان درازی تک کرنے لگے تھے (19) ، ان بیرونی سازشوں اور منفی پروپیگنڈوں کو ناکام بنانے کیلئے جن کے رونما ہونے کا احتمال ہوسکتا تھا خداوند تعالیٰ کی طرف سے رسول خدا (ص) کو حکم دیا گیا کہ وہ اتوار کے دن 8 شوال کو دشمن کا تعاقب کریں اس مشق میں وہ لوگ شریک ہوسکتے ہیں جو گزشتہ جنگ کے موقعے پر میدان کارزار میں موجود تھے۔ (20)

اس شرط میں ممکن ہے یہ راز پنہاں ہو کہ رسول خدا (ص) یہ چاہتے تھے کہ اس گروہ کو ، جو جہاد میں شرکت کرنے کیلئے لیت و لعل سے کام لے رہا تھا، نفسیاتی و اجتماعی اعتبار سے تنبیہ کرسکیں اور ان سپاہیوں کیلئے یہ بھی درس عبرت ثابت ہو ، تا کہ گزشتہ جنگ میں ان سے جو تقصیر ہوئی تھی اس کی تلافی ہوسکے اور رسول اکرم (ص) پر یہ امر واضح ہو جائے کہ وہ اپنے ایمان اور خلوص کے کس درجے پر ہیں ، اس کے علاوہ رسول خدا (ص) یہ بھی جانتے تھے کہ اس اقدام کے ذریعے کوئی جنگ واقع نہیں ہوگی اور دشمن مسلمانوں کے چنگل سے نکل کر فرار ہو جائیں گے ، رسول خدا (ص) نے زخمیوں کو اس جنگی مشق میں شرکت کی دعوت اس لئے دی تھی کہ ان کے حوصلے بلند ہوں اور ان میں خود اعتمادی پیدا ہوسکے۔

210

فوج بالخصوص زخمیوں نے اس کے باوجود کہ ان کو کاری زخم آئے تھے اور جس رنج و تکلیف سے وہ دوچار ہوئے تھے اس کے کرب کو وہ ابھی تک محسوس کر رہے تھے ، انہوں نے حکم خدا اور رسول (ص) کو لبیک کہا اور آنحضرت (ص) کے ہمراہ مدینے سے اپنی منزل "حمراء الاسد" (16) کی جانب روانہ ہو گئے ، قرآن مجید ان کے اس مخلصانہ اور ایثار پسندانہ اقدام کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ :
 (الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لَِّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ) (22)
 "جنہوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول (ص) کی پکار پر لبیک کہا ان میں جو اشخاص نیکوکار اور پرہیزگار ہیں ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔"

قریش کا وہ لشکر جو اس ارادے سے "روحاء" (23) میں اترا تھا کہ مدینہ جاکر مسلمانوں کو تہس نہس کرے گا، جب اسے لشکر اسلام کی روانگی کا علم ہوا اور بالخصوص "معبذ خزاعی" نے اس کی کیفیت کو ابوسفیان سے بیان کیا تو اس نے اپنا فیصلہ بدل دیا اور فرار ہوکر مدینہ چلا گیا۔

مسلمانوں نے تین روز تک "حمراء الاسد" میں سپاہ قریش کا انتظار کیا اور دشمن کے دل میں رعب و ہیبت پیدا کرنے کی غرض سے انہوں نے ہر رات مختلف جگہوں پر آگ روشن کی چنانچہ انہیں جب یہ اطمینان ہو گیا کہ دشمن مرعوب ہو کر فرار ہو گیا ہے تو وہ واپس مدینہ آ گئے۔ (24)

سپاہ اسلام کی اس دلبرانہ جنگی مشق نے دشمنان دین ، منافقین اور یہودیوں کی نفسیات

211

پر بہت زیادہ اثر ڈالا اس کے جو منفی اور مثبت اثرات نمایاں ہوئے ان کی کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔
 1_ رسول خدا (ص) کی دور اندیشی ، تدبیر و انتظامی صلاحیت ، کمانڈنگ کی سوچ بوجھ ، قطعی فیصلے کی قوت اور

برصورت میں شرك والحاد کے خلاف قاطعانه استقامت اور پائيدارى سب پر عياں ہوگئي اس کے ساتھ ہی قيادت کا مقام بهی پہلے سے زياده ثابت اور پخته ہوگيا۔

2_ جن سپاہيوں کے حوصلے پست ہوگئے تھے ان کے دلوں ميں دوباره حملے کی امنگ پيدا ہوگئي، چند روز قبل والی جنگ ميں شکست کے باعث جو اضطراب و پریشان حالی کی کيفيت پيدا ہوگئي تھی وہ اب سپاہيوں کے دلوں سے قطعی زائل ہوگئي اور وہ کاميابی کے احساس کے ساتھ واپس مدینہ آگئے۔

3_ وہ دشمن جو اپنی طاقت کے نشے ميں چور اور اپنی عسکری طاقت کی برتری کے خيال ميں مست مکہ کی جانب چلاجانا چاہتے تھے راستے ميں ان کے اسی باطل احساس نے انہیں اس بات پر مجبور کیا کہ دوباره مدینہ کی طرف رخ کریں اور وہاں پہنچ کر وہ اسلام نیز رسول خدا (ص) کا کام تمام کر دیں مگر جب رسول خدا (ص) کی غير متوقع فوجی طاقت اور جنگی تیاری کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو ان پر دہشت و سراسیمگی طاری ہوگئي چنانچہ جس طرح جنگ احد سے قبل وہ مایوس و ناکام مکہ واپس گیا تھا اس مرتبہ بهی اسی حالت ميں وہ فرار ہو کے مکہ پہنچے۔

4_ مسلمانوں کو جو شکست ہوئی تھی اس کی خبر يہودیوں اور منافقين نے سارے شہر ميں پھيلادی تھی وہ اپنی جگہ یہ فرض کئے ہوئے تھے کہ مسلمانوں پر ایسی کاری ضرب لگ

212

چکی ہے کہ وہ اب رسول اکرم (ص) کی اطراف سے متفرق ہوجائیں گے اور ان ميں اتنا حوصلہ نہ رہے گا کہ اپنی عسکری کاروائی کو جاری رکھ سکیں لیکن اپنی اس خام خیالی کے برعکس جب انہوں نے مسلمانوں کے جذبہ ايثار و قربانی اور دلیرانہ اقدام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو انہیں پہلے سے کہیں زياده مایوسی و ناامیدی ہوئی اور وہ لوگ جو مسلمانوں کو حقیر نظروں سے دیکھا کرتے تھے اب خود ہی ایسے ذلیل و خوار ہوئے کہ منہ چھپائے پھرتے تھے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ جس وقت منافقين کے لیڈرنے دستور کے مطابق یہ چاہا کہ رسول خدا (ص) کے ارشاد سے قبل، زبان کھولے اور کچھ کہے تو لوگوں نے اس کے قمیص کا دامن پکڑ کر اسے نیچے کھینچ لیا اور دشمن خدا کہہ کر اس پر لعن طعن کی (25)۔

احد سے خندق تک

جنگ احد اور جنگ خندق کے درميان تقریباً دو سال کا فاصلہ تھا۔ اس عرصے ميں مشرکين، بالخصوص مدینہ کے اطراف ميں آباد قبائل اور يہودی، اسلام کے خلاف سازش کرنے ميں سرگرم عمل رہے اور رسول اکرم (ص) پوری ذہانت و ہوشمندی اور مکمل تیاری اور ہمت کے ساتھ ان کے ہر حربے کا مقابلہ کرتے رہے رسول خدا (ص) دین اسلام کی ترویج و اشاعت کی خاطر اطراف و جوانب ميں آباد قبائل کے درميان تبلیغی جماعتیں بهی بھیجتے رہے لیکن افسوس کہ وہ قبائل مبلغين اسلام کے ارشادات عالیہ سے مستفید ہونے کی بجائے ان کے ساتھ جنگ کرتے تھے چنانچہ "رجیع" ميں وہ چھ مبلغ جنہیں رسول (ص) خدا نے دین اسلام کی اشاعت کی خاطر روانہ کیا تھا قبائل "عضل" اور "قارہ" کے لوگوں کی وجہ

213

سے شہید ہوئے اسی طرح "بنرمعونہ" کے جانکاہ حادثے ميں تقریباً چالیس معلمين قرآن اور مبلغين اسلام قبیلہ "بنی لحیان" اور ان دیگر قبائل کے ہاتھوں شہادت سے ہمکنار ہوئے دراصل یہ واقعات و حادثات اس حقيقت کے آئینہ دار ہیں کہ رسول خدا (ص) کی کوشش یہی تھی کہ دین اسلام کی اشاعت و ترویج ہو اگر چہ آنحضرت (ص) اس واقعیت سے بهی بے خبر نہ تھے کہ اس خطے ميں دشمن اس تحریک کو روکنے کیلئے اپنی عسکری طاقت کو استعمال کر رہا ہے اور اس راہ ميں خطرات و دشواریاں بہت ہیں مگر اس کے باجوہود آنحضرت (ص) کی یہ تمنا تھی کہ کسی تصادم کے بغیر دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے ذریعے لوگ توحید کی جانب کشاں کشاں چلے آئیں۔

رسول خدا (ص) نے جن سریوں اور غزوات ميں دشمنوں کا مقابلہ کیا ان کی مختصر فہرست ذیل ميں درج ہے۔
1_ سریہ "ابوسلمہ" ميں ایک سو پچاس مسلمانوں شرکت فرمائی اور پہلی محرم سنہ 4 ہجری کو قبیلہ "بنی اسد" سے مقابلہ ہوا۔

2_ سریہ "عبداللہ بن انیس" ميں "سفیان ابن خالد" کے ساتھ "عرنہ" نامی مقام پر 5 محرم سنہ 4 ہجری کو مقابلہ ہوا۔

3_ غزوہ "بنی نضیر" ميں رسول خدا (ص) نے "بنی نضیر" قبیلے کے يہودیوں کی شرپسندیوں اور خیانت کاریوں کو

روکنے نیز انہیں مدینہ سے شہر بدر کرنے کیلئے ربیع الاول سنہ 4 ہجری میں شرکت فرمائی۔
 4_ غزوہ "بدر موعد" میں ابوسفیان کی دریدہ دہنی کا دندان شکست جواب دینے کیلئے جنگ احد کے بعد بدر کے علاقہ میں
 بتاریخ 16 ذیقعدہ سنہ 4 ہجری میں شرکت فرمائی۔

214

5_ غزوہ "دومتہ الجندل" میں ان شریکوں کی سرکوبی کیلئے رسول خدا (ص) نے شرکت فرمائی جنہوں نے مسافروں پر
 راستے تنگ کر دیئے تھے اور ان کے ساتھ ظلم و ستم روا رکھا ہوا تھا اس کے علاوہ انہوں نے اسلامی مرکزی حکومت پر
 بھی دست اندازی شروع کر دی تھی ، یہ غزوہ 25 ربیع الاول سنہ ہجری میں پیش آیا ۔

غزوہ احزاب

غزوہ "احزاب" یا "خندق" رسول خدا (ص) کے خلاف دشمنان اسلام کا عظیم ترین اور وسیع ترین معرکہ تھا اس جنگ میں
 قریش ' یہود اور جزیرۃ العرب کے بہت سے بت پرست قبائل نے متحد ہو کر عہد و پیمان کیا تھا کہ مسلمانوں پر ایسا سخت
 حملہ کیا جائے کہ ان کا کام ہی تمام ہو جائے۔
 عملی طور پر یہ سازش اس وقت شروع ہوئی جب یہودی قبیلہ "بنی نضیر" کے سرداروں کو دین اسلام کے ہاتھوں کاری
 ضرب لگی تھی اور انہیں مدینہ سے نکال باہر کر دیا گیا تھا یہاں سے انہوں نے مکہ کا رخ کیا تاکہ رسول خدا (ص) سے
 انتقام لینے کیلئے وہ قریش سے گفتگو کر کے ان سے مدد لیں۔
 ابوسفیان نے ان کا پورے جوش و خروش سے استقبال کیا اور کہا کہ "ہمارے نزدیک عزیز ترین افراد وہ ہیں جو محمد (ص)
 کے ساتھ دشمنی میں ہمارے معاون و مددگار ہوں " اس کے بعد انہوں نے باہمی طور پر عہد و پیمان کیا اور یہ قسم کھائی کہ
 ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے اور ان میں سے جب تک ایک مرد بھی زندہ رہے گا وہ پیغمبر اکرم (ص) کے خلاف جنگ و
 جدال کرتا رہے گا۔ (26)

215

قریش کو جنگ کیلئے آمادہ کرنے کے بعد یہی فتنہ انگیز یہودی نجد کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں "قبیلہ غطفان" اور قبیلہ
 "بنی سلیم" سے گفتگو کی اور ایک سال تک خیبر کا محصول ادا کرنے کا وعدہ کر کے انہیں بھی رسول خدا (ص) کے خلاف
 جنگ کرنے کی ترغیب دلائی۔

آخر کار اسلام کے خلاف متحدہ محاذ قائم ہو گیا اور تقریباً دس ہزار ایسے جنگ آزما بہادر جن کا شمار قوی ترین اسلام
 دشمن عناصر میں ہوتا تھا ابوسفیان کی قیادت میں اسلام کو نیست و نابود کرنے کی خاطر مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔
 رسول خدا (ص) کو جب اس عظیم سازش کا علم ہوا تو آنحضرت (ص) نے صحابہ سے مشورہ کیا ، حضرت "سلمان
 فارسی" نے یہ تجویز پیش کی کہ خندق کھودی جائے یہ تجویز پسند کی گئی اور فوراً ہی یہ کام شروع کر دیا گیا ۔
 اس زمانے میں مدینہ کا بیشتر علاقہ پہاڑوں ' ایک دوسرے سے متصل مکانوں اور نخلستان سے گھرا ہوا تھا چنانچہ یہی
 سب چیزیں مل کر شہر کی فصیل کا کام کرتی تھیں صرف "ابو عبید" اور "راتج" کے درمیان کی جگہ سے حملہ ہو سکتا تھا
 ، رسول خدا (ص) نے حکم دیا کہ دس دس آدمی مل کر چالیس چالیس ذراع خندق کھود ڈالیں ۔
 مسلمان پوری لگن ، تعلق خاطر اور دلچسپی کے ساتھ اس کام میں مشغول ہو گئے اگر کوئی بہت ہی ضروری کام ہوتا تو وہ
 رسول خدا (ص) سے اجازت لے کر اپنے کام سے دست کش ہو کر اس جگہ سے جاتے جہاں انہیں متعین کیا گیا تھا چنانچہ
 ان کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے :-
 (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ

216

يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ) (27)
 "مؤمن تو در اصل وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول (ص) کو دل سے مانیں اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسول
 (ص) کے ساتھ ہوں تو اس سے اجازت لئے بغیر نہ جائیں ، اے نبی (ص) جو لوگ تم سے اجازت مانگتے ہیں وہی اللہ اور
 رسول (ص) کے ماننے والے ہیں"۔

اس وقت حضرت سلمان فارسی سب سے زیادہ محنت و ہمت سے کام لے رہے تھے چنانچہ واقدی اور حلبی نے لکھا ہے کہ وہ دس آدمیوں کے برابر کام کر رہے تھے ان کی اس لگن و جانفشانی کو دیکھ کر مہاجرین و انصار دونوں کو ہی حیرت ہوتی تھی اور ہر گروہ ان کے بارے میں یہی کہتا تھا کہ "سلمان ہمارے اپنے ہیں" اور جب رسول خدا (ص) نے ان گروہوں کی یہ گفتگو سنی تو فرمایا کہ: "سَلَمَانُ مَنَا أَهْلِ الْبَيْتِ" (28) سلمان تو میرے اہل بیت میں سے ہیں۔

اگرچہ منافقین بھی بظاہر مومنین کے دوش بدوش خندق کھودنے کے کام میں لگے ہوئے تھے لیکن انہیں جب بھی موقع ملتا کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر رسول خدا (ص) سے اجازت لئے بغیر اپنے کام سے دستکش ہوجاتے اور مختلف بہانوں سے محاذ حق کو کمزور کرنے کی جستجو میں لگے رہتے۔ (29)

(قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ)

"اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں ایسے ہیں کہ ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے

217

چپکے سے چلے جاتے ہیں، رسول (ص) کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو کسی فتنے میں گرفتار ہونے یا دردناک عذاب میں مبتلا ہونے سے ڈرنا چاہئے۔"

خندق کی کھدائی کا کام چھ روز (30) یعنی احزاب کی سپاہ کے مدینے پہنچنے سے تین روز قبل (31) مکمل ہو گیا اور تین ہزار جنگجو مسلمان اس کی پشت پر اپنی اپنی جگہ متعین ہو گئے۔ (32)

احزاب کی فوج کو جب یہ خندق نظر آئی تو وہ مجبوراً خندق کے اس پار ہی رک گئی اور وہیں انہوں نے اپنے خیمے لگائے۔

اندرون مدینہ جنگی محاذ کا کھولنا

سپاہ احزاب کی کثرت سامان خوراک کی کمی، مکہ و مدینہ کے درمیان دوری اور اس قول نے جو قبیلہ "بنی نضیر" کے سرداروں نے قریش کو دیا تھا، لشکر احزاب کے سپہ سالاروں کو اس بات پر مجبور کیا کہ مسلمانوں کو جلد از جلد شکست دینے کیلئے اندرون شہر محاذ قائم کریں چنانچہ "حُیّیٰ ابنِ اخطب" بنی قریظہ کے قلعہ میں داخل ہوا اور اس کے سردار سے گفتگو کی، اسے شیطانی مکرو فریب سے مجبور کیا کہ رسول خدا (ص) سے اس نے جو معاہدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کرے (33) اور اس طرح "بنی قریظہ" کے نوسو جنگجو سپاہی مسلمانوں کے خلاف جنگ کیلئے آمادہ ہو گئے تاکہ خندق کے اس پار احزاب کے لشکر کی فتح و نصرت کے لئے پل کا کام دے۔

اس خبر کے پھیلنے سے مسلمانوں میں پریشانی و سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ ایک طرف تو دشمن کے دس ہزار سپاہیوں نے ان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف "بنی قریظہ" کے

218

یہودی عہد شکنی کر کے دشمن کے ساتھ مل گئے تھے اس کے ساتھ ہی منافقین نے بھی رسول خدا (ص) کو طعنے دینے شروع کر دیئے وہ آنحضرت (ص) کا مذاق اڑا کر کہتے تھے کہ: محمد (ص) تو ہمیں "قیصر" اور "کسری" کے خزانوں کے سبز باغ دیکھا رہے ہیں اور ہماری حالت یہ ہے کہ رفع حاجت تک کیلئے بھی اپنے گھروں سے باہر قدم نہیں نکال سکتے، خدا و پیغمبر (ص) نے ہمیں فریب کے علاوہ دیا ہی کیا ہے۔ (34) قرآن مجید نے اس بحرانی کیفیت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

(إِذْ جَاءُوكُم مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونِ) _ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زَلْزَالًا شَدِيدًا (35)

"جب دشمن اوپر نیچے سے تم پر چڑھ آئے اور رخوف کے مارے تمہاری آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آگئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے، اس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور وہ سخت تزلزل کا شکار ہوئے۔"

مومن اس کے باوجود خدا پر توکل اور رسول اکرم (ص) کے وعدوں پر اعتماد کر کے ایمان و استقامت پر قائم رہے۔

(وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا) (36)

"اور سچے مومنوں کا حال اس وقت یہ تھا کہ جب انہوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو

پکارتے تھے کہ "یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول (ص) نے ہم سے وعدہ کیا تھا اللہ اور اس کے رسول (ص) کی بات بالکل سچی تھی" اور اس واقعہ نے ان کے ایمان اور اطاعت کو اور زیادہ بڑھا دیا۔
لیکن منافق اور "ضعیف الایمان" لوگ ایسے مرعوب و وحشت زدہ ہوئے کہ وہ مختلف بہانے بنا کر یہ کوشش کرنے لگے کہ محاذ جنگ سے فرار کر کے کسی طرح مدینے چلے جائیں۔
(وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَا أَبِلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا يَأْتِيهِمْ بِغُورَةٍ: إِنَّ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا) (37)

"جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ "اے یثرب کے لوگو تمہارے لئے اب ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں ہے پلٹ چلو جب ان کا ایک فریق یہ کہہ کر نبی سے رخصت طلب کر رہا تھا کہ "ہمارے گھر خطرے میں ہیں" حالانکہ ان کے گھر خطرے میں نہ تھے دراصل وہ محاذ سے بھاگنا چاہتے تھے۔
رسول خدا (ص) کی ذمہ داری اس وقت بہت سخت اور دشوار تھی ایک طرف تو آنحضرت (ص) کو اس سپاہ کے مقابل جس کی تعداد سپاہ اسلام سے تین گنا سے بھی زیادہ تھی، اپنے کمزور محاذ کو مضبوط و آمادہ کرنا تھا دوسری طرف ان غداروں کی سرکوبی تھی جو محاذ کے اندر ریشہ دوانی کر رہے تھے، اس کے ساتھ ہی اس سپاہ کی آپ (ص) کو حوصلہ افزائی کرنی تھی جن کے دل مضطرب اور جانیں لبوں تک پہنچ گئیں تھی،
ان تمام نامساعد حالات کے باوجود جو اس وقت رونما ہو رہے تھے آپ (ص) اپنے اصحاب

کو فتح و کامرانی کی خوشخبری بھی دے رہے تھے، جو ان ظاہری نامساعد (نامناسب) حالت کے پس پشت پنہاں تھی۔
رسول خدا (ص) انتہائی سخت و دشوار حالات یہاں تک کہ بنی قریظہ کی عہد شکنی کے بعد بھی اپنی سپاہ کے حوصلے بلند کرنے کیلئے برابر فتح و کامرانی کا یقین دلا رہے تھے۔ (38) اور عہد شکنوں کی سازشوں کا توڑ کرنے کے لئے پانچ سو (500) سپاہیوں کو تکبیر کہتے ہوئے مدینہ کی گلیوں میں گشت کرنے کا حکم دیا تھا۔ (39)

ایمان و کفر کے نمائندوں کی جنگ
تقریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ رہا اور قریش کی کوشش لاجواب رہی، آخر کار سپاہ مکہ کے پانچ جنگجو خندق کا وہ حصہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کی چوڑائی نسبتاً کم تھا چنانچہ اسے انہوں نے عبور کیا اور سپاہ اسلام کو جنگ کیلئے للکارا۔ "عمرو ابن عبدود" سب سے زیادہ رجز یہ اشعار پڑھ رہا تھا (40) وہ لشکر اسلام کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا "تمہیں للکارتے ہوئے اور لڑنے کی دعوت دیتے دیتے میری آواز بیٹھ گئی ہے او رمیں تھک گیا ہوں" لیکن کسی نے اسکی للکار کا جواب نہ دیا۔

سپاہ اسلام میں حضرت علی (ع) کے علاوہ کسی اور نے اس کی للکار کا جواب دینے کی جرات نہیں کی۔ رسول اکرم (ص) نے اپنی شمشیر حضرت علی (ع) کو عنایت فرمائی او رآپ (ع) کے حق میں دعا کی جس وقت حضرت علی (ع) "عمرو" کے مقابل آئے تو رسول خدا (ص) نے فرمایا: "بَرَزَ الْإِيمَانُ كُلَّهُ إِلَى الشَّرِكِ كُلِّهِ" یعنی اب کل ایمان سراپا شرک کے مقابلے کیلئے میدان میں آگیا ہے۔

دونوں جنگجوؤں نے رجز یہ اشعار پڑھتے ہوئے قبضہ شمشیر کو ہاتھ میں لیا اور ایک دوسرے پر وار کرنے لگے دیکھتے ہی دیکھتے امیر المومنین حضرت علی (ع) کا نعرہ تکبیر میدان کارزار میں بلند ہوا اور رسول خدا (ص) نے فرمایا کہ خدا کی قسم علی (ع) نے اسے مار گرایا۔

"عمرو" کے ساتھیوں نے جب اسے خاک و خون میں لوٹتے دیکھا تو وہ میدان جنگ سے بے محابہ بھاگ نکلے۔ (41)
"عمرو" کے مارے جانے کے بعد قریش کے حوصلے پست پڑ گئے، احزاب کے سرداروں نے جب اپنی انتقام جویانہ کارروائی اور دیگران عوامل میں جن کا آئندہ ذکر کیا جائے گا، خود کو بے دست و پا پایا تو انہوں نے محاصرہ کو جاری رکھنے کا خیال ترک کر دیا اور واپس مکہ چلے گئے۔

غزوہ احزاب میں جانبازان اسلام میں سے چھ افراد نے جام شہادت نوش کیا اور مشرکین کے آٹھ سپاہی مارے گئے (42) اور اس طرح 23 ذیقعدہ سنہ 5 ہجری کو یہ جنگ ختم ہوئی (43) اور احزاب کا لشکر شرمناک شکست سے دوچار ہو کر اپنے گھروں کو سدھارا۔

222

سوالات

- 1_ جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کے کیا اسباب تھے؟ مختصر طور پر بیان کیجئے۔
- 2_ جنگ احد میں مسلمان جس شکست سے دوچار ہوئے اس کے بارے میں قرآن کا نظریہ مختصر طور پر بیان کیجئے؟
- 3_ جنگ احد کی شکست سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا اور اس کے کیا مثبت نتائج برآمد ہوئے؟
- 4_ غزوہ "حمراء الاسد" کا واقعہ کس طرح پیش آیا، اس میں کن لوگوں نے شرکت کی اور اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟
- 5_ جنگ "احد" اور "احزاب" کے درمیان کون سے اہم واقعات رونما ہوئے مختصر طور پر ان کی کیفیت بیان کیجئے۔
- 6_ جنگ احزاب کن لوگوں کی تحریک کی باعث وقوع پذیر ہوئی؟
- 7_ رسول خدا (ص) کو جب لشکر احزاب کی سازش کا علم ہوا تو آپ (ص) نے کیا اقدام فرمایا؟
- 8_ جب مسلمانوں کو "بنی قریظہ" کی عہد شکنی کا علم ہوا تو ان کے دلوں پر کیا گزری؟
- 9_ جنگ احزاب کس تاریخ کو اور کس طرح اختتام پذیر ہوئی؟

223

حوالہ جات

- 1_ سورہ آل عمران 152
- 2_ ان کی اس بدگمانی کے جواب میں آل عمران کی آیت 161 نازل ہوئی : وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ (... "کسی نبی کا یہ کام نہیں ہوسکتا کہ وہ خیانت کر جائے")
- 3_ سورہ آل عمران آیہ 152
- 4_ خداوند تعالیٰ نے سورہ آل عمران کی آیت 154 میں ان کے اس گمان کے بارے میں ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو : المیزان ج 4 صفحات 48، 47)
- 5_ آل عمران / 42
- 6_ آل عمران / 154
- 7_ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس افواہ کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس کی وجہ سے رسول خدا (ص) کو دشمن کی چنگل سے نجات مل گئی کیونکہ جب رسول خدا (ص) کے قتل کئے جانے کی افواہ گشت کر گئی تو دشمن نے لاشوں کی درمیان آنحضرت (ص) کو تلاش کرنا شروع کر دیا اور اسے آپ (ص) کا تعاقب کرنے کا خیال ہی نہ آیا۔
- 8_ السيرة الحلبية ج 2 ص 227، قرآن مجید نے سورہ آل عمران کی آیت 144 میں اس طرز فکر کو بیان کیا ہے : (وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا) "محمد (ص) بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں پھر کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دینے جائیں تو تم لوگ الٹے پانوں پھر جانو گے؟ یاد رکھو جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا"۔
- 9_ سورہ آل عمران / 166
- 10_ سورہ آل عمران / 165
- 11_ سورہ آل عمران / 139

224

- 12_ سورہ آل عمران / 140
- 13_ سورہ آل عمران / 165
- 14_ سورہ آل عمران / 143
- 15_ سورہ آل عمران / 146، 147
- 16_ سورہ آل عمران / 141

- 17_ سورہ آل عمران / 154
 18_ سورہ آل عمران / 72
 19_ ملاحظہ ہو : السيرة الحلبية ج 2 ص 256
 20_ قمی مرحوم نے ایک روایت کی بنیاد پر یہ بھی بیان کیا ہے کہ : اس مشق میں صرف زخمیوں کو شرکت کرنے کی دعوت دی گئی تھی
 ملاحظہ ہو : بحار الانوار ج 20 ص 64
 21_ یہ جگہ مدینہ سے تقریباً 8 میل (16 کلومیٹر) کے فاصلے پر واقع ہے ملاحظہ ہو : معجم البلدان ج 2 ص 301
 22_ سورہ آل عمران / 172
 23_ مدینہ سے 35 یا 42 یا 43 میل کے فاصلے پر یہ جگہ تھی (ملاحظہ ہو : الصحيح من السيرة النبى (ص) ج 4 ص 335_ 336)
 24_ السيرة الحلبية ج 2 ص 257_ 259
 25_ السيرة الحلبية ج 2 ص 256
 26_ السيرة الحلبية ج 2 ص 309
 27_ سورہ نور آیت 62
 28_ المغازی ج 2 ص 446_ 447 والسيرة الحلبية ج 2 ص 313
 29_ السيرة النبوية ج 3 ص 226 ' ابن بشام نے لکھا ہے کہ سورہ نور کی آیت 63 ایسے ہی لوگوں کیلئے نازل ہوئی ہے ۔
 30_ المغازی ج 2 ص 454

225

- 31_ بحار الانوار ج 20 ص 221
 32_ تاریخ طبری ج 2 ص 570
 33_ السيرة النبوية ج 3 ص 231
 34_ السيرة الحلبية ج 2 ص 318
 35_ سورہ احزاب آیت 10_ 11
 36_ سورہ احزاب آیت 22
 37_ سورہ احزاب آیت 13
 38_ السيرة النبوية ج 3 ص 233
 39_ المغازی ج 2 ص 460
 40_ وہ جنگ بدر میں ایسا سخت زخمی ہوا تھا کہ جنگ احد میں شریک ہونے کے قابل نہ رہا تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ بہادری میں وہ اکیلا ایک ہزار پر بھاری ہے۔ بحار الانوار ج 20 ص 202
 41_ بحار الانوار ج 20 ص 203_ 215
 42_ تاریخ یعقوبی ج 2 ص 51
 43_ المغازی ج 2 ص 440

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

227

سبق 12:

غزوات بنی قریظہ ، بنی مصطلق اور صلح حدیبیہ

229

لشکر احزاب کی شکست کے اسباب

جنگ احزاب میں اسلام کے خلاف شرک کی سب سے بڑی طاقت کے شکست پذیر ہونے کے مختلف اسباب و عوامل تھے جن میں سے چند ذیل میں درج ہیں:

1_ خداوند تعالیٰ کی مخفی اور علانیہ مدد:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا) (1)
"اے ایمان والو یاد کرو اللہ کے احسان کو جو (ابھی ابھی) اس نے تم پر پر کیا ہے ، جب تم پر (احزاب کے) لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر شدید آندھی بھیجی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تم کو نظر نہ آتی تھی اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم اس وقت کر رہے ۔"

2_ لشکر احزاب کے پہنچنے سے قبل خندق کا تیار ہوجانا جس کی وجہ سے نہ صرف دشمن شہر میں داخل نہ ہوسکا بلکہ اس کے حوصلے بھی پست ہو گئے اور نفسیاتی لحاظ سے اس پر کاری ضرب تھی۔

3_ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی دلیری اور شجاعت کے باعث مشرکین کا سب سے بڑا بہادر "عمرو بن عبدود" ہلاک ہوا ، حضرت علی (ع) کی (تقدیر ساز کاری) ضرب

230

مسلمانوں کے حوصلے بلند کرنے میں نہایت مفید اور کفار کے حوصلے پست کرنے میں انتہائی کارآمد ثابت ہوئی (2)
4_ "نعم بن مسعود" کی وجہ سے دشمن کی صفوں میں اختلاف و خلیج کا پیدا ہونا _ وہ قریش و یہود کے درمیان ممتاز اور قابل اعتماد شخص تھے ، جنگ سے کچھ عرصہ قبل تک وہ محاذ کفر میں شامل رہے مگر ایک دن خفیہ طور پر رسول خدا (ص) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دین اسلام سے مشرف ہونے کے بعد رسول خدا(ص) کی اجازت سے انہوں نے جنگی چال کا حربہ استعمال کیا اور لشکر کفار کے ذہنوں میں شک و وسواس پیدا کرکے احزاب کی فوج اور ان کی یکسوئی کو درہم برہم کردیا۔

انہوں نے سب سے پہلے "بنی قریظہ" کے یہودیوں سے ملاقات کی اور گفتگو کے درمیان ان کے دلوں میں قریش کی طرف سے بدگمانی پیدا کردی اس کے ساتھ باتوں پی باتوں میں انہوں نے اُن کو اس بات کیلئے آمادہ کر لیا کہ وہ سپاہ احزاب کے سامنے یہ شرط رکھیں کہ ہم اس صورت میں تمہارے ساتھ تعاون کرسکتے ہیں کہ اپنے سرداروں میں سے چند افراد کو ہمارے پاس بطور یرغمال بھیجو۔

اس کے بعد وہ "ابوسفیان" کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ "بنی قریظہ" نے محمد (ص) کے ساتھ جو عہد شکنی کی ہے اس پر وہ پشیمان ہیں اپنے اس اقدام کی تلافی کیلئے انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم میں سے چند لوگوں کو بطور یرغمال پکڑ لیں اور انہیں محمد(ص) کے حوالے کردیں۔ "نعم" کی کوشش کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ وہ دو گروہ جو باہمی طور پر متحد ہو گئے تھے اب ایسے بدظن ہو گئے کہ ایک نے دوسرے سے جو بھی پیشکش کی اسے رد کردیا گیا (3)۔

231

5_ دشمن کے مقابل رسول خدا (ص) کی استقامت و پائنداری اگر چہ اس وقت مسلمان دشوار ترین مراحل سے گزر رہے تھے اور پوری فضا ان کے خلاف ہوجکی تھی مگر ان صبر آزما حالات کے باوجود لشکر اسلام اس بات کیلئے تیار نہ تھا کہ دشمن کو ذرہ برابر بھی رعایت دی جائے۔

6_ رسول خدا (ص) کی دانشمندانہ قیادت ، میدان کارزار میں مسلسل موجودگی ، عین وقت پر صحیح تدبیر 'سیاسی اور جنگی چالوں کے باعث بیرونی اور اندرونی دشمن کے دلوں پر مایوسی کا چھاجانا۔

7_ فوجی نظم و ضبط 'خندق کے نگہبانوں نیز گشتی پہرہ داروں کی زود فہمی اور محاذ جنگ کے متعلق تمام قواعد و آداب جنگ سے مکمل واقفیت۔

8_ سردی 'دشمن کے جانوروں کیلئے چارے کی کمی ، میدان کارزار کی مکہ سے دوری 'حملہ آور سپاہ کی جسمانی کوفت بالخصوص اس وقت جبکہ وہ بار بار سعی و کوشش کے بعد بھی خندق کو عبور کرنے میں ناکام رہے۔

جنگ "احزاب" کا خاتمہ اور مسلمانوں کی یورش کا آغاز

جنگ احزاب، دشمن کی قوت نمائی کا آخری مظہر تھی ، ایسی عظیم طاقت کا اسلام کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہونا فطری طور پر اس حقیقت کا آئینہ وار ہے کہ اب دشمن کے حوصلے قطعی پست پڑ گئے اور اس کی ہر امید یاس میں بدل گئی اور یہ بات جنگ احزاب کے بہترین نتائج میں سے تھی۔

چنانچہ اسی وجہ سے رسول خدا (ص) نے مسلمانوں کو خوشخبری دی تھی کہ اس مرحلے پر پہنچ کر

اسلامی تحریک کے نئے دور کا آغاز ہوگا اور اس ضمن میں فرمایا تھا کہ: "أَلْيَوْمَ نَغْزُؤُكُمْ وَلَا يَغْزُونَا" (4) یعنی اس کے بعد ہم ان سے جنگ کریں گے وہ ہم سے آکر جنگ نہیں کر سکیں گے۔
 اور اس کے بعد کے واقعات بھی اسی طرح رونما ہوئے جس طرح رسول اکرم (ص) نے پیشین گوئی کی تھی۔ مسلمانوں کی فتح و نصرت نے سیاسی، عسکری اور اقتصادی اعتبار سے مشرکین پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ رسول خدا (ص) کی حیات میں تو ان میں اتنی بھی سکت باقی نہ رہی کہ اپنی کمر سیدھی کر سکیں اور اپنی اس شکست کی تلافی کر سکیں۔ اس کے برعکس مسلمانوں نے ان مختلف پہلوؤں سے جن کا اوپر ذکر نے میں کامیاب ہو کیا جا چکا ہے وہ مقام و مرتبہ حاصل کر لیا کہ اپنی توانائی اور برتری کے بل پر ہر سازش کو اس سے پہلے کہ وہ وجود میں آئے نسبت و نابود کر دیں۔

عہد شکن لوگوں کی سزا

لشکر احزاب اگرچہ وقتی طور پر مسلمانوں کے چنگل سے نکل کر فرار کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن وہ داخلی خیانت کار (یہود بنی قریظہ) جو دشمن کے سپاہ کی تعداد، اور سامان جنگ کی کثرت نیز اس کے پر فریب و وعدوں کا شکار ہو گئے تھے اور اس کی فتح و نصرت کا انہیں پورا یقین تھا وہ اب بھی مسلمانوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے، اس خیال کے پیش نظر کہ وہ عدل و انصاف کے چنگل سے بچ کر نہ نکل جائیں انہیں ان کی خیانت کاریوں کی سزا دینی ضروری تھی۔ چنانچہ رسول خدا (ص) جیسے ہی غزوہ خندق سے واپس تشریف لائے فوراً ہی فرشتہ وحی نازل

ہوا اور پیغمبر اکرم (ص) کو ہدایت دی کہ آنحضرت (ص) "بنی قریظہ" کے قلعہ کی جانب تشریف لے جائیں۔ رسول خدا (ص) 23 ذی القعدہ (5) کو تین ہزار جنگجو افراد کو ساتھ لے کر دشمن کے قلعہ کی جانب روانہ ہوئے اس لشکر کے علم بردار حضرت علی (ع) تھے اور وہ لشکر کے ہر اول دستے کے ساتھ ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ (6)
 نماز عصر ادا کرنے کے بعد دشمن کے قلعے کا محاصرہ ہوا جو پندرہ (7) یا پچیس روز (8) تک جاری رہا اس عرصے میں دونوں طرف سے صرف تیر اندازی ہوتی رہی اور اس کے علاوہ کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔
 یہودیوں نے جب دیکھا کہ مقابلے کا کوئی فائدہ نہیں تو وہ کچھ غور و فکر کرنے لگے چنانچہ انہوں نے اس طرح کی تجاوز پیش کیں کہ انہیں مدینہ سے چلے جانے کی اجازت دے دی جائے پہلے تو وہ اپنا مال و اسباب بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے مگر بعد میں اس بات پر بھی راضی ہو گئے کہ وہ اپنے سارے ساز و سامان کو یہیں چھوڑ کر کوچ کر جائیں لیکن رسول خدا (ص) کو ابھی تک یہ یاد تھا کہ "بنی قینقاع" اور "بنی نضیر" نے مدینہ سے باہر نکل جانے کے بعد کیا کیا خیانت کاریاں کی تھیں اور آنحضرت (ص) یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر یہ لوگ بھی عدل و انصاف کے چنگل سے نکل گئے تو ممکن ہے کہ اسلام کے خلاف نئی سازشیں تیار کرنے میں لگ جائیں اسی لئے آپ (ص) نے ان کی تجاوز کو رد کر دیا اور یہ مطالبہ کیا کہ وہ بلا قید و شرط ہتھیار ڈال دیں۔
 محاصرہ کو جاری دیکھ کر بنی قریظہ کے لئے خود کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہا چنانچہ انہوں نے قلعے کے دروازے کھول دیئے اور رسول خدا (ص) کے حکم سے اسلحہ ان سے

ضبط کر کے انہیں ایک گوشہ میں حراست میں لے لیا گیارہ سال خدا (ص) کی تجویز اور مقید یہودیوں کے مشورے سے قبیلہ اوس کے سردار حضرت "سعد بن معاذ" اور جنگ احزاب کے ایک زخمی کو ان کے بارے میں قائم کی گئی عدالت کا حاکم مقرر کیا گیا۔ (9)

سعد نے مردوں کے قتل، عورتوں اور بچوں کی اسیری اور ان کے تمام مال و اسباب پر بطور مال غنیمت قابض ہوجانے کا حکم صادر کیا، جب سعد نے اپنا حکم صادر کر دیا تو رسول خدا (ص) نے ان سے فرمایا کہ: "سچ تو یہ ہے کہ ان کے بارے میں تم نے وہی حکم صادر کیا ہے جو خداوند تعالیٰ نے سات آسمانوں پر سے جاری کیا تھا۔"
 حضرت سعد ایک مومن 'متقی' دانشمند اور سیاسی شخص تھے اسی لئے انہوں نے جو فیصلہ صادر کیا وہ اس دور کے اسلامی معاشرے سے واقفیت پر مبنی تھا اور چونکہ وہ خیانت کار و سازشی عناصر کی کیفیت سے بخوبی واقف تھے اسی

لئے انہوں نے اس پہلو کو بھی مدنظر رکھا نیز دیگر مسلمانوں پر بھی بارہا ثابت ہو چکا تھا کہ یہودی شریک اور ضدی ہونے کے باعث ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں منہمک رہتے ہیں اگرچہ رسول خدا (ص) نے ہمیشہ نرمی اور درگزر سے کام لیا لیکن اس کے باوجود انہی لوگوں نے جنگ احد اور جنگ احزاب کے فتنے کو ہوا دی اور قتل و غارت گری نیز تمام نقصانات کا سبب بنے۔

کیا یہ تجربات اس مقصد کیلئے کافی نہ تھے کہ سعد ان خیانت کاروں کے بارے میں وہی اقدام کریں جو رسول خدا (ص) نے کیا "ابو عذرہ" خیانت کار کے بارے میں فرما چکے تھے (10) اور وہی بات نہ دہراتے جو رسول خدا (ص) کی مبارک زبان سے نکل چکی تھی یعنی مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈساجاتا اور وہ بھی "حُیّ ابن اخطب" جیسے خیانت کار کے بارے میں جس نے تختہ دار پر بھی نہایت گستاخی کے ساتھ رسول خدا (ص) سے کہا تھا کہ "اس دشمنی کے

235

باعث جو میرے اور تیرے درمیان ہے میں خود کو قابل ملامت نہیں سمجھتا" (11)

اس کے علاوہ "بنی قریظہ" نے رسول خدا (ص) سے جو عہد و پیمان کیا تھا اس میں وہ اس شرط کے پابند تھے کہ وہ ہرگز رسول (ص) اور صحابہ رسول (ص) کے خلاف کوئی اقدام نہ کریں گے نیز ہاتھ اور زبان سے آنحضرت (ص) کو کوئی اےذا و تکلیف نہیں پہنچائیں گے اور اگر وہ ان شرائط کی خلاف ورزی کریں گے تو رسول خدا (ص) کیلئے ان کا خون بہانا ' ان کے مال کو ضبط کرنا اور ان کی عورتوں نیز بچوں کو اسیر کرنا مباح ہوگا (12) اس بنا پر سعد نے جو حکم جاری کیا وہ اس عہد و پیمان کی بنیاد پر تھا جو بنی قریظہ کر چکے تھے۔

"بنی قریظہ" کی خیانت کاریوں پر اگر غور کیا جائے تو ہم پر یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ رسول خدا (ص) نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اسلام و یہودیت کا مسئلہ نہ تھا بلکہ اس کا سبب وہ عہد شکنی تھی جو اسلام کے ساتھ وہ ہمیشہ سے کرتے آئے تھے، قبیلہ "بنی قنیقاع" و "بنی نضیر" کے علاوہ "خیبر" اور "وادی القری" کے یہودیوں کے ساتھ رسول خدا (ص) کا جو بزرگوارانہ رویہ رہا اور جس تحمل و بردباری کا آنحضرت (ص) سلوک فرماتے رہے نیز "بنی قریظہ" کے ساتھ جو مسالمت آمیز معاہدہ آپ (ص) نے کیا وہ ان حقائق کو سمجھنے میں ہمیں مدد دیتے ہیں۔

اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ دشمنان اسلام جب اسلام و یہودیت کی دشمنی کا ذکر کرتے ہوئے ان واقعات کو بطور سند بیان کرتے ہیں تو وہ یا تو اسلام اور سیرت رسول خدا (ص) سے واقف نہیں ہوتے اور یا اس میں ان کی کوئی خاص غرض شامل ہوتی ہے۔

اس کے باوجود بعض مسلم مورخین (13) نے اس واقعہ قتل کی صحت کے بارے میں شک و تردید کا اظہار کر کے مسلمانوں کی اس تقدیر ساز جنگ میں ان کی عظیم خیانت کاری کو

236

نہایت ہی معمولی واقعہ سمجھا ہے بقول رسول خدا (ص) کل ایمان کا سراپا کفر کے ساتھ مقابلہ تھا اور یہودی کفر کے ساتھ تھے (14)۔ اس کے ساتھ ہی اس تردید کا مطلب "غزوہ احد" اور "غزوہ احزاب" میں ان کے مجرمانہ افعال سے بھی چشم پوشی اور حق کے سامنے ان کے غیر لچک دار اور ہٹ دھرم رویہ پر عدم توجہ ہے۔ چنانچہ یہی کینہ تیزی اور اسلام دشمنی ہم یہودی "بنی قریظہ" کی موجودہ نسل "اسرائیل اور صہیونیت کے ان تمام پیروکاروں میں دیکھتے ہیں جو ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

"بنی قریظہ" کی خیانت کاری اور انہیں اس کی سزا دیئے جانے کے واقعے کو تمام مورخین کے علاوہ شیخ مفید مرحوم (15) ابن شہر آشوب (16) قمی (17) طبرسی (18) علامہ مجلسی (19) اور معاصرین میں علامہ طباطبائی (20) جیسے محدثین اور مفسرین نے اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے اس بنا پر خیانت کاروں کو ان کے کئے کی سزا دیئے جانے کے اصل واقعہ کے بارے میں کسی توجیہ یا خدشے کی گنجائش باقی نہیں۔

غزوہ بنی قریظہ کا سودمند پہلو

"بنی قریظہ" کے یہودیوں کا قلع قمع کئے جانے کے بعد مسلمانوں کو یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ ان جاسوسوں کا خاتمہ ہو گیا ہے جو اندرون محاذ میں سرگرم عمل تھے اور اس کی وجہ سے اسلامی حکومت کے مرکز میں قائم مشرکین کی فوجی اور انتہیلی جنس ایجنسی کی سرگرمیوں کا خطرہ بھی باقی نہ رہا اور چونکہ مال غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ اسلحہ

بھی لگا تھا اس لئے مسلمانوں کی اقتصادی اور عسکری طاقت کو ایسی تقویت پہنچی کہ اس کی وجہ سے آئندہ فتوحات بالخصوص یہودیوں پر غلبہ پانے کی راہیں ہموار ہو گئیں اس کے ساتھ ہی رسول خدا (ص)

237

کا مقام و مرتبہ بحیثیت قائد اور اسلامی طاقت کا رعب و دبدبہ ہر دوست و دشمن کے دل میں جم گیا۔

صلح و محبت کا سال

سنہ 6 ہجری کو "سنۃ الاستئناس" (21) یعنی انس و محبت کا سال کہاجاتا ہے (22) چنانچہ یہ سال مسلمانوں کیلئے نہایت ہی پر خیر و برکت اور سازگار رہا۔
اس سال مسلمانوں نے تقریباً تیس جنگی معرکے کئے اور بیشتر مواقع پر وہ فتح و کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور دشمن کا بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا (23) ذیل میں ہم مختصر طور پر دو غزوات کا جائزہ لیں گے۔

1_ غزوہ "بنی مصطلق"

قبیلہ "بنی مصطلق" کی چونکہ جنگ احد میں قریش کے ساتھ ساز باز تھی اسی لئے انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے جنگی سامان کی فراہمی شروع کر دی۔
رسول خدا (ص) کو جب ان کی سازش کا علم ہوا تو آنحضرت (ص) نے اپنے لشکر کو آمادہ جنگ ہونے کا حکم دیا چنانچہ ماہ شعبان 6 ہجری میں مسلمانوں کو ایک گروہ کو ساتھ لے کر آپ (ص) دشمن کی جانب روانہ ہوئے "مریسع" (25) نامی مقام پر غنیم سے مقابلہ ہوا اس معرکہ میں سازشی گروہ کے دس (10) افراد مارے گئے اور باقی چونکہ مقابلے کی تاب نہ لاسکے اس لئے انہوں نے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھی اور چونکہ وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے تھے نیز ان کا مال جو تقریباً دو ہزار اونٹوں اور پانچ ہزار بھیڑوں پر

238

مشمول تھا، بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔
قیدیوں کو مدینہ منتقل کرنے کے بعد رسول خدا (ص) نے قبیلہ "بنی مصطلق" کے سردار "حارث ابن ابی ضرار" کی لڑکی "جویریہ" سے فدیہ ادا کرنے کے بعد نکاح کر لیا۔
مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ اس شادی کے ذریعہ قبیلہ بنی مصطلق اور رسول خدا (ص) کے درمیان قرابت داری ہو گئی ہے تو انہوں نے فدیہ لئے بغیر ہی تمام قیدیوں کو یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ یہ بھی رسول خدا (ص) کے رشتہ دار ہیں۔
اس پر برکت رشتہ ازدواج اور رسول خدا (ص) نیز مسلمانوں کے حسن سلوک کے باعث قیدیوں کے دل دین اسلام کی جانب مائل ہو گئے چنانچہ ان سب نے دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا اور ہنسی خوشی اپنے اپنے وطن واپس چلے گئے (26)۔

2_ صلح حدیبیہ

سنہ 5 '6 ہجری کے دوران محاذ حق پر مسلمانوں کو جو بے در پے فتوحات نصیب ہوئیں ان کے باعث سیاسی اقتصادی نیز عسکری اعتبار سے اسلام کی حیثیت "جزیرہ نمائے عرب" میں پہلے سے کہیں زیادہ مستحکم و پائدار ہو گئی اس کے ساتھ ہی رسول خدا (ص) کے لئے یہ امکان پیدا ہو گیا کہ قریش کی سازشوں سے بلاخوف و خطر اور اسلحہ و ساز و سامان جنگ کے بغیر مکہ کا سفر اختیار کر کے زیارت کعبہ سے مشرف ہو سکیں چنانچہ آپ (ص) نے اندرون و بیرون مدینہ اعلان کرایا کہ لوگ اپنے اس عبادی، سیاسی سفر کی تیاری کریں۔
تقریباً چودہ (1400) پندرہ (1500) یا سولہ (1600) سو سے زیادہ افراد نے اس سفر پر روانہ ہونے کے لئے آمادگی ظاہر کر دی، رسول خدا (ص) نے ان سے فرمایا کہ :

239

اس سفر پر جانے کا ہمارا مقصد جنگ نہیں بلکہ عمرہ کرنا ہے چنانچہ ہر شخص اپنے ساتھ ایک تلوار اس وجہ سے لے

سکتا ہے کہ یہ مسافروں کے لئے ضروری ہے۔
 اس کے بعد رسول خدا (ص) نے قربانی کیلئے ستر (70) اونٹ اپنے ساتھ لئے۔ آنحضرت (ص) کے علاوہ اصحاب نے بھی قربانی کے مقصد کیلئے اونٹ اپنے ساتھ لئے۔ رسول خدا (ص) نے "ذوالحلیفہ" نامی مقام پر احرام باندھا اور پہلی ذی القعدہ سنہ 6 ہجری کو خانہ خدا کی زیارت کی خاطر مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ (27)
 مسلمانوں کی اس مختصر تعداد کے ساتھ رسول خدا (ص) کا سفر مکہ اختیار کرنا اور وہ بھی عسکری ساز و سامان کے بغیر خطرات سے خالی نہ تھا کیونکہ یہ واضح تھا کہ قریش اسلام پر کاری ضرب لگانے نیز رسول خدا (ص) کو اپنے راستے سے ہٹانے کے علاوہ کچھ سوچتے ہی نہیں تھے اور گزشتہ چند سال کے دوران ان کا سابقہ رسول خدا (ص) کے ساتھ میدان جنگ میں اس طرح پڑا تھا کہ ہر بار منہ کی کھائی تھی تو جب رسول خدا (ص) کو صحابہ کی اس مختصر جماعت کے ساتھ دیکھیں گے اور انہیں معلوم ہوگا کہ آنحضرت (ص) بغیر اسلحہ کے تشریف لا رہے ہیں تو وہ لامحالہ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش گے اور اسلام و پیغمبر اکرم (ص) کا کام ہی تمام کر دینگے۔
 چنانچہ اسی وجہ سے منافقین اور صحرا نشین عربوں نے رسول خدا (ص) کے ساتھ مکہ جانے سے اجتناب کیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگر وہ مسلمانوں کی اس مختصر جماعت کے ساتھ بغیر اسلحہ کے جائیں گے تو برگز مدینہ واپس نہ آسکیں گے اور جب قریش اس جماعت کو معمولی ساز و سامان کے ساتھ دیکھیں گے تو انہیں نیست و نابود کر دیں گے۔ (28)
 چنانچہ قرآن مجید نے ان کے گمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :

240

(بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ آلِهِمْ أَبَدًا) (29)
 "بلکہ تم لوگوں نے تو یہ سمجھا کہ رسول (ص) اور مومنین اپنے گھروں کو برگز پلٹ کر نہ آسکیں گے۔"

قریش کی مخالفت

مشرکین مکہ کو معلوم ہو گیا کہ رسول خدا (ص) ان کے شہر کی طرف تشریف لا رہے ہیں چنانچہ انہوں نے سپاہ اسلام کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کیلئے "خالد بن ولید" کو دوسو (200) سواروں کے ہمراہ رسول خدا (ص) کی جانب روانہ کیا۔

رسول خدا (ص) نے اس خیال کے پیش نظر کہ دشمن سے مقابلہ نہ ہو راستہ کو بدل کر اپنا سفر جاری رکھا اور "حذیبہ" (30) نامی جگہ پر قیام فرمایا۔ (30) لشکر "خالد بن ولید" بھی رسول خدا (ص) کا تعاقب کرتا ہوا سپاہ اسلام کے نزدیک پہنچ گیا اور وہیں اس نے پڑاؤ ڈالا۔

رسول خدا (ص) حرمت کے مہینے کے احترام اور اپنے پیش نظر اہداف و مقاصد کے تحت ہر قسم کے تصادم سے بچنے کے لئے کوشاں تھے۔

مذاکرات کا آغاز

پہلے قریش نے اپنے نمائندے رسول خدا (ص) کی خدمت میں بھیجے تاکہ یہ جاننے کے ساتھ کہ آنحضرت (ص) نے یہ سفر کس مقصد سے اختیار کیا ہے ضروری اطلاعات بھی حاصل کر لیں، رسول خدا (ص) نے نمائندگان قریش کو جواب دیتے ہوئے تاکید سے فرمایا کہ ہم جنگ

241

کرنے کیلئے نہیں آئے ہیں بلکہ ہمارا مقصد تو عمرہ اور زیارت کعبہ سے مشرف ہونا ہے لیکن ہٹ دھرم قریش نے ایسی سختی پالیسی اختیار کی کہ وہ کسی طرح بھی پیغمبر اکرم (ص) کے ساتھ مسالمت آمیز برتاؤ نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ انہوں نے رسول خدا (ص) کے اس نرم رویے کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لشکر کے پچاس (50) سپاہیوں کو اس کام کے لئے مقرر کر دیا کہ وہ سپاہ اسلام کے نزدیک جاکر چند لوگوں کو گرفتار کر کے لے آئیں۔ لیکن سپاہ اسلام کے مستعد پاسبانوں نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور رسول خدا (ص) کی خدمت میں پیش کر دیا، رسول خدا (ص) نے انہیں یہ بتائے کیلئے کہ آپ (ص) کا رویہ صلح آمیز ہے ان سب کو آزاد کر دیا۔
 جب قریش کے نمائندوں کی آمد و رفت کا کوئی فائدہ نہ ہوا تو رسول خدا (ص) نے اپنے نمائندے قریش کی جانب روانہ کئے

، لیکن انہوں نے نمائندوں کے ساتھ بدسلوکی کی بلکہ ان میں سے ایک کے پیچھے اونٹ دوڑا کر ان کی جان لینے کا قصد کیا اور دوسرے کو اپنے پاس روک لیا۔ (31)

بیعت رضوان

جب رسول خدا (ص) کے آخری نمائندے (عثمان) صحیح وقت پر واپس نہ آئے تو اس افواہ کو تقویت ملی کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے اور یہ بات رسول خدا (ص) اور مسلمانوں پر بہت شاق گزری۔ اس پر رسول خدا (ص) نے فرمایا کہ جب تک قریش کا خاتمہ نہیں کر لیتے ہم یہاں سے نہیں جائیں گے اور آنحضرت (ص) نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ اس مسئلے کے بارے میں آپ (ص) کے دست مبارک پر بیعت کر لیں ، مسلمین نے اس درخت کے نیچے جس کا نام "سمرہ" تھا یہ

242

بیعت کی کہ مرتے دم تک ہم آپ (ص) کے ساتھ ہیں چنانچہ یہی وہ بیعت ہے جسے "بیعت رضوان" سے تعبیر کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔
(لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا) (32)
"اللہ مومنین سے اس وقت خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اسی لئے اس نے ان اطمینان و پر سکون نازل فرمایا اور ان کو انعام مینعنقریب ہونے والی فتح بخشی۔"
جب لوگ رسول خدا (ص) کے دست مبارک پر بیعت کر چکے تو معلوم ہوا کہ آپ (ص) کا نمائندہ قتل نہیں ہوا ہے اس واقعہ کے بعد قریش نے "سہیل بن عمرو" کو مصالحت کی غرض سے رسول خدا (ص) کی خدمت میں روانہ کیا طویل بحث و گفتگو کے بعد صلح کا معاہدہ کیا گیا جس کی بنیاد پر طرفین میں یہ طے ہوا کہ دس سال تک ایک دوسرے سے جنگ نہ کریں گے ، اس سال تو مسلمان یہیں سے واپس مدینہ چلے جائیں لیکن آئندہ سال بیت اللہ کی زیارت کو آسکتے ہیں ، مسلمین و مشرکین کو اپنی دینی رسومات ادا کرنے کی اجازت ہوگی، طرفین کو اس بات کی بھی اجازت ہوگی کہ وہ جس قبیلے کو بھی چاہیں اپنا حلیف بنالیں اگر قریش کے کسی فرد نے مسلمانوں کی پناہ لی تو ان کیلئے یہ لازم ہوگا کہ وہ اسے واپس کریں لیکن قریش کے لئے یہ ضروری نہیں ہوگا کہ وہ بھی کسی مسلمان پناہ گزین کو واپس کریں۔
جب صلح کا عہد و پیمان ہو گیا تو رسول خدا (ص) اور مسلمانوں نے اپنی قربانی کے اونٹوں کو نہر کیا ، سرونکے بال ترشوا کر احرام سے باہر نکلے اور مدینہ واپس آگئے۔ (33)

243

صلح حدیبیہ کے سیاسی، مذہبی اور معاشرتی نتائج

بعض مسلمانوں کی رائے کے برعکس (34) صلح حدیبیہ اسلام کی عظیم الشان فتح و کامرانی تھی چنانچہ قرآن نے اسے "فتح مبین" کے عنوان (35) سے یاد کرتے ہوئے فرمایا ہے :
(إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا)

"اے نبی (ص) ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی۔"

اور رسول خدا (ص) نے اسے "اعظم الفتوح" یعنی عظم ترین فتح سے تعبیر فرمایا ہے (36)
اس دور کے اسلامی معاشرے کیلئے اس فتح و نصرت کے بہت سے عمدہ اور سود مند نتائج برآمد ہوئے جن میں سے ہم بعض کا ذکر ذیل میں کریں گے۔

- 1_ رسول خدا (ص) کی پیش قدمی کے باعث ایک طرف تو صلح و امن کے امکانات روشن ہو گئے اور دوسری طرف مکہ کے فریب خوردہ لوگوں پر یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ رسول خدا (ص) کے دل میں حرمت کے مہینوں 'شہر مکہ اور خانہ خدا کے لئے بہت زیادہ عقیدت و احترام پایا جاتا ہے۔
- 2_ صلح حدیبیہ کی وجہ سے اسلام کو باقاعدہ طور پر تسلیم کر لیا گیا اور قریش کے دلوں پر اس کی طاقت و عظمت بیٹھ گئی، اس صلح کے باعث ہی جزیرہ نما ئے عرب میں اسلام کے وقار کو بلندی حاصل ہوئی اور مسلمانوں کے اثر و رسوخ کے امکانات وسیع ہو گئے۔

3_ مسلمانوں پر اس وقت تڪ جو پابندیاں عائد تھیں وہ ختم ہو گئیں اور وہ ہر جگہ رفت و آمد کر سکتے تھے چنانچہ اس باہمی ربط و ضبط کا ہی نتیجہ تھا کہ لوگوں نے اسلام کے بارے میں پہلے سے کہیں زیادہ واقفیت حاصل کی۔

244

4_ جزیرہ نمائے عرب میں دین اسلام کی اشاعت کیلئے مناسب میدان فراہم ہو گیا اب تڪ مختلف قبائل کے دلوں میں اسلام کے بارے میں غلط فہمی اور بدگمانی تھی ان افراد کو جب رسول خدا (ص) نے صلح پسندی کی دعوت عام دی تو وہ لوگ اسلام کے بارے میں از سر نو غور و فکر کرنے مجبور ہو گئے اور اس کی وجہ سے وہ رسول خدا (ص) نیز مسلمانوں کے زیادہ نزدیک آ گئے۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان تقریباً دو سال کا ہی فاصلہ ہے اور یہ فتح اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ اس کے باعث مسلمانوں کے اثر و رسوخ میں روز بروز اضافہ ہوا۔

5_ اس فتح کے باعث ہی مسلمانوں پر "فتح خیبر" کی راہیں کھلیں "خیبر" درحقیقت یہود یوں کی وہ سرطانی غنود تھی جو اسلامی حکومت کیلئے بہت بڑا خطرہ بنی ہوئی تھی اسی طرح مرکز شرک، مکہ کی فتح کا باعث بنی اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ عرب معاشرے میں جو انقلاب رونما ہوا تھا اب وہ حجاز کی باہر پہنچنے لگا چنانچہ یہ صلح حدیبیہ کا ہی فیض تھا کہ رسول خدا (ص) کو یہ موقع مل گیا کہ آنحضرت (ص) ایران، روم اور حبشہ جیسے ممالک کے حکمرانوں کو متعدد خط روانہ کریں اور انہیں دعوت اسلام دیں۔

245

سوالات

- 1_ سپاہ احزاب کی شکست کے کیا اسباب تھے؟ مختصر طور پر بیان کیجئے۔
- 2_ رسول خدا (ص) نے کونسی جنگ کے بعد: "الْيَوْمَ نَغْزُوهُمْ وَ لَا يَغْزُونَا" کا جملہ ارشاد فرمایا؟ مختصر الفاظ میں اس کا جواب دیجئے۔
- 3_ رسول خدا (ص) نے "بنی قریظہ" کے عہد شکن لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
- 4_ "بنی قریظہ" پر جو مسلمانوں کو فتح و نصرت حاصل ہوئی اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟
- 5_ غزوہ "بنی مصطلق" کا واقعہ کب اور کس وجہ سے پیش آیا اور اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟
- 6_ قبیلہ "بنی مصطلق" کے لوگ کس وجہ سے دین اسلام کی جانب مائل ہوئے؟
- 7_ رسول خدا (ص) کب اور کتنے مسلمانوں کے ہمراہ عمرہ کرنے کی خاطر مکہ کی جانب روانہ ہوئے؟
- 8_ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے غزوہ حدیبیہ میں رسول خدا (ص) کے ساتھ شرکت کرنے سے روگردانی کی؟ اس سفر کے بارے میں ان کی کیا رائے تھی؟
- 9_ "بیعت رضوان" کس طرح اور کس مقصد کے تحت کی گئی تھی؟
- 10_ صلح حدیبیہ کے کیا سودمند اور مفید نتائج برآمد ہوئے؟

246

حوالہ جات

- 1_ سورہ احزاب آیت 9
- 2_ اس کے سلسلے میں رسول خدا (ص) نے فرمایا تھا: لَمْ يَبْقَ بَيْتٌ مِّنْ بُيُوتِ الْمُشْرِكِينَ إِلَّا وَقَدْ دَخَلَهُ وَبْنَ بَقْتُلِ عُمَرُو: وَ لَمْ يَبْقَ بَيْتٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا وَقَدْ دَخَلَهُ عَزَّ بَقْتُلِ عُمَرُو: بحار الانوار ج 20 ص 205 (مشرکین کے گھروں میں کوئی گھرایسا نہ بچا جس نے عمرو ابن عبدود کے قتل پر سوگ اور ذلت محسوس نہ کی ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں کوئی گھرایسا نہ تھا جس نے عمر کے قتل پر اظہار خوشی اور اس میں اپنی عزت محسوس نہ کی ہو)۔
- 3_ اس واقعہ کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: السيرة الحلیہ ج 2 ص 324_ 326۔
- 4_ الارشاد ص 56 و بحار الانوار ج 20 ص 209۔
- 5_ المغازی ج 2 ص 496۔

- 6_ السيرة الحلبية ج 2 ص 333_
- 7_ المغازی ج 2 ص 496_
- 8_ السيرة الحلبية ج 2 ص 333_
- 9_ "سعد" کے حاکم مقرر کئے جاتے کی ممکن ہے یہ وجہ ہو کہ چونکہ قبیلہ اوس اور یہود بنی قریظہ ایک دوسرے کے حلیف تھے اور جب مسلمانوں کے ہاتھوں یہودی گرفتار ہو کر آئے تھے تو اوس قبیلہ کی ایک جماعت رسول خدا (ص) کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی اور آنحضرت (ص) سے اصرار کے ساتھ درخواست کی تھی کہ ان کی خاطر "بنی قریظہ" کو بالکل اسی طرح آزاد کر دیا جائے جیسے کہ "بنی قینقاع" کو عبداللہ ابن ابی خزرجی کی درخواست پر رہا کیا گیا تھا۔ رسول خدا (ص) نے اس خے ال کے پیش نظر کہ وہ یہ محسوس نہ کریں کہ ان کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جا رہا ہے ان کے سردار کو حاکم مقرر فرمایا۔
- 10_ "ابوعزہ" وہ مشرک تھا جو اشعار میں رسول خدا (ص) اور دین اسلام کی بجو کیا کرتا تھا جنگ بدر میں وہ اسیر ہوا۔ اور اس قدر گریہ وزاری کی کہ رسول خدا (ص) نے اسے فدیہ لئے بغیر ہی اس شرط پر آزاد کر دیا کہ وہ اسلام کے خلاف آئندہ کوئی اقدام نہ کرے گا لیکن اس نے اپنے عہد کا پاس نہ کیا اور جنگ احد میں بھی شریک ہوا

247

- اور اشعار میں رسول خدا (ص) (ص) کی بجو بھی کی چنانچہ غزوہ "حمراء الاسد" میں جب دوبارہ گرفتار ہو کر آیا اور رسول خدا (ص) سے معافی کی درخواست کی تو آنحضرت (ص) نے فرمایا کہ: "لَا يَدْخُلُ الْمُؤْمِنُ مِنْ خُبْرٍ: وَاحِدٌ مَرَّتَيْنِ" (مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈساجاتا) اور اس کے قتل کئے جاتے کا حکم صادر فرمایا۔
- 11_ السيرة النبويه ج 3 ص 252 السيرة الحلبية ج 2 ص 340_
- 12_ اعلام الوری ص 79_
- 13_ تاریخ اسلام تالیف ڈاکٹر سید جعفر شبیدی ص 73_ 75_
- 14_ قرآن مجید نے جنگ احزاب میں "بنی قریظہ" کے کردار کو اس طرح بیان فرمایا ہے: (وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صِبْيَاهُمْ وَقَدْ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبُ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطْنُوبَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا) ("احزاب 26_ 27") "پھر اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا اللہ ان کے قلعوں سے انہیں اتار لایا اور ان کے دلوں میں ایسارعب ڈال دیا کہ آج ان میں سے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو قید کر رہے ہو اور ان کے اموال کا وارث بنا دیا اور وہ علاقہ تمہیں دیا جس پر تم نے کبھی قدم بھی نہیں رکھا تھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"
- 15_ الارشاد ص 58_
- 16_ مناقب آل ابی طالب ج 1 ص 19_ 20_
- 17_ تفسیر القمی ج 2 ص 189_ 192_
- 18_ اعلام الوری ص 102 وجمع البیان ج 7 ص 352_ 353_
- 19_ بحار الانوار ج 20 ص 210_ 212_
- 20_ المیزان ج 16 ص 302_
- 21_ التنبيه و الاشراف مسعودی ص 218_
- 22_ اس کی وجہ تسمیہ شاید یہ تھی کہ اس سال صلح حدیبیہ کے فیض سے مسلمین اور غیر مسلمین کے درمیان دیگر برسوں کی نسبت تعلقات زیادہ خوشگوار رہے اور مختلف افراد ایک دوسرے کے ساتھ بالخصوص اسلام اور رسول

248

- خدا (ص) سے زیادہ مانوس ہوئے مترجم۔
- 23_ ان غزوات اور سرایا سے متعلق مزید اطلاع کیلئے ملاحظہ ہو: تاریخ پیامبر (ص) تالیف آیتی مرحوم ص 390_ 425_
- 24_ واقعی اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ ماہ شعبان سنہ 5 ہجری میں پیش آیا ملاحظہ ہو المغازی ج 1 ص 404 واطبقات الکبری ج 2 ص 63_
- 25_ فرید" نامی مقام کے نواح میں ساحل کی جانب ایک علاقہ ہے معجم البلدان ج 5 ص 118_
- 26_ ملاحظہ ہو: السيرة النبويه ج 3 ص 307_ 308_
- 27_ المغازی ج 2 ص 572_ 574 ، الطبقات الکبری ج 2 ص 95_
- 28_ المغازی ج 2 ص 574_ 575_
- 29_ سورہ فتح آیت 12_
- 30_ یہ جگہ مکہ سے تقریباً 20 کلومیٹر دور واقع ہے اور چونکہ یہاں اس نام کا پانی کا کنواں تھا یا اس نام کے درخت کثرت سے تھے اس لئے یہ جگہ اس نام سے مشہور ہوئی (ملاحظہ ہو: معجم البلدان ج 2 ص 229) آج یہ مقام مکہ کے بالکل کنارے پر واقع ہے۔
- 31_ ملاحظہ ہو: السيرة النبويه ج 3 ص 325_ 329_
- 32_ سورہ فتح آیت 18_
- 33_ السيرة النبويه ج 3 ص 330_ 334_

34_ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ یہ کیسی فتح ہے ہمیں نہ تو زیارت خانہ کعبہ میسر آئی اور نہ ہی ہم منا میں قربانی کرسکے : نور الثقلین ج 5 ص 48 بلکہ بعض تو آپ(ص) کی نبوت کے متعلق بھی شکوک و شبہات کا شکار ہو گئے۔
35_ سورہ فتح آیت 1_
36_ تفسیر نور الثقلین ج 5 ص 48_

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

249

سبق 13:

جنگ موتہ

251

دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں کو دعوت اسلام

صلح "حدیبیہ" کے بعد رسول خدا (ص) کو قریش کی جانب سے اطمینان خاطر ہو گیا۔ اب وقت آگیا تھا کہ آنحضرت (ص) تبلیغ دین کے محدودے کو سرزمین حجاز سے باہر تک پھیلائیں چنانچہ آپ (ص) نے دنیا کے ارباب اقتدار کو دین اسلام کی دعوت دینے کا عزم کر لیا اور ماہ محرم سنہ 7 ہجری میں چھ سفیر رسول خدا (ص) کے چھ خط لے کر ایران، روم، حبشہ، مصر، اسکندریہ اور یمامہ کی جانب روانہ ہوئے۔ (1)

رسول خدا (ص) کے خطوط جب مذکورہ بالا ممالک کے بادشاہوں تک پہنچے تو ہر ایک سے مختلف رد عمل ظاہر ہوا، حبشہ کے بادشاہ نجاشی اور روم کے فرمانروا "ہرقل" نے آنحضرت (ص) کے رسول خدا (ص) ہونے کی گواہی دی اور کہا کہ انجیل میں ہمیں آپ (ص) کی آمد کے بارے میں خوشخبری دی جا چکی ہے اور یہ آرزو کی کہ آپ (ص) کی رکاب میں رہنے کا شرف حاصل کریں۔ (2)

مصر اور اسکندریہ کا فرمانروا "مقوقس" اگرچہ دین اسلام سے تو مشرف نہ ہوسکا لیکن رسول خدا (ص) کے خط کا جواب اس نے بہت نرم لہجے میں دیا اور ساتھ ہی چند تحائف بھی روانہ کئے انہی میں حضرت "ماریہ قبطیہ" بھی شامل تھیں جن کے بطن سے رسول خدا (ص) کے فرزند حضرت ابراہیم (ع) کی ولادت ہوئی۔ (3)
"تخوم شام" کے حاکم "حارث بن ابی شمر"، یمامہ کے فرمانروا "سلیط بن عمرو" اور

252

بادشاہ ایران "خسرو پرویز" نے اس بنا پر کہ ان کے دلوں میں حکومت کی چاہ تھی رسول خدا (ص) کے خط کا جواب نفی میں دیا۔

بادشاہ ایران نے رسول خدا (ص) کے نامہ مبارک کو چاٹ کرنے کے علاوہ یمین کے فرمانروا کو جو اس کے تابع تھا، اس کام پر مامور کیا کہ وہ افراد کو حجاز بھیجے تاکہ رسول خدا (ص) کے بارے میں تحقیقات کریں۔ (4)

حجاز سے یہودیوں کے نفوذ کا خاتمہ

رسول خدا (ص) جب صلح "حدیبیہ" کے فیض و برکت سے جنوبی علاقے (مکہ) کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو آپ (ص) نے فیصلہ کیا کہ وہ یہودی جو مدینہ کے شمال میں آباد ہیں ان کا معاملہ بھی بنٹا دیں کیونکہ ان کا وجود اسلامی حکومت کیلئے خطرہ ہونے کے علاوہ شمالی حدود میں اسلام کی توسیع و تبلیغ میں بھی مانع تھا اس لئے کہ جب رسول خدا (ص) کے قطعی لہجے اور عزم راسخ کی بنیاد پر بڑی طاقتوں نے یا تو دین اسلام قبول کیا تھا یا پھر انہیں حکومت کی چاہ نے

شدید رد عمل کیلئے مجبور کیا تھا صورت ضروری تھا کہ اسلامی حکومت کا اندرونی حلقہ ان خیانت کار عوامل اور ان غدار اقلیتوں سے پاک و صاف رہے جو دشمن کے ساتھ ساز باز کرنے والی تھیں اور ان کے لئے پانچویں ستوں کا کام دے رہی تھیں تاکہ جنگ "احد" اور "احزاب" جیسے واقعات دوبارہ رونما نہ ہوں اور ایسا میدان ہموار ہو جائے کہ بالفرض باہر سے کسی عسکری و اقتصادی خطرے کا احتمال ہو تو اس کا اطمینان سے سد باب کیا جاسکے۔

253

غزوہ خیبر

خیبر (5) یہودیوں کا مضبوط ترین عسکری مرکز تھا کہ جس میں دس ہزار سے زیادہ جنگجو (6) سپاہی مقیم تھے ، رسول خدا (ص) نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے اس جگہ کو ان کے وجود سے پاک کیا جائے (7) چنانچہ ماہ محرم سنہ 7 ہجری میں سولہ سو (1600) جنگ آزما سپاہیوں کو ساتھ لے کر آپ (ص) مدینہ سے خیبر کی جانب روانہ ہوئے اور راتوں رات ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا ، اس لشکر کے علمدار حضرت علی (ع) تھے۔

قلعہ والوں نے یہ فیصلہ کیا کہ عورتوں اور بچوں کو ایک اور ساز و سامان و خوراک کو دوسرے مطمئن قلعے میں محفوظ کر دیں ، اس اقدام کے بعد انہوں نے ہر قلعے کے تیر اندازوں کو حکم دیا کہ مسلم سپاہ کو اندر داخل ہونے سے روکیں اور ضرورت پڑنے پر قلعے کے باہر موجود دشمن سے بھی جنگ کریں۔

سپاہ اسلام نے دشمن کے سات میں سے پانچ قلعے فتح کر لئے اس جنگ میں تقریباً پچاس (50) مجاہدین اسلام زخمی ہوئے اور ایک کو شہادت نصیب ہوئی۔

باقی دو قلعوں کو فتح کرنے کیلئے رسول خدا (ص) نے پہلے پرچم جناب ابوبکر کو دیا مگر انہیں اس مقصد میں کامیابی نصیب نہ ہوئی اگلے دن حضرت عمر کو سپاہ کی قیادت دی گئی لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہوسکے۔

تیسرے روز حضرت علی (ع) کو یہ قلعہ فتح کرنے پر مامور کیا گیا، آپ (ع) نے پرچم سنبھالا اور دشمن پر حملہ کرنے کیلئے روانہ ہوئے۔

ادھر سے یہودیوں کے معروف دلیر شہ زور "مرحب" بھی زرہ و فولاد میں غرق قلعے سے نکل کر باہر آیا اور پھر دونوں شہ زوروں کے درمیان نبرد آزمائی شروع ہوئی دونوں ایک دوسرے پر وار کرتے رہے کہاچانک حضرت (ع) کی شمشیر براں مرحب کے فرق پر پڑی جس

254

کے باعث اس کے خود اور سر کی ہڈی کے دو ٹکڑے ہو گئے ، مرحب کے ساتھیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ فرار کر کے قلعوں میں پناہ گزیں ہوئے جہاں انہوں نے اپنے اوپر اس کا دروازہ بھی بند کر لیا لیکن حضرت علی (ع) نے اپنی روحانی طاقت اور قدرت خدا کی مدد سے قلعے کے اس دروازے کو جسے کھولنے اور بند کرنے پر بیس (8) آدمی مقرر تھے اکھاڑ لیا اور قلعہ کے باہر بنی ہوئی خندق پر رکھ دیا تاکہ سپاہی اس پر سے گزر کر قلعے میں داخل ہوسکیں (9)

امیر المومنین حضرت علی (ع) نے دشمن کے سب سے زیادہ محکم و مضبوط قلعہ کو فتح کر کے فتنہ خیبر کا خاتمہ کر دیا اور یہودیوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی، اس جنگ میں پندرہ مسلمان شہید اور ترانوے (93) یہودی تہ تیغ ہوئے (10)

یہودیوں پر فتح پانے کے بعد اگر رسول خدا (ص) چاہتے تو تمام خیانت کاروں کو سزائے موت دے سکتے تھے ، انہیں شہر بدر اور ان کے تمام مال کو ضبط کیا جاسکتا تھا مگر آنحضرت (ص) نے ان کے حق میں نہایت درگزر اور فراخ دلی سے کام لیا چنانچہ انہی کی تجویز پر انہیں یہ اجازت دے دی گئی کہ اگر چاہیں تو اپنے ہی وطن میں رہیں اور اپنے دینی احکام کو پوری آزادی کے ساتھ انجام دیں بشرطیکہ ہر سال اپنی آمدنی کا نصف حصہ بطور جزیہ اسلامی حکومت کو ادا کریں اور رسول خدا (ص) جب بھی مصلحت سمجھیں گے انہیں خیبر سے نکال دیں گے (11)

غزوہ خیبر میں "حُئی بن اخطب" کی بیٹی "صفیہ" دوران جنگ مسلمانوں کی قید میں آئی تھیں رسول خدا (ص) نے "غزوہ خیبر" سے فراغت پانے کے بعد پہلے تو انہیں آزاد کیا اور پھر اس سے نکاح کر لیا (12) اسی عرصے میں یہ اطلاع بھی ملی کہ حضرت "جعفر بن ابی

طالب" حبشہ سے واپس آگئے ہیں جسے سن کر آنحضرت (ص) نے فرمایا کہ: "ان دو خبروں میں سے کس پر اپنی مسرت کا اظہار کروں، جعفر کی آمد پر یا خیبر کے فتح ہونے پر۔ (13)

فدك

خیبر کے یہودیوں پر فتح پانے کے بعد مسلمانوں کا سیاسی، اقتصادی اور عسکری مقام و مرتبہ بہت بلند ہو گیا اس علاقے میں آباد یہودیوں پر کاری ضرب لگی اور ان پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا۔ رسول خدا (ص) کو جب خیبر کے یہودیوں کی طرف سے یکسوئی ہوئی تو آنحضرت (ص) نے حضرت علی (ع) کو وفد کے ہمراہ "فدك" (14) کے یہودیوں کے پاس روانہ کیا اور فرمایا کہ یا تو وہ دین اسلام قبول کریں یا جزیہ دیں یا پھر جنگ کے لئے تیار ہوجائیں۔

فدك کے یہودی اپنی آنکھوں سے خیبر کے یہودیوں کی شکست دیکھ چکے تھے اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ انہوں نے رسول خدا (ص) کے ساتھ مصالحت کر لی ہے اسی لئے انہوں نے صلح کو قتل اور قید و بند پر ترجیح دی اور اس بات کیلئے آمادہ ہو گئے کہ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے جو خیبر کے یہودیوں کے ساتھ روا رکھا گیا ہے، رسول خدا (ص) نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا (15) چونکہ فدك کسی جنگ و خون ریزی کے بغیر فتح ہو گیا تھا اسی لئے اسے خالص رسول خدا (ص) کی ذاتی ملکیت میں شامل کر لیا گیا اس جگہ کے متعلق ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے حکم سے رسول خدا (ص) نے فدك اپنی دختر نيك اختر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو عطا کر دیا۔ (16)

غزوہ وادی القرى

رسول خدا (ص) نے یہود کی "خیبر" اور "فدك" جیسی پناہ گاہوں کو نیست و نابود کرنے کے بعد "وادی القرى" کی تسخیر کا ارادہ کیا اور یہودیوں کے قلعے کا محاصرہ کر لیا، انہوں نے جب یہ دیکھا کہ قلعہ بند رہنے سے کوئی فائدہ نہیں تو انہوں نے بھی اپنی شکست تسلیم کر لی، رسول خدا (ص) نے ان کے ساتھ بھی وہی معاہدہ کیا جو اس سے قبل خیبر کے یہودیوں کے ساتھ کیا جا چکا تھا (17)۔

"تیماء یہود" کے نام سے مشہور (18) علاقہ "تیماء" (19) کے یہودی باشندوں نے جو رسول خدا (ص) کے سخت دشمن تھے، جب دوسرے بھائیوں کی یہ حالت دیکھی تو ان سے درس عبرت حاصل کیا اور اس سے قبل کہ رسول خدا (ص) انکی گوشمالی کے لئے ان کی جانب رخ کریں وہ خود ہی آنحضرت (ص) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ وعدہ کر کے کہ "جزیہ" ادا کریں گے رسول خدا (ص) سے معاہدہ صلح کر لیا (20) اور اس طرح حجاز میں جتنے بھی یہودی آباد تھے انہوں نے اپنی شکست قبول کر لی اور یہ تسلیم کر لیا کہ اس علاقے کی اصل طاقت اسلام ہی ہے۔

مکہ کی جانب روانگی

جب حجاز میں اندرونی طور پر امن بحال ہو گیا اور دشمنوں کو غیر مسلح کر کے شورشوں اور سازشوں کا قلع قمع کر دیا گیا نیز صلح "حدیبیہ" کو ایک سال گزر گیا تو رسول خدا (ص) نے فیصلہ کیا کہ اصحاب کے ہمراہ مکہ تشریف لے جائیں اور زیارت کعبہ سے مشرف ہوں چنانچہ یکم ذی القعدہ سنہ 7 ہجری کو آنحضرت (ص) دو ہزار (2000) مسلم افراد کے ہمراہ عمرہ کرنے کی نیت

سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ وہ قافلہ جو عمرہ کرنے کی نیت سے روانہ ہوا تھا اس کے آگے آگے (100) مسلح گھڑ سوار چل رہے تھے تاکہ دشمن کی طرف سے کوئی خطرہ ہو تو وہ ان مسافرین کا دفاع کرسکیں جن کے پاس اتنا ہی اسلحہ تھا جسے عام مسافر وقت سفر ان دنوں رکھا کرتے تھے۔

جس وقت سپاہ اسلام کا مسلح ہر اول دستہ "مرالظہران" (21) نامی مقام پر پہنچا تو قریش کے سرداروں کو مسافرین کی آمد کا علم ہو اچنانچہ انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ اسلحہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہونا "صلح حدیبیہ" کے معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔

اس پر رسول خدا (ص) نے فرمایا کہ ہم اسلحہ ساتھ لے کر حرم میں نہیں جائیں گے، مشرکین نے مکہ خالی کر دیا اور اطراف کے پہاڑوں پر چڑھ گئے تاکہ رسول خدا (ص) اور اصحاب رسول (ص) کی تبلیغ سے محفوظ رہتے ہوئے اور ان کی حرکات نیز افعال کا مشاہدہ کر سکیں۔

رسول اکرم (ص) اپنے دو ہزار صحابیوں سمیت خاص جاہ و جلال کے ساتھ مکہ میں تشریف فرما ہوئے، جس وقت آپ (ص) خانہ کعبہ کی جانب تشریف لے جا رہے تھے تو فضا "إِنِّيكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ" کے نعروں سے ایسی گونج رہی تھی کہ مشرکین کے دلوں پر غیر معمولی رعب و خوف طاری تھا۔

ناقہ رسول اکرم (ص) کی مہار حضرت "عبد اللہ ابن رواحہ" پکڑ کر چل رہے تھے وہ نہایت ہی فخریہ انداز میں رجزیہ بیت پڑھ رہے تھے۔

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ
خَلُّوا فَكُلَّ الْخَيْرِ فِي رَسُولِهِ (22)

"اے کفار کی اولاد رسول خدا (ص) کے لئے راستہ صاف کر دو انہیں آگے آنے کیلئے راستہ دو کیونکہ آنحضرت (ص) ہر خیر کا منبع اور ہر نیکی کا سرچشمہ ہیں۔"

258

رسول خدا (ص) پر اصحاب رسول (ص) پروانہ وار نثار تھے چنانچہ آپ (ص) ان کے حلقے میں خاص رعب و دبدبے کے ساتھ داخل مکہ ہوئے اور طواف کرنے کیلئے "مسجد الحرام" میں تشریف لے گئے۔

اس سیاسی عبادی سفر سے ممکن فائدہ اٹھانے کی خاطر رسول خدا (ص) نے فرمایا کہ زائرین زیادہ سے زیادہ اپنی دینی قوت کا مظاہرہ کریں (23) نیز جس وقت طواف کریں تو حرکت تیزی کے ساتھ کی جائے، احرام کے کپڑے کو اپنے جسم کے ساتھ اس طرح لپیٹیں کہ قوی و تند مند بازو لوگوں کو نظر آئیں تاکہ دیکھنے والوں پر ان کی بیبت طاری ہو۔ (24) ظہر کے وقت حضرت "بلال" کو حکم دیا گیا کہ وہ خانہ کعبہ کی چھت پر جائیں اور وہاں سے اذان دیں تاکہ خداوند تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول خدا (ص) کی عظمت مجسم کا اہل مکہ عینی مشاہدہ کر سکیں اور جو لوگ فرار کر کے پہاڑوں پر چلے گئے ہیں وہ یہ بات اچھی طرح جان لیں کہ اب وقت فرار گزر چکا ہے واپس آجائو، نماز اور فلاح کی جانب آنے میں جلدی کرو۔

"حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ"

حضرت بلال کی آواز نے قریش کے سرداروں پر ہر کچل دینے والی ضرب اور ہر شمشیر براں سے زیادہ اثر کیا اور انتہائی طیش و غضب میں آکر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ "خدا کا شکر ہے کہ ہمارے باپ دادا اس غلام کی آواز سننے سے پہلے ہی اس دنیا سے کوچ کر گئے اور انہیں یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔" اس طرح "عمرہ القضاء" کامیابی اور کامرانی کے ساتھ ادا ہوا، جس کے ذریعے خانہ کعبہ کی زیارت بھی ہو گئی اور عبادت بھی اس کے ساتھ ہی کفر کو اسلام کی طاقت کا اندازہ

259

ہوا اور آئندہ سال فتح مکہ کا میدان بھی ہموار ہو گیا چنانچہ اس کے بہت سے سیاسی، عسکری اور ثقافتی اثرات نہ صرف اہل مکہ و قبائل اطراف بلکہ خود مسلمانوں کے قلوب پر نقش ہوئے۔

یہ سیاسی عبادی تحریک قریش کے سرداروں کے دلوں پر ایسی شقاق و گراں گزری کہ انہوں نے تین دن بعد ہی رسول خدا (ص) کی خدمت میں اپنا نمائندہ روانہ کیا اور کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے مکہ سے چلے جائیں۔

اس سفر میں رسول خدا (ص) نے مکہ کی "میمونہ" نامی خاتون سے رشتہ ازدواج قائم کیا تاکہ قریش کا تعلق آپ (ص) کے ساتھ مستحکم اور دشمنی و عداوت کا جذبہ کم ہو جائے کیونکہ اس کی قریش کے سرداروں سے قربت داری تھی (25) یہی

نہیں بلکہ رسول خدا (ص) نے یہ بھی چاہا کہ شادی کی رسومات مکہ میں ادا کر دی جائیں اور آپ (ص) قریش کو دعوت ولیمہ میں مدعو فرمائیں اگر یہ کام انجام پذیر ہو جاتا تو اہل مکہ کو اپنی طرف مائل کرنے میں مؤثر ہوتا مگر افسوس اہل مکہ نے اس تجویز کو قبول نہ کیا چنانچہ رسول خدا (ص) نے یہ رسم مکہ سے واپس آتے وقت "سرف" (26) نامی مقام پر پوری کی۔ (27)

جنگ "موتہ"

مدینہ کے شمال میں اور مدینہ سے شام کی طرف پرنے والے تجارتی رستے میں آباد خیبر 'فدک' وادی القریٰ اور تیماء جیسے یہودیوں کے مراکز اور اہم مقامات کا قلع قمع ہونے کے ساتھ ہی اسلام کے سیاسی اور معنوی نفوذ کا میدان شمالی سرحدوں کی جانب مزید ہموار ہو گیا۔

260

اس علاقے کی اولاً اہمیت اس وجہ سے تھی کہ وہ عظیم ترین تمدن جو اس زمانے میں سیاسی 'عسکری' اجتماعی اور ثقافتی اعتبار سے انسانی معاشرے کا اعلیٰ و نمایاں ترین تمدن شمار کیا جاتا تھا یہیں پرورش پاربا تھا دوسری وجہ اس کا سرچشمہ آسمانی آئین و قانون تھا یعنی وہ آئین و قانون جس کی دین اسلام سے بیشتر واقفیت و ہم آہنگی ہونے کے علاوہ اس کے اور اسلام کے درمیان بہت سی مشترک اقدار تھیں اور یہ مقام دیگر مقامات کی نسبت بہتر طور پر اور زیادہ جلدی حالات کو درک کر سکتا تھا اس کے علاوہ جغرافیائی اعتبار سے بھی یہ جگہ مدینہ سے نزدیک تر تھی اور شاید یہی وجہ تھی کہ رسول خدا (ص) نے فتح مکہ سے قبل روم کی جانب توجہ فرمائی۔

رسول خدا (ص) نے حضرت "حارث بن عمیر" کے ہاتھ اپنا خط "بصرہ" کے بادشاہ کے نام جو "قیصر" کا دست پروردہ تھا روانہ کیا جس وقت رسول خدا (ص) کا یہ ایلچی "موتہ" (28) نامی گانوں پہنچا تو شرحبیل غسانی نے اسے قتل کر دیا یہ واقعہ رسول خدا (ص) پر انتہائی شاق گزرا اور آنحضرت (ص) نے فوراً یہ فیصلہ کر لیا کہ اس کا سد باب کیا جائے چنانچہ آپ (ص) نے ماہ جمادی الاول سنہ 8 ہجری میں تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل لشکر "موتہ" کی جانب روانہ کر دیا۔

اس وقت تک مدینہ سے باہر جتنے بھی لشکر روانہ کئے گئے ان میں سے سب سے بڑا لشکر تھا، رسول خدا (ص) اسے رخصت کرنے کیلئے مسلمانوں اور سپاہیوں کے قرابت داروں کے ہمراہ مدینہ کے باہر تک تشریف لائے حضرت "زید بن حارثہ" کو سپہ سالار نیز حضرت "جعفر ابن ابی طالب" و حضرت "عبد اللہ بن رواحہ" کو حضرت زید کا پہلا اور دوسرا نائب مقرر کرنے (29) کے بعد آپ (ص) نے اس کی وضاحت فرمائی کہ جس معرکہ کو سر کرنے کیلئے جارہے ہیں اس کی کیا اہمیت ہے اس کے ساتھ ہی آنحضرت (ص) نے ان کے حق میں دعائے

261

خیر فرمائی۔

لشکر اسلام شام کی جانب روانہ ہوا، "معان" (30) نامی جگہ پر اطلاع ملی کہ قیصر کے دو لاکھ عرب اور رومی سپاہی "مأب" نامی مقام پر جمع ہو گئے ہیں۔

یہ خبر سننے کے بعد مسلمانوں میں تردد پیدا ہو گیا اور یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ واپس چلے جائیں یا وہیں مقیم رہیں اور پورے واقعے کی اطلاع رسول خدا (ص) کو پہنچائیں یا پھر اسی مختصر سپاہ کے ساتھ اس فرض کو انجام دیں جس پر انہیں مامور کیا گیا ہے اور سپاہ روم کے ساتھ جنگ کریں۔

اس اثناء میں حضرت "عبد اللہ بن رواحہ" اپنی جگہ سے اٹھے اور لشکر کے سامنے تقریر کرتے ہوئے انہیں یہ ترغیب دلائی کہ اپنے فرض کو ادا کریں اور سپاہ روم کے ساتھ نبرد آزمایوں ان کی تقریر نے سپاہ کے اندر ایسا جوش و ولولہ پیدا کیا کہ سب نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ سپاہ روم کے ساتھ جنگ کی جائے چنانچہ اس کے بعد وہ لشکر موتہ میں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔

حضرت زید نے پرچم سنبھالا اور جان پر کھیل کر وہ دوسرے مجاہدین کے ساتھ شہادت کے شوق میں بجلی کی طرح کوندتے ہوئے سپاہ دشمن پر ٹوٹ پڑے دشمن تجربہ کار اور جنگ آموزہ تھا اس کا لشکر نیزوں تلواروں اور نیز دھار تیروں سے آراستہ تھا اور اس طرف کلمہ توحید 'جسے بلند وبالا کرنے کیلئے سپاہ اسلام نے ہر خطرہ اپنی جان پر مول لیا تھا اور سپاہ روم پر یہ ثابت کر دیا کہ وہ اپنے دین و آئین اور مقدس مقصد کو فروغ دینے کی خاطر جان تک دینے کیلئے

دریغ نہیں کرتے۔

دشمن کی توجہ سپاہ اسلام کے عملدار کی جانب مبذول ہوئی اس نے اسے اپنے نیزوں

262

کے حلقے میں لے کر اسے زمین پر گرادیا، حضرت "جعفر (ع) ابن ابی طالب (ع)" نے فوراً ہی پرچم کو اپنے ہاتھ میں لے کر لہر ایا اور دشمن پر حملہ کر دیا ، جس وقت انہوں نے خود کو دشمن کے نرغے میں پایا اور یہ یقین ہو گیا کہ شہادت قطعی ہے تو اس خیال سے کہ ان کا گھوڑا دشمن کے ہاتھ نہ لگے اس سے اتر گئے اور پیدل جنگ کرنے لگے یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے آخر کار تقریباً اسی (80) کاری زخم کھا کر شہادت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت جعفر (ع) کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ نے پرچم اسلام سنبھالا اور سپاہ روم کے قلب پر حملہ کر دیا وہ بھی دلیرانہ جنگ کرتے کرتے شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

"خالد بن ولید حال ہی میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے وہ بڑے ہی چالاک اور جنگجو انسان تھے ، مجاہدوں کی تجویز اور رائے پر اسے سپہ سالار مقرر کر دیا گیا جب انہیں جنگ کرنے میں کوئی فائدہ نظر نہ آیا تو انہوں نے اب جنگی حربہ تبدیل کیا (31) جس کی وجہ سے رومیوں میں تردد پیدا ہو گیا اور اس نے اپنی فوج کو یہ سوچ کر پیچھے ہٹا دیا کہ آیا جنگ کی جائے یا نہیں ؟ _ اپنی اس حکمت عملی سے انہوں نے دشمن کے دولاکھ سپاہیوں سے سپاہ اسلام کو نجات دلانی اور واپس مدینہ آگئے۔ (32)

ابن ہشام نے جنگ میں شہداء کی تعداد بارہ (33) اور واقدی نے آٹھ آدمی بیان کی ہے (34)۔

جنگ موتہ کے نتائج

جنگ موتہ گرچہ بظاہر مسلمانوں کی شکست اور سپہ سالاروں کی شہادت پر تمام ہوئی اور

263

قریش نے اسے اپنی دانست میں مسلمانوں کی ناتوانی سے تعبیر کی _ اس لئے اس جنگ کے بعد وہ ایسے دلیر ہو گئے کہ انہوں نے قبیلہ "بنی بکر" کو اس وجہ سے مدد دینی شروع کر دی کہ اس کی ان لوگوں کے ساتھ سازو باز ہو چکی تھی جس کے پس پردہ یہ سازش تھیکہ وہ ان کے اور قبیلہ "خزاعہ" کے درمیان اس بنا پر کشت و کشتار کا بازار گرم کر دیا کہ اس قبیلے کا رسول خدا (ص) کے ساتھ دوستی کا عہد و پیمان ہے چنانچہ انہوں نے قبیلہ "خزاعہ" کے چند افراد کو قتل کر دیا اور صلحنامہ حدیبیہ سے بھی روگردان ہو گئے نیز رسول خدا (ص) کے خلاف اعلان جنگ کر دیا (35) لیکن جب ہم اس جنگ کی اہمیت کے بارے میں غورو فکر کریں گے تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ جنگ سیاسی طور پر اور دین اسلام کی اشاعت کیلئے نہایت سودمند ثابت ہوئی کیونکہ اس وقت ایران و روم جیسی دو بڑی طاقتوں کا اس عہد کی دنیا پر غلبہ تھا ان کے علاوہ جو بھی دوسری حکومتیں تھیں وہ سب کسی نہ کسی طرح سے انہی کی دست پروردہ تھیں اور ان میں اتنی تاب و مجال تک نہ تھی کہ یہ سوچ سکیں کہ ایسا دن بھی آسکتا ہے کہ وہ ان کے مقابلے پر آ سکیں گے ان دونوں حکومتوں میں بھی رومیوں کو ایرانیوں پر اس وجہ سے برتری حاصل تھی کہ انہوں نے ایران سے جنگ میں مسلسل کئی فتوحات حاصل کی تھیں۔

جزیرہ نمائے عرب کو ایران نے مشرقی جانب سے اور روم نے مغربی طرف سے اس طرح اپنے حلقے اور نرغے میں لے رکھا تھا جیسے انگوٹھی کے درمیان نگینہ اور ان دونوں ہی بڑی طاقتوں کے اس خطہ ارض سے مفادات وابستہ تھے اور انہوں نے یہاں اپنی نو آبادیات بھی قائم کر رکھی تھیں (36)۔

جنگ موتہ نے ان دونوں بڑی طاقتوں بالخصوص روم کو یہ بات سمجھادی کہ اس کے اقتدار کا زمانہ اب ختم ہوا چاہتا ہے اور دنیا میں تیسری طاقت "اسلام" کے نام سے پورے

264

کروفر کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے اور اس کے پیروکار ایمان کے زیر سایہ اور خلوص و عقیدت کی بنا پر جو انہیں اس دین اور اس کے قائد سے ملا ہے اپنے ، اعلیٰ مقاصد کو حاصل کر لیتے ہیں اور اس کے حصول کی خاطر وہ دشمن کی کثیر تعداد اور سامان جنگ کی فراوانی سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوتے چنانچہ یہی وہ کیفیت تھی جس نے ان بڑی

طاقتوں کے دلونمیں اسلام کا رعب و دبدبہ قائم کردیا۔

دوسری طرف جزیرہ نما نے عرب میں ان طاقتوں کے دست پروردہ افراد کو عملی طور پر یہ معلوم ہوگیا کہ وہ قلیل افرادجو اپنے مقصد و ارادے میں مضبوط و محکم ہیں روم جیسی بڑی طاقت سے جس کی سپاہ کی تعداد کل مسلمانوں کی تعداد سے ساٹھ گنا زیادہ ہے ٹکر لے سکتے ہیں اور ان کے گھروں میں گھس کر انہیں ذلیل و خوار ٹک کر سکتے ہیں چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اب دشمنان، اسلام کی عسکری طاقت کا اعتراف کرنے لگے اور اس کی عظمت کا رعب ان کے دلوں میں بیٹھ گیا اور اب انہیں یہ بخوبی اندازہ ہوگیا کہ آئندہ مسلمان ان کے سامنے زیادہ قوت اور حوصلہ مندی کے ساتھ اب سے زیادہ وسیع میدانوں میں نبرد آزما ہونے کیلئے ظاہر ہوں گے۔

265

سوالات

- 1_ رسول خدا(ص) نے کب اور دنیا کے کن ممالک کو دین اسلام کی دعوت کا پیغام بھیجا ؟
- 2_ اس دعوت کا مختلف ممالک کے سربراہوں پر کیا رد عمل ہوا ؟ مختصر طور پر بیان کیجئے۔
- 3_ غزوہ خیبر کب پیش آیا اور اس میں کیا محرکات کار فرما تھے؟
- 4_ غزوہ خیبر کس طرح اختتام پذیر ہوا ؟ اس جنگ میں حضرت علی (ع) نے کیا کردار ادا کیا؟
- 5_ کیا رسول خدا (ص) کا خیبر کے یہودیوں کے علاوہ ان دیگر یہود کے ساتھ بھی جو مدینہ کے شمال میں تھے کوئی مقابلہ ہوا؟ وہ مقابلہ کس طرح اور کہاں ہوا؟
- 6_ "عمرة الفضای" کا واقعہ کب پیش آیا ؟ اس کی ادائیگی میں کتنے لوگوں نے شرکت کی اور اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟
- 7_ سریہ "موتہ" کا واقعہ کب ہوا؟ اس میں کتنے مسلمانوں نے شرکت کی ؟ ان کے فرمانروا کے نام کیا تھے اس سریہ کی سیاسی و ثقافتی اہمیت کے بارے میں بتائیے۔
- 8_ سریہ موتہ کا کیسے خاتمہ ہوا؟ اور اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟

266

حوالہ جات

- 1_ الطبقات الكبرى ج 1 ص 258_262
- 2_ ایضاً ص 259
- 3_ ایضاً ص 260
- 4_ اے ضا ص 259_262
- 5_ یہ جگہ مدینہ سے 8 برید یعنی تقریباً 96 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے (بر برید دو فرسخ کا ہوتا ہے اور ہر فرسخ تین میل کا ہوتا ہے) بنابرینلفظ برید کیلئے ملاحظہ ہو : لسان العرب ج 3 ص 86) خیبر میں بہت سے قلعے ، کشت زار اور نخلستان واقع تھے (ملاحظہ ہو : معجم البلدان ج 2 ص 409 وفاء الوفا ج 3_4 ص 1209)
- 6_ المغازی ج 2 ص 634_637_642 ، لیکن یعقوبی نے جنگجو سپاہ کی تعداد بیس ہزار لکھی ہے تاریخ یعقوبی ج 2 ص 56
- 7_ منقول ہے کہ : خیبر میں ایسے مضبوط قلعے تھے اور ان میں اسلحہ سے لیس سپاہ اس کثرت سے موجود تھی کہ یہودی یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ رسول خدا (ص) ان کے ساتھ جنگ کا ارادہ کریں گے۔ ہر روز دس ہزار نبرد آزما سپاہی صف آرانی کرتے اور کہتے کہ کیا محمد (ص) کو اتنی جرات ہوسکتی ہے کہ وہ ہم سے جنگ کریں ایسا برگز نہیں ہوسکتا (المغازی ج 2 ص 637)
- 8_ دروازہ قلعہ خیبر کے بڑے اور وزنی ہونے کے بارے میں دیگر روایات بھی ملتی ہیں جن کی رو سے اس قلعے کے کھولنے اور بند کرنے پر چالیس افراد اور بقولے ستر افراد مقرر تھے (ملاحظہ ہو بحارالانوار ج 21 ص 4)
- 9_ ملاحظہ ہو : الارشاد ص 65_67 بعض ماخذ میں یہ بھی درج ہے کہ جب حضرت علی (ع) کی سپر اس یہودی کے حملہ کرنے کی وجہ سے گر گئی تو آپ (ع) نے اس قلعے کے دروازے کو اکھاڑ لیا اور اسے بطور ڈھال استعمال کیا ملاحظہ ہو السیرۃ النبویہ ج 3 ص 349_350
- 10_ المغازی ج 2 ص 700
- 11_ السیرۃ النبویہ ، ابن کثیر ج 3 ص 375

- 14_ یہ جگہ حجاز میں خیبر کے نزدیک واقع ہے اور مدینہ سے یہاں تک دو یا تین دن کا راستہ ہے۔ معجم البلدان ج 2 ص 238۔
15_ بحار الانوار ج 21 ص 22۔ 23
16_ تفسیر بریان ج 2 ص 414۔ 416 ذیل آیہ شریفہ "وَأَتِ الْفَرْبَى حَقَّه"۔
17_ الکامل فی تاریخ ج 2 ص 222۔
18_ معجم البلدان ج 2 ص 67۔
19_ یہ جگہ شام اور وادی القریٰ کے درمیان اور عہد نبوی میں مدینہ سے آٹھ منزل تک فاصلے پر واقع تھی ملاحظہ ہو معجم البلدان ج 2 ص 67 و وفاء الوفاء ج 3 ص 4۔ 1164۔
20_ التنبیہ والاشراف ص 224۔
21_ یہ جگہ حرم کے نزدیک مکہ سے پانچ میل (تقریباً دس کلومیٹر) کے فاصلے پر واقع تھی۔ معجم البلدان ج 5 ص 104۔
22_ السیرۃ النبویہ ج 4 ص 13۔
23_ ملاحظہ ہو : تاریخ طبری ج 3 ص 24۔
24_ ملاحظہ ہو : السیرۃ النبویہ ، ابن کثیر ج 3 ص 432۔
25_ پروفیسر گیورگیوچن کی کتاب کا فارسی ترجمہ "محمد (ص) پیغمبری کہ از نو باید شناخت" کے زیر عنوان طبع ہو چکا ہے ، اس شادی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ : یہ ازدواجی رشتہ پیغمبر خدا (ص) کی طرف سے نمایاں سیاسی اقدام تھا اس ضمن میں موصوف نے مزید لکھا ہے کہ حضرت میمونہ (ع) کی چونکہ آٹھ بہنیں اور تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی شادی مکہ کے کسی سربر آوردہ شخص سے ہو چکی تھی اسی لئے اس کے ذریعے پیغمبر خدا (ص) کا تعلق مکہ کے آٹھ برجستہ افراد سے قائم ہو گیا اس کے علاوہ حضرت میمونہ (ع) کی والدہ اپنی شان و شوکت کے اعتبار سے عرب خواتین میں بے مثال سمجھی جاتی تھیں ، اس کے بعد پروفیسر مذکور نے ابن بشام اور دیگر سیرت نگاروں کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت میمونہ (ع) کی شادی کے ذریعے درحقیقت تمام اہل مکہ کے ساتھ رشتہ و قرابت قائم کرنا مقصود تھا اس شادی کا قابل ذکر پہلو یہ تھا کہ حضرت میمونہ کے بھتیجے خالد

- بن ولید مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ملاحظہ ہو مذکورہ کتاب ص 347۔
26_ یہ جگہ "تنعیم" کے نزدیک واقع ہے۔ السیرۃ النبویہ ج 4 ص 14۔
27_ المغازی ج 2 ص 731 و 741 والطبقات الکبریٰ ج 2 ص 120۔ 123۔
28_ اس کا شمار حدود شام میں بلقاء کے دیہات میں ہوتا تھا۔ معجم البلدان ج 5 ص 220۔
29_ اوپر متن میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے وہ مورخین کی تحریروں پر مبنی ہے لیکن حضرت امام صادق (ع) سے حضرت ابان بن عثمان نے جو روایت نقل کی ہے (بحار الانوار ج 12 ص 55) اور جو اشعار حضرت کعب بن مالک نے موتہ کے شہداء کے مرثیے میں کہے ہیں : اذ یہدؤن بجعفر: ولوانہ فُذَامَ اُولَہِم فَنَعَمَ الاول" (سیرہ ابن بشام ج 4 ص 28) وہ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ سپہ سالار حضرت "جعفر ابن ابی طالب" تھے نہ کہ "زید بن حارثہ" چنانچہ علامہ مجلسی نے بھی بحار الانوار کی ج 21 ص 56 پر یہ عبادت درج کی ہے کہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ جعفر امیرا ول مقرر کئے گئے تھے۔
30_ ملک شام میں بلقاء کے ساتھ حجاز کے راستے پر واقع ہے معجم البلدان ج 5 ص 153۔
31_ جنگی حربہ یہ تھا کہ رات ہو گئی تو خالد نے سپاہ کے دانیں بانیں آگے اور پیچھے کے حصے بدل دینے اور مجاہدوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا اور ساتھ ہی نئے پرچم لہرا دینے چنانچہ جب رومی سپاہیوں کی نظر سپاہ و پرچم اسلام پر گئی تو انہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے تازہ دم لشکر آن پہنچا ہے چنانچہ اسی وجہ سے ان کے دلوں پر خوف طاری ہو گیا۔ اور وہ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ آیا جنگ جاری رکھی جائے یا نہیں۔ المغازی ج 2 ص 764۔
32_ ملاحظہ ہو المغازی ج 2 ص 755 764 السیرۃ النبویہ ج 4 ص 15۔ 21۔
33_ السیرۃ النبویہ ج 4 ص 30۔
34_ المغازی ج 2 ص 769۔
35_ السیرۃ النبویہ ج 4 ص 31۔ 33۔
36_ البتہ مؤلف کی یہ بات پہلے سبق میں ان کی اس بات سے بالکل متضاد ہے کہ ایران اور روم جیسے کشور کشا ممالک یہاں کا رخ ہی نہیں کرتے تھے۔ اس پر مزید توجہ کی ضرورت ہے۔ مترجم

فتح مکہ اور غزوات حنین اور طائف

فتح مکہ

رسول اکرم (ص) کیلئے صلح "حدیبیہ" کے بعد یہودیوں کے خطرات دور کرنے اور عراق اور شام کی حدود تک مدینہ کے شمال میں آباد عرب قبائل کے درمیان اشاعت اسلام کے امکانات زیادہ ہو گئے، قلمرو اسلام میں اب تنہا جو طاقت باقی رہ گئی تھی اور جس کا وجود جزیرۃ العرب کے باہر ترویج اسلام کیلئے خطرہ بنا ہوا تھا وہ قریش مکہ تھے، دشمن کے اس مرکز کی دو اہم ترین خصوصیات یہ تھیں پہلی تو یہ کہ یہ شہر بہت سے مسلمانوں بلکہ خود رسول خدا (ص) کا وطن تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ کعبہ ابراہیم (ع) یعنی مرکز توحید اور مسلمانوں کا قبلہ اسی شہر میں واقع تھا ان دو وجوہات کے علاوہ مسلمانوں نے اپنی اسلامی زندگی کے دوران جو صدمات برداشت کئے ان میں سے اکثر و بیشتر اسی شہر کے لوگوں نے انہیں پہنچائے تھے مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر مکہ کا شمار ان اہم ترین مراکز میں ہوتا تھا جنہیں رسول خدا (ص) جزیرہ نما نے عرب میں دشمن کے وجود سے پاک و صاف کر دینا چاہتے تھے اور یہی منصوبہ عرصے سے آنحضرت (ص) کے پیش نظر تھا۔

غزوہ "حدیبیہ" اور "عمرة القضاء" دو ایسے بڑے کامیاب معرکے تھے کہ جن کے باعث قریش کی عسکری بالادستی اور مکہ پر اجارہ داری ختم ہو گئی اور مسلمانوں کیلئے مکہ واپس آنے 'مناسک حج ادا کرنے اور اشاعت دین کی راہیں ہموار ہو گئیں مگر اس کے باوجود

قریش کی سیاسی و ثقافتی برتری اور لعنت شرک و بت پرستی اب بھی مثل سابق وہاں موجود تھی۔ قریش کے خلاف تیسرا اور آخری قدم اٹھانے کیلئے اب مسلمانوں کے سیاسی حالات و عسکری انتظامات قطعی طور پر موافق و سازگار تھے اور جو چیز اس راہ میں ممانع بنی ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ رسول (ص) خدا صلح حدیبیہ کی کسی قسم کی عہد شکنی نہیں کرنا چاہتے تھے مگر قریش نے اپنی طرف سے اس معاہدے کی خلاف ورزی میں پہل کرتے ہوئے قبیلہ "بنی بکر" کی حمایت میں قبیلہ "بنی خزاعہ" کے بیس افراد کو محض اس بنا پر بے دردی سے قتل کر ڈالا کہ ان کا رسول خدا (ص) کے ساتھ باہمی معاہدہ تھا اسی لئے یہ دشواری بھی دور ہو گئی چنانچہ اب وہ وقت آن پہنچا تھا کہ رسول خدا (ص) اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مکہ پر تسلط حاصل کر یں اور کعبہ کو بتوں سے نجات دلا کر اپنی دیرینہ آرزو کو عملی جامہ پہنائیں تاکہ شرک کے سب سے بڑے مرکز کے وجود کو نیست و نابود کر دیں بالخصوص ان حالات میں جبکہ قبیلہ خزاعہ کا سردار اپنے ہم قبیلہ افراد کو ساتھ لے کر رسول خدا (ص) کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا اور اس نے ان رقت انگیز واقعات کو بیان کر کے، جو اس کے قبیلے کے لوگوں پر گذرے تھے، قریش کی عہد شکنی کا ذکر کیا اور ان کے خلاف اس نے آنحضرت (ص) سے مدد کی درخواست کی۔

رسول خدا (ص) نے عام تیاری کا حکم دیا اس کے ساتھ ہی آنحضرت (ص) نے مدینہ کی جانب اپنے ایلچی راہ کئے تاکہ انہیں بھی اس میں شریک ہونے کی دعوت دی جائے، تیاری کا حکم ملتے ہی دس ہزار سپاہی جمع ہو گئے اور یہ ایسی کثیر تعداد تھی جو اہل مدینہ نے کبھی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی تھی۔

رسول خدا (ص) نے قریش کو غفلت میں ڈالنے کیلئے تمام ممکنہ حفاظتی اقدامات کئے ابتداء میں

آپ (ص) نے اپنے قصد و ارادے کو کسی پر ظاہر نہیں کیا وہ تمام راستے جو مکہ کی طرف جاتے تھے ان کی سخت ناکہ بندی کردی گئی لوگوں کو دوسری جانب متوجہ کرنے کیلئے رسول خدا (ص) نے سپاہ کا ایک دستہ "ابوقتادہ" کی قیادت میں "اضم" نامی مقام کی جانب روانہ کیا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ آنحضرت (ص) کا رخ اسی جانب ہے اس کے بعد آپ (ص) نے بارگاہ ایزدی میں التجا کی کہ قریش کی آنکھوں اور کانوں پر غفلت کا پردہ پڑ جائے اور ہوش انہیں اس وقت آئے جب وہ اچانک سپاہ اسلام کو اپنے سروں پر مسلط پائیں۔ (1)

یہ اقدام اس وجہ سے کیا گیا کہ دشمن اس سے قبل کہ اپنے دفاع کی خاطر اپنی عسکری طاقت کا استعمال کرے خود ہی بغیر کسی تصادم کے حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور حرم مکہ یعنی مقدس و معنوی پناہ گاہ ایزدی حتی الامکان خونریزی کے بغیر فتح ہو جائے۔

لیکن تمام ممکنہ حفاظتی اقدامات کے باوجود "حاطب بن ابی بلتعہ" نامی شخص نے قریش کو خط لکھ ہی دیا اور "سارہ" نامی عورت کو قریش مکہ تک پہنچانے کے لئے روانہ کر دیا تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ رسول خدا (ص) کا ممکنہ اقدام کیا ہو سکتا ہے۔

رسول خدا (ص) کو وحی کے ذریعے اس شخص کی خیانت کا علم ہو گیا چنانچہ آپ (ص) نے فوراً ہی حضرت علی (ع) اور زبیر کو اس کام پر مامور فرمایا کہ اس عورت سے خط حاصل کریں اور اسے واپس مدینہ لے آئیں۔ (2)۔ رسول خدا (ص) دس ماہ رمضان سنہ 8 ہجری کو دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے چنانچہ جب آپ (ص) "مرالظہران" نامی مقام پر تشریف فرما ہوئے تو دشمن کو آپ (ص) کے آنے کا ذرا بھی علم نہ ہو سکا۔ یہاں رسول خدا (ص) نے حکم دیا کہ سپاہی و سبیل میدان میں منتشر و پراکندہ ہوجائیں اور ان

میں سے ہر شخص آگ روشن کرے۔ رسول خدا (ص) کے اس حکم پر آپ (ص) نے اہل مکہ کو سخت وحشت میں مبتلا کر دیا۔ (3)۔ ابو سفیان کے ہمراہ کچھ قریش سردار حالات کا جائزہ لےنے کے لئے مکہ سے باہر نکل آئے، راستے میں ان کی ملاقات سب سے پہلے رسول خدا (ص) کے چچا حضرت عباس سے ہوئی جو سپاہ اسلام کے پہنچنے سے قبل ہی وہاں پہنچ گئے تھے۔ اور ان سے حالات کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عباس نے کہا کہ رسول خدا (ص) نے تم پر دس ہزار سپاہ کے ساتھ شب خون مارا ہے۔ اب تمہارے لئے راہ نجات یہی ہے کہ دین اسلام قبول کرلو۔ ابو سفیان کے ساتھ "حکیم بن حزام" اور "بذیل بن وقار" بھی تھے یہی بات انہوں نے ان لوگوں سے بھی کہی۔

یہ بات سن کر قریش کے سرداروں کے اوسان خطا ہو گئے اور حضرت عباس سے اتنا ہی کہا کہ اب ہم آپ کے رحم و کرم پر ہیں۔ حضرت عباس انہیں رسول خدا (ص) کی خدمت میں لے گئے۔ (4)۔ رسول خدا (ص) نے ان سے قریش کی حالت اور کیفیت کے بارے میں کچھ سوالات کئے اور ضروری معلومات حاصل کرنے بعد انہیں دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہیں رسول خدا (ص) کی بات تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ اور اس رات وہ حضرت عباس کے ساتھ ہی رہے۔ صبح کے وقت تمام سپاہ نے باواز بلند اذان دی جسے سن کر ابو سفیان پر خوف طاری ہو گیا۔ (5) اس کے بعد رسول خدا (ص) کے حکم سے اسے ایک ٹیلے پر لے جایا گیا اور سپاہیوں نے منظم دستوں کی شکل میں اس کے سامنے مسلح پریڈ کی اور اس نے اسلام کی شان و عظمت اور عسکری و معنوی طاقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ (6)۔ رسول خدا (ص) نے اسلام کی طاقت کے جاہ و جلال کا مظاہرہ کر کے شرک کی استقامت و

پائنداری کے ہر ارادے کو پاش پاش کر دیا۔ اور اب آپ (ص) نے یہ سعی و کوشش کی کہ ابو سفیان کے ذریعے قریش کی استقامت و پائنداری کو بھی چکنا چور کر دیں لہذا آپ (ص) نے ابو سفیان سے کہا کہ وہ قریش کے درمیان جاکر ان سے کہے کہ جو کوئی اسلحہ زمین پر رکھ کر اپنے گھر میں بیٹھا رہے گا یا مسجد الحرام میں پناہ لے گا یا ابو سفیان کے گھر میں پناہ گزیں ہو گا اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور وہ امان میں ہوگا۔ (7)۔ رسول خدا (ص) کا یہ اقدام اس امر کا باعث ہوا کہ قریش کے ان سرداروں نے جوڈٹ کر سپاہ اسلام کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے ابو سفیان کی یہ کیفیت دیکھ کر اپنا ارادہ بدل دیا۔ (8)۔ قریش کو زیر کرنے کے جتنے بھی مرا حل ہو سکتے تھے وہ اب طے ہو چکے تھے۔ اور وہ وقت آن پہنچا تھا کہ رسول

خدا (ص) مکہ میں تشریف فرما ہوں۔ رسول خدا (ص) کی یہ سعی و کوشش تھی کہ سپاہ اسلام شہر میں اس طرح داخل ہو کہ جس حد تک ممکن ہو سکے کوئی تصادم نہ ہو چنانچہ اس مقصد کے تحت آنحضرت (ص) نے کل سپاہ کو چار دستوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کا ایک جرنیل مقرر فرمایا، اور ہر دستے کو یہ حکم دیا کہ اندرون شہر اس راستے سے جائیں جو ان کے داخل ہونے کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے تاکہ فوج چاروں طرف سے شہر یکبارگی داخل ہو اور لڑائی کا کوئی امکان نہ رہے اور سب کو یہ ہدایت دی کہ صرف اسی سے جنگ کرنا جو تمہارے مقابلے پر اثر آئے مگر اس کے ساتھ ہی دس ایسے افراد کے نام بھی آپ (ص) نے دئے جن کا خون بہا نا جائز و مباح قرار دیا گیا تھا (9)۔ اہل لشکر مقررہ راستوں سے مکہ میں داخل ہوئے۔ اندرون شہر دشمن کی ایک مختصر سی جماعت نے ہی استقامت و پائنداری کی کوشش کی مگر جب اس کے چند افراد قتل ہو گئے تو ان کی استقامت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور پھر سپاہ اسلام نے کسی خونریزی کے بغیر مکہ کو فتح

276

کر لیا (10)۔

حضرت خدیجہ (ع) اور حضرت ابوطالب (ع) کی قبر کی زیارت اور طواف کعبہ کے بعد رسول خدا (ص)، حضرت علی (ع) کے ہمراہ خانہ خدا کو تصوّروں اور بتوں سے پاک کرنے میں مشغول ہو گئے (11)۔ اہل مکہ خاص کر مشرکین کے سردار نہایت ہی اضطراب و بے چینی سے اپنا انجام دیکھنے کا انتظار کر رہے تھے۔ مسلمانوں پر وہ اب تک جو مظالم کر چکے تھے انہیں دیکھ کے انہیں اپنی موت سامنے نظر آرہی تھی۔ رسول خدا (ص) نے پہلے تو بتوں کو سرنگوں کیا اور اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہاں موجود لوگوں کے سامنے تقریر فرمائی۔ اس فتح و کامیابی پر خداوند تعالیٰ کی حمد کرنے کے بعد آپ (ص) نے قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "اب بتاؤ کیا کہتے ہو اور تمہارے دلوں میں کیا وسوسے ہیں؟" سب نے بلند آواز سے آنحضرت (ص) کی خدمت میں عرض کیا: "ہمیں آپ (ص) سے یہی توقع ہے کہ آپ (ص) ہمارے ساتھ خیر و نیکی کا سلوک فرمائیں گے۔ ہمیں یہی عرض کرنا ہے اور اس کے علاوہ ہمارے دلوں میں کوئی خیال و فکر نہیں۔ آپ (ص) ہمارے قابل احترام بھائی ہیں اور ہم آپ (ص) کو اپنے بھائی کا فرزند ہی سمجھتے ہیں۔ باقی آپ (ص) کو اختیار ہے اور طاقت بھی اب آپ (ص) کے پاس ہے۔" (2)

رسول خدا (ص) نے انہیں جواب دے کر فرمایا: "میں تم سے اپنے بھائی حضرت عوف (ع) کی طرح چشم پوشی کرتے ہوئے کہتا ہوں:

(لَا تَنْتَرِبَ عَلَیْکُمُ الْعِوَمَ غَفَرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَ هُوَ الرَّحْمَ الرَّحِیْمُ) (13)

277

"آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے" (14)۔

چنانچہ جب انہوں نے معافی کی درخواست کی تو رسول خدا (ص) نے فرمایا:

"اَذْهَبُوا فَاَنْتُمْ الطُّلُقَاءُ" (15)

جائو تم سب آزاد ہو۔

جب رسول خدا (ص) نے عام معافی کا اعلان کر دیا اور مشرکین کے سرداروں کے اعمال سے چشم پوشی کی تو مکہ کے لوگ جوق در جوق آپ (ص) کی خدمت میں حاضر ہو کر دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کرنے لگے یہی نہیں بلکہ عرب خواتین نے بھی ان خاص آداب کے مطابق جو مقرر کئے گئے تھے رسول خدا (ص) سے بیعت کی (16) قرآن مجید نے اس بے نظیر تبدیلی اور رجحان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

(وَرَأٰی عِتَ النَّاسِ عَیْدَ خُلُوْۤا فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا) (17)۔

اے نبی (ص) تم نے دیکھا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں (18)

رسول خدا (ص) نے بت برستی کو ہر جگہ سے کلی طور پر نیست و نابود کرنے کے لئے لوگوں کو ہدایت کی کہ جس کسی کے پاس کوئی بت ہو وہ اسے پاش پاش کر دے۔ اس کے علاوہ آپ (ص) نے مکہ کے باہر بھی چند افراد کو بھے جاتا کہ جہاں کہیں بھی کوئی بت خانہ ہو اسے ویران کر دیں، اور لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیں (19)

بے غمبر ہدایت و اصلاح

مسلمانوں کے ہاتھوں شہر مکہ کی تسخیر 'مشرکین کے سرداروں کی شکست اور تسلیم اور ان لوگوں کے ساتھ جو بے س سال سے زیادہ عرصہ تک اسلام دشمنی میں رسول خدا (ص) سے برسرِ کار رہے رسول خدا (ص) کے غیر متوقع و بے مثال درگزر و چشم پوشی نے ثابت کر دیا کہ انحضرت (ص) کا مقصد گمراہ و نادان لوگوں کی ہدایت و اصلاح کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اور جنگ و تصادم کے جو واقعات پیش آئے ان میں آپ (ص) کا مقصد انکی ہدایت و اصلاح ہی تھا ناکہ انتقام جوئی اور جاہ و فضیلت طلبی چنانچہ ایسی عظیم الشان فتح کے باوجود صرف وہ دس افراد (چھ مرد اور چار عورتیں) جو سخت و سنگین جرائم کے مرتکب ہوئے تھے قابلِ سزا قرار دیئے گئے اور "مہذور الہم" کے عنوان سے انہیں یاد کیا گیا (20)۔

ان میں بھی چار افراد کو قتل کر دیا گیا اور باقی کسی نہ کسی بہانے سے امان پانے میں کامیاب ہو گئے (21) اگرچہ ایسے موقعوں پر دنیاوی انقلابی لیڈر سے نکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں افراد کو بلا لخصوص انہیں جو دشمن کے محاذ پر پیش پیش ہوئے ہیں، تہ تیغ کر دیتے ہیں۔ لیکن جب ساری دنیا کے بے غمبر (ص) رحمت عنی "رحمة للعالمین" سے بعض مسلمان سپاہیوں نے یہ کہا کہ "الْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ" آج کا دن انتقام لینے اور جنگ کرنے کا دن ہے تو انحضرت (ص) نے یہ موقف اپنا یا کہ "الْيَوْمَ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ" آج کا دن رحمت کا دن ہے (22) چنانچہ اس کے فتنے کو پروفے سر حمید اللہ نے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے۔

جب رسول خدا (ص) کسی شہر کا فاتح ہو تو اُن سے اس عظمت و بزرگواری کے علاوہ اور کوئی توقع رکھنی ہی نہیں چاہئے (23)

غزوہ حنین و طائف:

جب شرك كاسب سے عظیم مرکز تسخیر ہو گیا اور "سواع" "مناة" اور "عزی" جے سے بت کدے مسلمانوں کے ہاتھوں ویراں ہو گئے (24) تو اسلام کا عسکری و سیاسی اثر و نفوذ تمام جزیرہ نمائے عرب "پر چھا گیا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ مشرکین کے اکثر و بیشتر قبائل نے اسلام کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا لکین "ہو ازن" اور "ثقف" ایسے دو قبیلہ تھے جو اسلام سے نفرت میں پیش پیش اور جنگجوئی میں سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس اسلحہ بھی سب سے زیادہ رہا کرتا تھا انہیں یہ علم ہو اکہ مسلمانوں کو مشرکین پر فتح و نصرت حاصل ہے ہوئے تو وہ سخت سرا سے مہ اور پریشان خاطر ہوئے اور اب انہیں یہ خوف لاحق رہنے لگا کہ قریش کو مغلوب کرنے کے بعد لشکر اسلام انہیں اپنے حملے کا نشانہ بنا لے گا چنانچہ انہوں نے خود ہی پیش قدمی کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ برسرِ کار ہوئے کا ارادہ کر لیا اور انہوں نے چند دے گر قبائل سے بھی عہد و پیمان کر لیا تھا۔

چنانچہ سب نے مجموعی طور پر طاقتور سپاہ کی شکل اختیار کر کے "مالک بن عوف" کی سپہ سالاری میں رسول خدا (ص) کے ساتھ جنگ و نبرد کرنے کے لئے خود کو آمادہ کر لیا۔

دشمن نے اس خیال کے پیش نظر کہ محاذ جنگ کی پشت سے اس کا کوئی تعلق نہ رہے اور مسلمانوں کے ساتھ جان توڑ کر جنگ کرے اس نے اپنی عورتوں 'بچوں'، مویشیوں اور مال غنیمت کو اپنے ساتھ لے لیا۔

رسول خدا (ص) کو جب دشمن کے ارادے کی اطلاع ملی تو آپ (ص) بتا رہے 6 شوال سنہ 8 ہجری کو بارہ (12000) ہزار سپاہیوں کا لشکر (جس میں دس ہزار افراد مدینہ کے اور دو ہزار نو مسلم شامل تھے) لے کر دشمن کی جانب روانہ ہوئے۔

دونوں لشکروں کا مقابلہ "حنین (25) نامی جگہ پر ہوا مشرکین کا لشکر پہلے ہی وادی حنین میں اتر چکا تھا اور اس نے

سارے نا کوں پر قبضہ کر لیا تھا وہ سپاہ اسلام کے اس ہر اول دستے پر جس کا سپہ سالار "خالد بن ولید" تھا اچانک حملہ اور ہوا اور اس دستے کو منتشر و پراکندہ کر دیا، یہ صورتحال دیکھ کر باقی سپاہیوں نے بھی فرار کو قرار پر ترجیح دی اور سرپاؤں رکھ کر بھاگے۔ صرف دس افراد ہی ایسے تھے جو رسول خدا (ص) کے دوش بدوش رہے (26) ابو سفیان اور وہ قریش جو چند روز قبل ہی مسلمان ہوئے تھے مسلمانوں کی اس شکست پر بہت مسرور ہوئے اور اس پر تمسخر کر نے لے (27)۔

اگرچہ بے غیر اکرم (ص) اس وقت تنہا رہ گئے تھے لے کن ان چند اصحاب کے ساتھ جو اس وقت اپ (ص) کے ساتھ تھے مے دان جنگ میں پوری استقامت اور پائنداری کے ساتھ اپنی جگہ پر رہے اور جو لوگ فرار کر نے لگے تھے انہیں واپس آنے کی دعوت دی۔ اس موقع پر اپ (ص) نے فرمایا کہ: "اے لوگو کہاں بھاگے چلے جا رہے ہو؟ واپس آجا تو میں محمد (ص) بن عبد اللہ رسول خدا (ص) تمہیں بلارہا ہوں" (28)

رسول خدا (ص) کے اے ماء پر حضرت "عباس بن عبد المطلب" نے انحضرت (ص) کا بے غام با واز بلند لوگوں تک پہنچیا جسے سن کر مسلمان ایک ایک کر کے واپس آنے لگے رسول خدا (ص) نے انہیں از سر نو مرتب کیا اور جنگ کی آگ دو بارہ شعلہ ور ہو گئی۔

امیر المومنین حضرت علی (ع) سب سے زیادہ جوش و خروش میں تھے اور دشمنوں کو خاک و خون میں ملا رہے تھے یہاں تک کہ قبیلہ ہوا زن کے چالیس افراد آپ (ع) کی شمشیر سے ہلاک ہوئے (29) دوسرے مسلمانوں نے بھی شکست کی تلافیاں کیں اور چند لمحہ فرار رہنے کی وجہ سے جو خفت ہوئی تھی اسے دور کرنے کیلئے جان کی بازی لگا دی بالخصوص اس

281

وقت جب کہ انہوں نے یہ دیکھا کہ "ام عمارہ"، "ام سلیم"، "ام سلیط"، اور "ام حارث" جیسی دلیر خواتین بھی میدان کار رزار میں اتر آئیں ہیں اور رسول خدا (ص) کا مردانہ وار دفاع و کر رہی ہیں (30)۔ رسول خدا (ص) نے سپاہ میں مزید جوش و خروش پیدا کرنے کی خاطر اعلان فرمایا کہ "جو کوئی کسی کافر کو قتل کرے گا وہ مقتول کے لباس اور اسلحہ کا مالک ہو گا" (31)

اس وقت ہوازن کا پرچمدار "ابو جروہ" سرخ اونٹ کے اوپر سوار بلند نیزہ ہاتھ میں لئے اس پر سیاہ جھنڈا لہرا رہا تھا وہ اپنے لشکر کے آگے آگے چل رہا تھا حضرت علی (ع) کے ہاتھوں اس کے قتل (32) کی وجہ سے دشمن کیلئے فرار کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا چنانچہ فتح اسلام کے حصے میں آئی

اس جنگ میں چھ ہزار سپاہی قید ہوئے ان کے علاوہ چوبیس ہزار (24000) اونٹ، چالیس ہزار بھیڑیں اور وزن میں چار ہزار اوقیہ (تقریباً 850 کلو گرام) چاندی بطور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئی (33)۔ باقی جو سپاہ بچی تھی وہ بھاگ کر "طائف"، "نخلہ"، اور "اوطاس"، کی طرف نکل گئی (34)۔ رسول خدا (ص) نے "بذیل بن ورقاء" کو اس کام پر مامور فرمایا کہ وہ مال غنیمت کو "جعرانہ" (35) نامی مقام پر لے جائیں اور وہیں اس کی حفاظت کریں تاکہ جنگ ختم ہونے کے بعد اسے تقسیم کیا جا سکے اور آپ (ص) بذات خود سپاہ اسلام کو ساتھ لے کر "طائف" کی جانب روانہ ہوئے کیونکہ "مالک بن عوف" ثقیف کے دیگر لشکروں کے ہمراہ بھاگ کر اس طرف نکل گیا تھا وہاں پہنچ کر آپ (ص) نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ طائف کا محاصرہ تقریباً بیس روز تک جاری رہا (36)۔ دشمن کی استقامت و پائنداری کو ختم کرنے کیلئے مسلمانوں نے منجنیقیں اور جنگی گاڑیاں بھی استعمال کیں لیکن اس

282

کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ قلعے کے استحکام، اسلحہ جنگ اور سامان خوراک کے ذخیرے کی وجہ سے دشمن کی استقامت و پائنداری پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ رسول خدا (ص) نے صحابہ کے مشورے سے محاصرہ جاری رکھنے کا خیال ملتوی کر دیا اور جعرانہ کی طرف روانہ ہو گئے (37)۔

اس فیصلے کی شاید یہ وجہ یہ تھی کہ رسول خدا (ص) نے دشمن کے وسائل و اسلحہ کا جائزہ لینے کے بعد یہی نتیجہ اخذ کیا کہ طائف کو فتح کرنے کیلئے زیادہ وقت درکار ہے اور مدینہ سے آنحضرت (ص) کو سوس دور تھے۔ اس کے علاوہ مختلف افکار و خیالات کے حامل بارہ ہزار سپاہیوں کو کافی عرصے تک قلعہ طائف کے محاصرہ کے لئے یکجا رکھا بھی

نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ ایک طرف تو لشکر کیلئے سامان خوراک کم ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اور دوسری طرف ماہ حرام اور حج کا زمانہ قریب چلا آ رہا تھا۔ (38) اس کے علاوہ چھ ہزار جنگی قیدیوں کے مسئلے کے بارے میں بھی غور کرنا تھا تاکہ جس قدر جلد ہو سکے یہ مسئلہ حل ہو جائے۔

مال غنیمت کی تقسیم

رسول خدا (ص) جب "جعرانہ" واپس تشریف لائے تو ہوازن کا وفد آنحضرت (ص) کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے دین اسلام قبول کرنے کے بعد رسول خدا (ص) سے درخواست کی کہ قیدیوں کو آزاد کر دیا جائے رسول اکرم (ص) نے مسلمانوں کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد اور ان کا دل جیتنے کی خاطر ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کو فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیا (39)۔ اور باقی مال غنیمت کو آپ (ص) نے قریش کے درمیان تقسیم کر دیا اور وہ لوگ جو حال ہی میں مشرف بالاسلام ہوئے تھے ان کے سرداروں کو آپ (ص) نے بیشتر حصہ (40) عطا کیا تاکہ اس طریقے

283

سے ان کے دل اسلام کی جانب بیشتر مائل ہو سکیں

جو لوگ چند روز قبل ہی مسلمان ہوئے تھے ان کے سرداروں کو آنحضرت (ص) کی زیادہ عطا بعض افراد بالخصوص انصار کو ناگوار گزری حالانکہ یہ بخشش رسول (ص) خدا کے اپنے حصے "خمس" سے ہی تھی (41) جس کی وجہ یہ تھی کہ مال غنیمت سے ان کا حصہ نظر انداز کر دیا گیا تھا لیکن جب انہوں نے رسول خدا (ص) کی نصیحتیں سنیں اور اس کی حکمت کے بارے میں انہیں علم ہوا تو وہ آنحضرت (ص) کے اس اقدام سے مطمئن ہو گئے (42)۔ رسول خدا (ص) نے عمرہ کرنے کے ارادے سے "جعرانہ" میں احرام باندھا عمرہ کرنے کے بعد آپ (ص) نے "عتاب بن اسید" کو مکہ کا گورنر مقرر فرمایا اور حضرت "معاذ بن جبل" کو احکام دین کی تعلیم دینے کیلئے متعین فرمایا اور خود آنحضرت (ص) واپس مدینہ تشریف لے آئے (43)۔

غزوہ حنین کی ابتدا میں مسلمانوں کی شکست اور آخر میں کامیابی کے اسباب
الف۔ ابتدائی مرحلے میں شکست

1۔ کثرت سپاہ کی وجہ سے احساس تکبر اور غیبی مدد کی جانب سے غفلت و چشم پوشی۔ جس وقت بارہ ہزار افراد پر مشتمل سپاہ اسلام کی شان و شوکت اور طاقت، جناب ابوبکر نے دیکھی تو اسکی کی زبان پر یہ جملہ آبی گیا کہ اب طاقت کی کمی کے باعث اب ہم مغلوب نہ ہوں گے (44)۔

284

اور اس کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ

(لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ: وَيَوْمَ حُنَيْنٍ: إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ)

"اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے ابھی غزوہ حنین کے روز بھی اس نے تمہاری دستگیری کی جس کی شان تم دیکھ چکے ہو اس روز تمہیں اپنی کثرت تعداد کا غرور تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے"۔ (45)

2۔ سپاہ اسلام میں اہل مکہ کے دو ہزار ایسے افراد کی موجودگی جو حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے ان میں سے بعض منافق تھے اور بعض محض مال غنیمت جمع کرنے کی خاطر سپاہ اسلام کے ساتھ ہو گئے تھے نیز کچھ لوگ بغیر مقصد و ارادہ ہی مکہ سے باہر نکل آئے تھے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ابتدائی مرحلے پر جب دشمن کا اچانک حملہ ہوا تو سب سے پہلے جو سر پر پیر رکھ کر بھاگے وہ یہی لوگ تھے (46)۔ اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے سپاہ اسلام پر لعن و طعن شروع کر دی تھی حتیٰ کہ بعض نے تو رسول خدا (ص) کو قتل کرنے کا ارادہ نکال لیا تھا (47)۔ چنانچہ ایسے عناصر کی ان حرکات کا باقی سپاہ پر اثر انداز ہونا اور ان کی قوت ارادی و حوصلہ مندی میں ضعف آنا طبیعی اور و قدرتی امر تھا۔

3۔ دشمن کے سپاہی جس جگہ جمع تھے نیز جہاں دونوں لشکروں کے درمیان معرکہ ہوا اس جگہ کا محل وقوع، دشمن کا

کمین گاہوں، دروں اور پہاڑی شگافوں پر قبضہ اور اذان فجر

285

کے وقت جبکہ مطلع صاف و روشن نہیں تھا دشمن کا اچانک حملہ وغیرہ ایسے عوامل تھے جن کے باعث مسلمانوں میں یہ قوت فیصلہ سلب ہو گئی کہ وہ کیا اقدام کریں۔

ب: آخری فتح

- 1_ غیبی مدد اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے نصرت و کامیابی۔ اس کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے (ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ) (48) "پھر اللہ نے اپنا سکون اپنے رسول (ص) پر اور مومنین پر نازل فرمایا اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے ان لوگوں کے لئے جو حق کا انکار کرتے ہیں"۔
- 2_ رسول خدا (ص)، حضرت علی (ع) اور دیگر ایثار پسند اور جان نثار مردوں نیز عورتوں کی میدان کا رزار میں پائنداری، اس کے ساتھ ہی میدان جنگ میں رسول خدا (ص) کا سپاہ کو واپس بلانا اور انہیں از سر نو منظم کرنا۔
- 3_ حضرت علی (ع) کے ہاتھوں دشمن کے پر چمدار اور دیگر مسلمانوں کے ہاتھوں دشمن کے سردار "دُرَیْدِیْن صَمَّہ" کا قتل کیا جانا۔

286

سوالات

- 1_ "صلحنامہ حدیبیہ"، کی شرائط کے مطابق رسول خدا (ص) کو قریش کے ساتھ دس سال تک جنگ نہیں کرنی چاہئے تھی۔ آنحضرت (ص) نے کس وجہ سے دو سال بعد ہی مکہ پر لشکر کشی کر دی؟
- 2_ رسول خدا (ص) نے جب مکہ پر لشکر کشی کی تو اس مہم کو قریش سے پوشیدہ رکھنے کیلئے آنحضرت (ص) نے کیا اقدامات کئے؟
- 3_ رسول خدا (ص) نے مکہ کے نزدیک پہنچنے کے بعد خونریزی اور قریش کے ساتھ تصادم کو روکنے کیلئے کیا اقدامات کئے؟
- 4_ رسول خدا (ص) نے مکہ کو فتح کرنے کے بعد جب مشرکین کو قید کر لیا تو آنحضرت (ص) نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اور آپ (ص) کے روئے کا ان پر کیا اثر ہوا؟
- 5_ غزوہ حنین کا کب اور کس طرح آغاز ہوا؟
- 6_ غزوہ حنین کی ابتدا میں مسلمانوں کے شکست کا کیا سبب تھا؟
- 7_ فتح حاصل کرنے کیلئے رسول خدا (ص) اور حضرت علی (ع) کا کیا کردار رہا؟ اس کی وضاحت کیجئے۔
- 8_ غزوہ حنین میں مسلمانوں کو ابتداء میں شکست ہوئی اور بعد میں فتح و نصرت سے ہمکنار ہوئے قرآن مجید نے ان واقعات کا کس طرح تجزیہ کیا ہے؟

287

حوالہ جات

- 1_ المغازی ج 2 صفحہ 796۔
- 2_ السیرۃ النبویہ ج 4 صفحات 40_41۔
- 3_ المغازی ج 2 صفحات 801_814۔
- 4_ بعض کتب تاریخ میں یہ آیا ہے کہ ابو سفیان کے ساتھی اسی جگہ سے واپس چلے گئے اور صرف ابوسفیان کو رسول خدا (ص) کی خدمت میں حاضر کیا گیا (السیرۃ النبویہ ابن ہشام ج 4 صفحہ 45)۔
- 5_ المغازی ج 2 صفحات 814_815۔

- 6 ایضا صفحات 818 821 _
 7 _ 8 السيرة النبوية ابن بشام ج 4 صفحات 46 47 _
 9 و 10 _ المغازی ج 2 صفحہ 825 _
 11 _ ملاحظہ ہو : اعیان الشیعة ج 1 صفحہ 409 _
 12 _ المغازی ج 2 صفحہ 835 _
 13 _ سورہ یوسف آیت 92 _
 14 _ المغازی ج 2 صفحہ 835 _
 15 و 16 _ تاریخ طبری ج 3 صفحہ 61 _
 17 _ سورہ نصر آیت 2 _
 18 _ ملاحظہ ہو : تفسیر المیزان ج 20 صفحہ 376 _
 19 _ ملاحظہ ہو : المغازی ج 3 صفحہ 873 والسيرة النبوية ج 4 صفحہ 70 _
 20 _ ملاحظہ ہو : المغازی ج 2 صفحہ 825 _
 21 _ ملاحظہ ہو : تاریخ طبری ج 3 صفحہ 60 _
 22 _ المغازی ج 2 صفحات 821 '822 _
 23 _ ملاحظہ ہو " کتاب رسول اکرم (ص) میدان جنگ میں،، ترجمہ سید غلام رضا سعیدی ص 148

288

- 24 _ ملاحظہ ہو : بحار الانوار ج 21 صفحہ 145 _
 25 _ دور جابلیت میں " ذوالمجاز " عربوں کا مشہور بازار تھا یہ جگہ اس بازار کے قریب مکہ و طائف کے درمیان واقع تھی البتہ یہ جگہ مکہ کی نسبت طائف سے نزدیک تر ہے اور یہاں سے مکہ کا فاصلہ تین راتوں میں طے ہوتا تھا ملاحظہ ہو : التنبیہ و الاشراف ص 234 و معجم البلدان ج 2 صفحہ 313 _
 26 _ تاریخ یعقوبی ج 2 ص 62 والارشاد مفید ص 74 _
 27 _ تاریخ طبری ج 3 ص 74 _
 28 _ السيرة النبوية، ابن بشام ج 4 ص 85 _
 29 _ الارشاد مفید 76 _
 30 _ المغازی ج 3 ص 902 _
 31 _ السيرة النبوية ابن کثیر ج 3 ص 620 _
 32 _ ملاحظہ ہو : الارشاد ص 75 و تاریخ یعقوبی ج 2 ص 63 _
 33 _ ملاحظہ ہو : الطبقات الکبری ج 2 ص 152 و تفسیر المنارج 10 ص 258 _
 34 _ الطبقات الکبری ج 2 ص 151 _
 35 _ یہ کنوئیں کا نام تھا جو مکہ اور طائف کے درمیان واقع تھا البتہ مکہ سے زیادہ نزدیک تھا معجم البلدان ج 2 ص 142 ' اس کنوئیں کا نام جعرا نہ بھی لکھا گیا ہے _
 36 _ ملاحظہ ہو : المغازی ج 3 ص 927 تاریخ طبری ج 3 ص 83 _
 37 _ ملاحظہ ہو : المغازی ج 3 ص 936 و 937 تاریخ طبری ج 3 ص 84 _
 38 _ بعض کتب تاریخ میں درج ہے کہ رسول خدا (ص) نے یہ محاصرہ اول ماہ ذی القعدة تک جاری رکھا ملاحظہ ہو بحار الانوار ج 21 ص 181 ، اور یہ قول اس بنا پر کہ جنگ حنین بتاریخ دہم شوال واقعہ ہونی (المغازی ج 3 ص 892) حقیقت کے زیادہ نزدیک ہے _
 39 _ بحار الانوار ج 21 ص 182 _ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ چند قیدیوں نے فدیہ ادا کر کے بھی آزادی حاصل کی تھی _

289

- 40 _ ملاحظہ ہو : الارشاد ص 76 _
 41 _ الطبقات الکبری ج 2 ص 153 _
 42 _ ملاحظہ ہو : الارشاد ص 76 77 رسول خدا (ص) کے اس اقدام میں شاید یہ نقطہ پنہاں تھا کہ مکہ کے تازہ مسلمان بالخصوص ان کے سرداروں میں عقل و بصیرت نہ تھی بلکہ وہ خوف و مجبوری کی وجہ سے مسلمان ہوئے تھے اسی لئے پیغمبر اکرم (ص) پر ان کی دلجوئی کرنا ضروری تھی تاکہ ان کے دل اسلام کی جانب زیادہ مائل ہو جائیں فقہ اسلامی میں اس عمل کو " تالیف قلوب " کہا جاتا ہے اور اس کا شمار مصارف زکات میں ہوتا ہے _
 43 _ المختصر فی اخبار البشر تاریخ ابوالفداء ج 1 ص 148 _
 44 _ ملاحظہ ہو : المغازی ج 3 ص 890 والطبقات الکبری ج 2 ص 150 _
 45 _ سورہ توبہ آیت 25 _
 46 _ ملاحظہ ہو : المغازی ج 3 ص 897 _
 47 _ ملاحظہ ہو : تاریخ یعقوبی ج 2 ص 62 _

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

291

سبق 15:

غزوہ تبوک

293

غزوہ تبوک (1)

جزیرہ نما ئے عرب میں مشرک کے عظیم ترین مرکز کی شکست اور تسخیر کے ساتھ ہی حجاز کے سرداروں نے بھی رسول خدا (ص) کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اس طرح جب ملک کی شمالی حدود میں دین اسلام کی اشاعت کے امکانات زیادہ ہو گئے تو رومی حکومت کے ایوانوں میں وحشت و اضطراب کے باعث لرزہ پیدا ہونے لگا اس کی عظیم ترین عسکری طاقت چونکہ انتہائی مرتب و منظم تھی اور جنگوں میں اپنے طاقتور حریف یعنی ملک ایران پر وہ بے در پے فتوحات حاصل کر چکا تھا اسی لئے اسے اپنی طاقت پر ناز و غرور تھا چنانچہ اس طاقت کے زعم میں اس نے فیصلہ کر لیا کہ اپنے اس مسلح و منظم لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر دے۔

رسول خدا (ص) کو علم ہو گیا کہ شہنشاہ روم "ہرقل" نے عظیم لشکر جمع کر لیا ہے اور فوجیوں کو انکی ایک سال کی تنخواہ پیشگی ادا کر دی ہے ، اس کے ساتھ ہی اس نے سرحدوں پر واقع "لخم" ، "جذام" ، "غسان" اور "عاملہ" نامی علاقے کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے نیز اس کا ہر اول دستہ "بلقائ (2)" "تک آن پہنچا ہے (3)۔ رسول خدا (ص) کو جب یہ اطلاع ملی تو اس وقت موسم انتہائی گرم تھا اور کھجور پک کر اٹارنے کے قابل ہو چکی تھی ایک طرف راستے کی دوری اور دوسری طرف سپاہ روم کی کثرت ایسے عوامل تھے جن کے باعث سپاہ کو روانہ کرنا سخت دشوار کام تھا بالخصوص ان واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے جو معرکہ موتہ کے موقع پر پیش آچکے تھے لیکن ان لوگوں کیلئے جو واقعی مسلمان

294

تھے اسلام کی قدر و قیمت ذاتی آسائشے و آرام اور مادی منفعت سے کہیں زیادہ تھی اور وہ اسلام کی فلاح کی خاطر ان کو نظر انداز کر سکتے تھے چنانچہ اس خے ال کے پیش نظر رسول خدا (ص) نے صحابہ کو جمع کیا اور مختصر طور پر دشمن کے استعداد اور اس کی عسکری بالادستی کے بارے میں مطلع کیا اس کے ساتھ ہی آنحضرت (ص) نے لشکر کی تیاری اور روانگی کے لئے سعی و کوشش شروع کر دی (4) چنانچہ قبائل کے درمیان اور مکہ کی جانب رسول خدا (ص) کے نمائندے روانہ کئے گئے تاکہ وہ لوگوں کو مقدس جہاد میں شرکت کی دعوت دیں۔ (5) ناسازگار حالات کے باوجود تیس ہزار جنگجو سپاہیوں نے جن میں دس ہزار سوار بھی تھے رسول خدا (ص) کی پکار پر لبیک کہا۔ (6)

رسول خدا (ص) نے جنگ کے اخراجات کیلئے مالدار لوگوں سے کہا کہ سپاہ کی مال و اسلحہ کے ذریعے مدد کریں (7) اس کے علاوہ جب پیغمبر خدا (ص) کی طرف سے یہ اعلان کر دیا گیا کہ اس سفر کا مقصد کیا ہے تو مسلمان اس اسلحہ اور ساز و سامان کے ساتھ جو ان کے پاس تھا اسے لے کر بیر کونمیں جمع ہو گئے۔

رسول خدا (ص) کے فرمان پر لوگوں کے مختلف موقف

جب ہم تاریخ کی کتابوں کے صفحات اور ان آیات پر نظر ڈالتے ہیں جو اس سلسلے میں نازل (8) ہوئی ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس غزوہ کے بارے میں مسلمانوں کے افکار و نظریات مختلف و گوناگوں تھے جس کی کیفیت ذیل میں درج ہے۔
1_ خاص مو من افراد کو (اور اکثریت ان ہی پر مشتمل تھی) جیسے ہی رسول خدا (ص) کی دعوت کا علم ہوا تو اس ساز و سامان کے ساتھ جو ان کے پاس موجود تھا رسول خدا (ص) کی سپاہ میں

295

شامل ہو گئے۔

2_ ایک گروہ ایسا بھی تھا جو رسول خدا (ص) کے ساتھ جانا تو چاہتا تھا مگر اس کے پاس سواری کے جانور نہ تھے چنانچہ انہوں نے رسول خدا (ص) سے کہا کہ اگر سواری کا بندوبست ہو جائے تو وہ چلنے کو تیار ہیں لیکن جب رسول خدا (ص) نے کہا کہ سواری کے جانور کا فراہم کرنا تو ممکن نہیں تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ اشک بار اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس چلے گئے۔ (9)

3_ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے نہ فقط یہ کہ فرمان رسول (ص) کے سامنے سر نہیں جھکایا بلکہ سپاہ کی روانگی میں جس حد تک ممکن ہو سکتا تھا خلل اندازی سے بھی باز نہ آئے چنانچہ وہ مجاہدین جو جنگ میں شرکت کرنا چاہتے تھے ان سے یہ لوگ کہتے تھے کہ: اس سخت گرمی میں جنگ پر مت جانو (10) اس کے علاوہ جو لوگ ان مجاہدین کو مالی مدد دینا چاہتے تھے تو ان کا بھی یہ لوگ مذاق اڑاتے (11) کسی پر ریا کا رہونے کا الزام لگا تے اور کسی کی یہ کہہ کر حوصلہ شکنی کرتے کہ تمہارے پاس سامان سفر بہت کم ہے جنگ پر جاکر کیا کرو گے (12)

4_ کچھ لوگ ایسے بھی آرام طلب تھے جو جنگ سے فرار کرنے کی غرض سے رسول خدا (ص) کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کوئی بے بنیاد بہانہ تراش کر آنحضرت (ص) سے یہ درخواست کرتے کہ انہیں مدینہ میں ہی رہنے دیا جائے۔ (13)

5_ بعض نے سپاہ اسلام کے ساتھ جنگ میں شریک ہونے سے ہچکچا ہٹ کامظاہرہ کیا لیکن تردد میں ان کی بدنیتی شامل نہیں تھی بلکہ اس کا سرچشمہ جنگ کے معاملے میں ان کی سستی اور غفلت تھی دشمن کے ساتھ جنگ کرنے سے زیادہ انہیں اپنے درختوں اور

296

محصولات کے ساتھ دلچسپی تھی اور یہ کہتے تھے کہ ہم کھجوریں جمع کرنے کے بعد ہی جنگ میں شرکت کریں گے۔ (14)

تبوک کی جانب روانگی

منافقین کی ہر قسم کی رخنہ اندازی، افترا پردازی اور منفی پروپیگنڈے کے باوجود رسول خدا (ص) نے حضرت علی (ع) کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کر دیا اور ماہ رجب سنہ 9 ہجری قمری کو اس عظیم لشکر کے ہمراہ جسے اس دن تک مدینہ میں کسی کی آنکھ نے نہ دیکھا تھا شمال کا طویل اور پر مشقت راستہ اختیار کیا۔
تاریخ کی بعض کتابوں میں درج ہے (15) کہ رسول خدا (ص) نے حضرت علی (ع) کو مدینہ میں اپنا جانشین اسی وجہ سے مقرر کیا کہ آنحضرت (ص) کو عربوں کی بدنیتی کے بارے میں بخوبی علم تھا جن کے ساتھ آپ (ص) نے جنگ کی تھی اور ان کے بہت سے رشتہ داروں کو یہ تیغ کیا تھا اس کے علاوہ آپ (ص) مدینہ کے ان منافقین کی کارستانیوں سے بھی بے خبر نہ تھے جنہوں نے کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر اس جنگ میں شرکت کرنے سے اجتناب کیا تھا اور یہ احتمال تھا کہ جب رسول خدا (ص) کافی عرصے تک مدینہ سے باہر تشریف فرما رہیں گے تو آپ (ص) کی غیر موجودگی نیز مسلمانوں کی تنہائی کا وہ غلط فائدہ اٹھانا چاہیں گے اور مدینہ پر حملہ کر دیں گے، حضرت علی (ع) کی مدینہ میں موجودگی رسول خدا (ص) کی موجودگی کی طرح دشمنوں کو خوف زدہ رکھنے، ان کی سازشوں کو نام کام بنانے اور مرکزی حکومت کی حفاظت و پاسداری کیلئے اشد ضروری تھی۔

چنانچہ یہی وجہ تھی جب رسول خدا (ص) نے حضرت علی (ع) کو اپنا جانشین مقرر کیا تو اس سلسلے میں آپ (ع) نے فرمایا کہ:

"إِنَّ الْمَدِينَةَ لَا تَصْلُحُ إِلَّا بِيْ أَوْ بَكٍ"

"مدینہ میرے یا تمہارے بغیر اصلاح پذیر نہ ہوگا" (16)۔

سپاہ اسلام کے سامنے چونکہ اقتصادی مشکلات، راستے کی دوری، سواری کے جانوروں کی کافی کمی، سخت گرمی، جھلسادنے والی ہوا کی تپش جیسی مشکلات تھیں اسی لئے اس لشکر کو "جَيْشُ الْعُسْرَةِ" کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے (17) چنانچہ یہ سپاہ ان تمام سختیوں کو برداشت کرتی ہوئی "تبوک" نامی مقام پر پہنچ گئی مگر یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ دشمن کا دور دور تک اتنا پتہ نہیں گویا ہر قل کو جب اسلام کی عظیم سپاہ کی روانگی کا علم ہوا تو اس نے عافیت اسی میں سمجھی کہ وہ پسپا ہو کر اپنے ملک کی حدود میں چلا جائے (18) لیکن سپاہ اسلام نے وسیع پیمانے پر انتہائی تیزی کے ساتھ شمالی حدود کے کنارے پہنچ کر اور بیس روز تک وہاں قیام پذیر رہ کر دشمنان اسلام کو بہت سے ہند آموز سبق سکھادیئے جن میں سے چند کا ہم یہاں ذکر کریں گے۔

1۔ روم کی شہنشاہیت اور اسکے دست پروردہ سرحدی نگہبانوں پر اسلام کی طاقت و عظمت قطعی طور آشکار و عیاں ہوگئی اور یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مسلمانوں کی عظیم عسکری طاقت اس حد تک ہے کہ اگر دنیا کے طاقتور ترین لشکر سے بھی ٹکر لینے کی نوبت آجائے تو اس کا مقابلہ کرنے میں انہیں ذرا بھی باک نہیں چنانچہ یہی وجہ تھی کہ لشکر اسلام کے سرزمین تبوک تک پہنچنے کی اطلاع ملتے ہی بعض سرحدی صوبوں کے فرمانروا رسول خدا (ص) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس معاہدے کے ساتھ کہ وہ کسی طرح کا تعرض نہ کریں گے یہ بھی وعدہ کیا کہ ہر سال معقول رقم اسلامی حکومت کو بطور خراج بھی ادا کریں گے (19)۔

2۔ مدینہ و تبوک کے راستے پر "دَوْمَةُ الْجَنْدَلِ" نامی محکم قلعہ (20) بنا ہوا تھا جس پر "اُكَيْدَر" نامی عیسائی بادشاہ کی حکمرانی تھی چونکہ اس کے تعلقات ہر قل کے ساتھ خوشگوار تھے اسی لئے اس کا شمار ان مراکز میں ہوتا تھا جو مسلمانوں کیلئے خطرات پیدا کرسکتے تھے چنانچہ رسول خدا (ص) نے خالد بن ولید کو تبوک سے چار سو بیس سواروں کے ہمراہ دَوْمَةُ الْجَنْدَلِ کی جانب روانہ کیا کہ وہاں پہنچ کر انہیں غیر مسلح کردے، خالد نے دشمن کو نہتا کرنے کے بعد اس علاقے کے فرمانروا کو گرفتار کر لیا اور اسے مال غنیمت کے ساتھ لے کر رسول خدا (ص) کی خدمت میں حاضر ہوا رسول خدا (ص) نے اسے اس شرط پر آزاد کر دیا کہ وہ "جزیہ" ادا کرے گا (21)۔

3۔ اس غزوہ کے باعث دین اسلام اور رسول خدا (ص) کا نام نامی روم کے عیسائیوں کی زبان پر جاری رہنے لگا اور اس کا چرچا تازہ ترین خبر کی طرح ہر جگہ رہتا چنانچہ میدان ایساہموار ہو گیا کہ رومی دین اسلام کو عالمی طاقت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

4۔ جزیرہ نمائے عرب میں وہ عرب و مشرکین جو دین اسلام قبول کرنے کی سعادت سے محروم رہ گئے تھے اب انہیں بھی دین اسلام کی قوت کا پوری طرح اندازہ ہونے لگا تھا اور یہ بات اچھی طرح ان کی سمجھ میں آگئی کہ جب رومیوں کا طاقت ور لشکر اپنے پورے جنگی ساز و سامان کے باوجود لشکر اسلام کا مقابلہ نہ کرسکا تو ایسی زبردست طاقت کے سامنے ان کا سینہ سپر رہنا لا حاصل ہے، ان خیالات کے پیش نظر ان قبائل نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اس سے قبل کہ رسول خدا (ص) ان کی خبر لینے کیلئے آئیں وہ خود ہی اپنے نمائندے رسول خدا (ص) کی خدمت میں روانہ کردیں اور یا تو دین اسلام قبول کر لیں اور یا پھر ایسا معاہدہ کریں جس کی رو سے وہ اسلامی حکومت کے معاملات

میں متعرض نہ ہوں گے اور اسلامی حکومت کے سائے میں ہی رہیں گے (22) چونکہ بیشتر وفد غزوہ تبوک کے بعد سنہ 9 ہجری میں رسول خدا (ص) کی ملاقات سے مشرف ہوئے (23) اسی وجہ سے سنہ 9 ہجری کو "سَنَةُ الْوَفْدِ" کہا جانے لگا (24)۔

اس کے علاوہ رومی لشکر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے سے پہلے ہی چونکہ فرار کر گیا تھا اس لئے سپاہ کے حوصلے اس واقعے سے بہت زیادہ بلند ہو گئے چنانچہ مسلمانوں کے روم پر بعد والے حملوں پر اس کے بہت عمدہ اثرات رونما ہوئے پہلا تو یہی کہ: ان کے حوصلے اتنے قوی ہو گئے کہ وہ کسی بھی طاقت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور شاید اسی حوصلہ کی وجہ سے انہوں نے اپنا اسلحہ فروخت کر دینا چاہا تھا کیونکہ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ "اب جہاد کی ضرورت

ہی باقی نہیں رہی ہے " مگر رسول خدا (ص) نے انہیں اس اقدام سے منع فرمایا _ (25)
مدینہ کے رہنے والوں کو جب یہ اطلاع ملی کہ رومیوں پر فتح حاصل ہوئی ہے تو وہ ایسے مسرور ہوئے کہ بقول "بیہقی"
عورتوں ' بچوں اور نوجوانوں نے یہ ترانے گا کر لشکر اسلام کا استقبال کیا _

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعَا اللَّهُ دَاعٍ
أُتِيََا الْمُبْعُوثُ فِينَا
جَنَّتْ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ

"ہم پر ثنیات الوداع سے چودھویں کے چاند نے طلوع کیا جب تک کوئی دعا کرنے والا ہے ' ہم پر شکر واجب ہے ، اے ہم
میں مبعوث ہونے والے نبی (ص) آپ (ص) ایسا حکم لے کر آئے ہیں جس کی اطاعت ضروری ہے" _ (26)

300

دوسرا یہ کہ : مسلمان اتنا طویل پر مشقت سفر کرنے کے باعث چونکہ اس کی مشکلات و خصوصیات سے واقف ہو گئے
تھے اسی لئے مستقبل میں شام کو فتح کرنے کا راستہ ان کے لئے ہموار ہو گیا اور شاید یہی وجہ تھی کہ رسول اکرم (ص)
کی رحلت کے بعد دیگر ممالک کو فتح کرنے سے قبل مسلمان شام کو فتح کرنے کی جانب متوجہ ہوئے۔

منافقوں کی رسوائی

'غزوہ تبوک' صدر اسلام کی دیگر سبجنگوں سے زیادہ منافقین کی جولان گاہ اور ان کے خیانت کارانہ و مجرمانہ افعال کی
آماجگاہ رہا چنانچہ انہوں نے جتنی بھی بد اعمالیاں اور بدعنوانیاں کیں خداوند تعالیٰ نے دوسری جنگوں کے مقابل ان کے
اتنے ہی برے ارادوں اور ان کے منافقانہ چہروں کو بے نقاب کیا اور شاید اسی وجہ سے اس غزوہ کو "فَاضَحَ" (رسوا کن
کہا گیا ہے) _ (27)

اس سے قبل کہ سپاہ اسلام "تبوک" کی جانب روانہ ہو منافقین نے جو بھی خیانت کاریاں کیں ان کے بعض نمونے اوپر پیش
کئے جا چکے ہیں انہوں نے انہی خیانت کاریوں اور اپنی بد اعمالیوں پر اکتفانہ کی بلکہ جتنے عرصے تک لشکر اسلام غزوہ
تبوک پر رہا ان کے سازشیں بھی جاری رہیں چنانچہ ذیل میں ہم اس کے چند نمونے پیش کریں گے۔
1_ منافقین کے ایک گروہ نے "سویل" نامی یہودی کے گھر پر میٹنگ کی جس میں انہوں نے اس مسئلے پر غور و فکر کیا کہ
جنگی امور اور لشکر کی روانگی میں کس طرح خلل اندازی کی جائے چنانچہ جب رسول خدا (ص) کو ان کے ارادے کا
علم ہوا تو آنحضرت (ص) نے چند لوگوں کو اس کے گھر کی طرف روانہ کیا جنہوں نے اسے نذر آتش کر دیا (28)۔

301

2_ جس وقت سپاہ اسلام نے "ثینۃ الوداع" نامی جگہ پر پڑاؤ کیا تو منافقین کے سردار عبداللہ ابن ابی نے اپنے ساتھیوں اور
یہودی حلیفوں کے ہمراہ کوہ "ذباب" کے کنارے اپنا خیمہ لگایا اور رسول خدا (ص) کے خلاف اس طرح زہر اگلنا شروع
کیا۔

"محمد (ص) کو رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی سوجھی ہے اور وہ بھی اس جھلس دینے والی گرمی میں اور اتنی دور
جاکر۔ ادھر سپاہ اسلام کا یہ حال ہے کہ اس میں جنگ کرنے کی ذرا بھی تاب نہیں ، رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کو اس
نے کھیل تماشا سمجھ رکھا ہے مجھے تو ابھی یہ نظر آ رہا ہے کہ محمد (ص) کے جتنے بھی ساتھی ہیں سب ہی کل قیدی
ہوں گے اور سب کی مشکیں کسی ہوئی نظر آئیں گی"۔

وہ اپنی اس خیانت کارانہ گفتار اور بدکرداری سے چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے حوصلے پست کر دے اور انہیں اس جہاد مقدس
پر جانے سے باز رکھے ، مگر اس کہ یہ نیرنگی و حیلہ گری کارگر ثابت نہ ہوئی اور بہت ہی یاس و ناامیدی کی حالت میں
مدینہ پہنچا _ (29)

3_ سپاہ اسلام کی تبوک کی جانب روانگی اور حضرت علی (ع) کے مدینہ میں قیام سے منافقوں کو اپنی تمام کوششیں ناکام ہوتی نظر آئیں چنانچہ اب وہ اس فکر میں رہنے لگے کہ کس طرح ایسا ماحول پیدا کریں اور اس قسم کی افواہیں پھیلا دیں کہ حضرت علی (ع) مرکزی حکومت سے دور چلے جائیں تاکہ رسول خدا (ص) اور حضرت علی (ع) کی غیر موجودگی میں پورے اطمینان کے ساتھ اپنی سازشوں کو عملی جامہ پہنا سکیں۔

حضرت علی (ع) نے جب یہ افواہیں سنیں کہ رسول خدا (ص) آپ (ع) کو اپنی سرد مہری اور بے توجہی کی وجہ سے محاذ جنگ پر لے کر نہیں جارہے ہیں تو آپ (ع) نے رسول خدا (ص) کی خدمت میں

302

حاضر ہو کر تمام واقعات آنحضرت (ص) کے سامنے بیان کئے جنہیں سن کر رسول خدا (ص) نے فرمایا کہ :

"یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں میں تو تمہیں اس وجہ سے چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہاں جو کچھ ہے تم اس کی حفاظت و نگہبانی کرو کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ (ع) کے لئے ہارون (ع) تھے ، فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا"۔

اس کے بعد رسول خدا (ص) نے حضرت علی (ع) سے ارشاد فرمایا کہ : "آپ (ع) واپس مدینہ چلے جائیں اور اپنے خاندان اور " دار الهجرة " میں آنحضرت (ص) کے جانشین کی حیثیت سے ساتھ مقیم رہیں _ (30)

4_ سپاہ اسلام کے خوف سے لشکر روم کے فرار نیز ان فتوحات کے باعث جو آنحضرت (ص) کو "تبوک" میں مقیم رہنے کی دوران حاصل ہوئیں ، منافقین کا حسد و کینہ پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا اسی لئے جس وقت سپاہ اسلام تبوک سے واپس آرہی تھی تو ان منافقین نے نہایت ہی خطرناک چال چلنے کا فیصلہ کیا ، ان کی سازش یہ تھی کہ جب رسول خدا (ص) رات کی تاریکی میں بلند درے سے گزریں گے تو منافقین میں سے دس بارہ آدمی (30) آنحضرت (ص) کی گھات میں بیٹھ رہیں تاکہ جیسے ہی آپ (ص) کی سواری کا اونٹ اس راستے سے گزرے تو اسے بھڑکادیں اور آنحضرت (ص) اس گہرے درے میں گر کر مارے جائیں۔

لیکن خداوند تعالیٰ نے آنحضرت (ص) کو ان کی سازش سے آگاہ کر دیا چنانچہ جب منافقین نے یہ دیکھا کہ رسول خدا (ص) کو ان کی سازش کا علم ہو گیا ہے تو وہ وہاں سے فرار ہو گئے

303

اور اپنے ساتھیوں سے جاملے اگرچہ رسول خدا (ص) نے ان سب کو پہچان لیا تھا اور صحابہ نے بھی انہیں قتل کرنے پر اصرار کیا تھا مگر رسول خدا (ص) نے انہیں معاف کر دیا _ (32)

5_ منافقین اپنے جرائم کی پردہ پوشی کرنے کیلئے ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے کہ انہیں دین کا لبادہ پہنائے رہیں ، مذہب کے پردے میں اپنے ان مجرمانہ افعال کو جاری رکھنے کیلئے انہوں نے محلہ "قبا" میں مسجد کے نام سے ایک سازشی مرکز قائم کیا تاکہ وہاں سے اپنی سیاسی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکیں ، رسول خدا (ص) کی تبوک کی طرف روانگی سے پہلے انہوں نے مسجد کی تعمیر شروع کی اور رسول خدا (ص) اس کے بارے میں مطلع بھی ہوئے اور جس وقت آنحضرت (ص) واپس تشریف لارہے تھے تو مدینہ کے نزدیک قاصد غیب وحی لے کر نازل ہوا اور آیات قرآنی کے ذریعہ مسجد بنانے والوں کے گمراہ کن ارادوں سے مطلع کر دیا (32) رسول خدا (ص) نے حکم صادر فرمایا کہ اس مسجد کو آگ لگا کر خاکستر کر دیں اور جو کچھ وہاں ہے اسے تباہ و برباد کر دیں اور اس جگہ کو گندگی کے ڈھیر کے طور پر استعمال کریں _ (34)

غزوہ تبوک میں مسلمانوں کی فتح اس جنگ کے بارے میں منافقین کے تمام تجزیوں اور اندازوں کا بطلان، جنگ کے دوران ان کی سازشوں کی ناکامی ، مسجد ضرار کی ویرانی ، اسلام دشمن عناصر کے چہروں پر سے ریا اور رنفاق کی نقاب کشائی اور آیات قرآنی (35) میں ان کی خصوصیات کی نشاندہی کے باعث کفر کے پیکر پر پے در پے ایسی سخت ضربات لگیں کہ اس کا سر کچل کر رہ گیا اور وہ خیانت کار خطرناک گروہ جو اسلامی معاشرے میں پل رہا تھا منہ کے بل گرا اور وہ لوگ جو محاذ نفاق کی جانب رسول خدا (ص) کے خلاف نبرد آزمائی کر رہے تھے سخت مایوسی و ناامیدی کے شکار ہوئے

304

چنانچہ مسلسل ناکامیوں اور نامرادیوں کا ہی نتیجہ تھا کہ منافقین کا سرغنہ "عبداللہ بن ابی" غزوہ تبوک کے ایک ماہ بعد ہی بیمار پڑ گیا اور غموں میں گھل گھل کر مر گیا۔ (36)

مشرکین سے بیزاری

سنہ 9 ہجری کے اواخر میں زمانہ حج کے شروع ہونے سے قبل قاصد پیغام وحی نے سورہ توبہ کی چند ابتدائی آیات رسول خدا (ص) کو پڑھ کر سنائیں ان آیات میں خدا اور رسول خدا (ص) کی مشرکین سے بیزاری، مسلمانوں کے ساتھ ان سے قطع تعلق اور ان معابدوں کو منسوخ کرنے کی ہدایت کی گئی جو مسلمانوں نے ان کے ساتھ کئے تھے۔ حضرت رسول خدا (ص) نے پہلے تو حضرت ابوبکر کو امیر حج مقرر کر کے انہیں یہ ہدایت فرمائی کہ مشرکین تک سورہ توبہ کی آیات پہنچادیں لیکن جب وہ روانہ ہو گئے تو دوبارہ فرشتہ وحی نازل ہوا اور یہ پیغام سنایا کہ اس کام کو پیغمبر خدا (ص) یا خاندان رسالت کے کسی فرد کے علاوہ کوئی دوسرا فرد انجام نہیں دے سکتا (37) چنانچہ رسول خدا (ص) نے حضرت علی (ع) کو بلایا اور انہیں مشرکین تک ان آیات کو پہنچانے کی ذمہ داری سونپی۔ حضرت علی (ع) راستے میں ہی حضرت ابوبکر سے جاملے اور ان سے فرمایا کہ یہ آیات مجھے دیں، حضرت علی (ع) مذکورہ آیات کو لے کر خود مکہ کی جانب روانہ ہوئے جب مناسک حج کا زمانہ آگیا تو آپ (ع) نے مسلمانوں اور کفار کے مجمع کثیر میں آیات تلاوت فرمائیں اور اس کے ساتھ ہی رسول خدا (ص) کا پیغام بھی پہنچادیا اس پیغام میں جو باتیں کہی گئی تھیں وہ یہ ہیں کہ :

1_ کافر جنت میں داخل نہ ہوں گے۔

305

2_ آئندہ مشرکین کو مکہ میں داخل ہونے اور مناسک حج ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

3_ آئندہ کسی شخص کو یہ اجازت نہیں ہوگی کہ وہ برہنہ خانہ کعبہ کا طواف کرے۔

4_ جن لوگوں نے رسول خدا (ص) سے کوئی معاہدہ کیا ہوا ہے وہ تو مدت معینہ تک معتبر و قابل عمل ہے لیکن جن کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کیا گیا ہے انہیں چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے کہ وہ اس عرصے میں اپنے معاہدے کے بارے میں غور کریں اور جب یہ عرصہ گزر جائے تو کسی بھی مشرک کے ساتھ عہدو پیمان نہ کیا جائے گا۔ (38)

رسول (ص) خدا نے جو یہ صریح و قطعی اقدام کیا اس کی شاید وجہ یہ تھی کہ اس وقت سے جب کہ یہ پیغام مشرکین کو پہنچایا گیا نزول رسالت تک تقریباً بائیس (22) سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور اس طویل عرصے میں رسول خدا (ص) کی تمام تر سعی و کوشش یہ رہی کہ مشرکین راہ راست پر آجائیں چنانچہ اس کے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ بت پرستوں کے شرک اور پیغمبر اکرم (ص) کے ساتھ جنگ و جدال کی اصل وجہ ان کی ضد اور ذاتی دشمنی تھی اور اب اس چیز کی سخت ضرورت تھی کہ اسلامی معاشرہ جس قدر جلد ہوسکے ایسے عناصر سے پاک ہو جائے اگر کسی زمانے میں پیغمبر اکرم (ص) نے سیاسی حالات کے تحت مجبور ہو کر مشرکین کے ساتھ معاہدہ صلح کیا تھا تو اب جبکہ تمام علاقہ دین اسلام کے تحت اثر آچکا تھا اور اس نے صرف اندرونی ہی نہیں بلکہ بیرونی محاذوں پر بھی عظیم ترین فتح حاصل کر لی تھی آنحضرت (ص) کے لئے ایسے عناصر کو اسلامی معاشرے کے اندر برداشت کرنا ضروری نہین تھا جو توبہات و خرافات اور خلل اندازی کے پردے میں زمین پر فساد بپا کئے رہیں، انہیں چار ماہ کی مہلت اس لئے دی گئی تھی کہ انہیں اپنے بارے میں سوچنے کیلئے کافی وقت مل سکے اور اپنے توبہات

306

و خرافات سے دست بردار ہونے کے بارے میں غور و فکر کرسکیں۔

رسول خدا (ص) کا قطعی فیصلہ 'سورہ توبہ کی آیات کا نزول اور مشرکین کے مقابل رسول خدا (ص) کے جراتمندانہ مگر انسان دوستی پر مبنی اقدام بالخصوص چار ماہ کی مہلت، اس امر کے باعث ہوئے کہ وہ اپنے بارے میں سوچیں اور موقع سے فائدہ اٹھائیں، اس کے ساتھ ہی دین اسلام کی آسمانی تعلیمات اور اپنے خرافات مبنی طور پر طریقے کے بارے میں غورو فکر کرنے کے بعد دین اسلام کی آغوش میں چلے جائیں۔

- 1_ جس وقت رسول خدا (ص) نے رومیوں سے جنگ کیلئے سپاہ روانہ کرنے کا اقدام کیا تو آنحضرت (ص) کو کیا مشکلات اور دشواریاں پیش آئیں؟
- 2_ جب رسول خدا (ص) نے مسلمانوں کو رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دی تو ان کی طرف سے کیا رد عمل ظاہر ہوا؟
- 3_ رسول خدا (ص) جب غزوہ تبوک پر تشریف لے جا رہے تھے تو آنحضرت (ص) نے مدینہ میں کسے اپنا جانشین مقرر فرمایا اور اس شخص کے انتخاب کئے جانے کا کیا سبب تھا؟
- 4_ اگر چہ غزوہ تبوک کے موقع پر جنگ تو نہیں ہوئی مگر اسلام دشمنوں نے اس سے کچھ سبق ضرور حاصل کئے ان کے بارے میں لکھئے وہ کیا تھے؟
- 5_ غزوہ تبوک کا مسلمانوں کے دل و دماغ پر کیا اثر ہوا؟
- 6_ غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین نے جو ریشہ دوانیاں کیں اس کے دو نمونے پیش کیجئے۔
- 7_ غزوہ تبوک کو "فاضحہ" کس وجہ سے کہا گیا؟ وضاحت کیجئے۔
- 8_ سورہ توبہ کی ابتدائی آیات ہجرت کے کس سال رسول خدا (ص) پر نازل ہوئیں اور آنحضرت (ص) نے کس شخص کے ذریعے انہیں مشرکین تک پہنچایا؟
- 9_ سورہ توبہ کے علاوہ بھی کیا رسول خدا (ص) کی طرف سے کوئی پیغام مشرکین کو بھیجا گیا تھا؟ وہ کیا پیغام تھا اس کے بارے میں لکھئے۔
- 10_ کیا سورہ توبہ کی ابتدائی آیات اور اس کا مفہوم جو حضرت علی (ع) کی جانب سے مشرکین کو بھیجا گیا تھا، ان پر کسی عقیدے کو مسلط کرنے اور ان کی آزادی سلب کرنے کے مترادف ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت کیجئے۔

- 1_ یہ جگہ "وادی القری" اور شام کے درمیان واقع ہے مدینہ سے اس جگہ تک بارہ منزل کا فاصلہ ہے، معجم البلدان ج 2 ص 14_15، مسعودی نے اپنی کتاب التنبیہ والاشراف میں ص 235 پر لکھا ہے کہ مذکورہ بارہ منزلوں کا فاصلہ نوے فرسخ ہے (تقریباً 540 کلومیٹر)۔
- 2_ یہ جگہ شام اور وادی القری کے درمیان دمشق کے علاقے میں واقع ہے، معجم البلدان ج 1 ص 489_
- 3_ ملاحظہ ہو: المغازی ج 3 ص 990_
- 4_ علامہ "مفید" مرحوم نے اپنی کتاب "الارشاد" میں ص 82 پر لکھتے ہیں کہ "رسول خدا (ص) کو وحی کے ذریعے علم ہو گیا تھا کہ اس سفر میں جنگ نہیں ہوگی" اور تلوار چلانے بغیر ہی کام آنحضرت (ص) کی مرضی کے مطابق انجام پذیر ہوں گے، سپاہ کو تبوک کی جانب روانہ کئے جانے کا حکم محض مسلمانوں کی آزمائش کے خاطر دیا گیا تھا تاکہ مومن و منافق کی تشخیص ہوسکے، موصوف اپنی کتاب میں دو صفحات کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر اس سفر میں جنگ واقع ہوتی اور رسول خدا (ص) کو مدد کی ضرورت پیش آتی تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نازل نہ ہوتا کہ آپ (ص) حضرت علی (ع) کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمائیں بلکہ انہیں مدینہ ٹھہرانے کی آپ (ص) کو اجازت ہی نہیں ملتی۔
- 5_ ملاحظہ ہو: المغازی ج 3 ص 990_
- 6_ ایضاً ص 1002_
- 7_ بحار الانوار ج 21 ص 210_
- 8_ سورہ توبہ کی 42 سے 110 تک کی آیات اسی سلسلے میں نازل ہوئی ہیں۔
- 9_ ملاحظہ ہو: سورہ توبہ کی آیت 92_
- 10_ ملاحظہ ہو: سورہ توبہ آیت 81_
- 11_ ملاحظہ ہو: سورہ توبہ آیت 79_
- 12_ ملاحظہ ہو: تفسیر بریان ج 2 ص 148_
- 13_ سورہ توبہ آیت 49 و 90_

- 14_ ایضا آیت 118
 15_ الارشاد ، مفید ص 82
 16_ ایضا ص 83
 17_ التنبيه والاشراف ص 235
 18_ المغازی ج 3 ص 1015
 19_ ملاحظہ ہو : المغازی ج 3 ص 1031 وسيرة النبويه ج 4 ص 169
 20_ یہ قلعہ شام کے نواح میں تھا جس کا فاصلہ دمشق سے پانچ رات (تقریباً 190 کلومیٹر) اور مدینہ تک اس کا سفر تقریباً پندرہ یا سولہ رات (تقریباً 570 کلومیٹر) کا تھا_ الطبقات الكبرى ج 2 ص 62 و وفاء الوفاء ج 2 ص 1213
 21_ ملاحظہ ہو : المغازی ج 3 ص 1025 والسيرة النبويه ج 4 ص 169
 22_ محمد بن سعد نے "الطبقات الكبرى" کی جلد اول کے صفحات 35_ 291 میں لکھا ہے کہ تہتر (73) وفد رسول خدا (ص) کی خدمت میں حاضر ہوئے چنانچہ ہر وفد کی اس نے علیحدہ خصوصیات بھی بیان کی ہیں۔
 23_ ملاحظہ ہو: الكامل فی التاريخ ج 3 ص 286
 24_ ملاحظہ ہو : السيرة النبويه ج 4 ص 205
 25_ ملاحظہ ہو : الطبقات الكبرى ج 2 ص 167 والمغازی ج 3 ص 1057
 26_ السيرة النبويه ابن كثير ج 4 ص 41_ 42
 27_ ملاحظہ ہو : السيرة الحلبیہ ج 3 ص 129
 28_ ملاحظہ ہو : السيرة النبويه ج 4 ص 160
 29_ ملاحظہ ہو : المغازی ج 3 ص 995
 30_ ملاحظہ ہو: تاریخ طبری ج 3 ص 103_ 104 و السيرة الحلبیہ ج 3 ص 132
 21_ بعض کتب میں ان کی تعداد چودہ اور پندرہ بھی بتائی گئی ہے (السيرة الحلبیہ ج 3 ص 142)
 32_ ملاحظہ ہو : السيرة الحلبیہ ج 3 ص 142 والمغازی ج 3 ص 1042_ 1045

- 33_ ملاحظہ ہو : سورہ توبہ کی آیات 107 سے 110 تک ، خداوند تعالیٰ نے اس مسجد کو مسجد ضرار کے عنوان سے یاد کیا ہے اور اس مرکز کے قائم کئے جانے کا سبب مسلمانوں کو زک پہنچانا ' کفر کی بنیادوں کو محکم کرنا اور ' مسلمانوں کی صفوں میں تفرقہ ڈالنا بیان کیا ہے اور اسے دشمنان رسول خدا (ص) کے مرکز سے تعبیر کیا ہے۔
 34_ ملاحظہ ہو : السيرة النبويه ج 4 ص 173 وبحار الانوار ج 21 ص 252_ 255
 35_ سورہ توبہ کی آیات 42 سے 110 تک ان منافقین کی خیانت کاریوں اور سازشوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو جنگ تبوک کے دوران اپنی سازشوں میں سرگرم عمل تھے ، مذکورہ آیات میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے ان کی ذہنی کیفیات و خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔
 36_ رسول خدا (ص) ماہ رمضان میں مدینہ واپس تشریف لائے ، عبد اللہ بن ابی ماہ شوال میں بیمار ہوا اور ماہ ذی القعدہ میں مرگیا ، ملاحظہ ہو: المغازی ج 3 ص 1056_ 1057
 37_ لَا يُؤَدِّيْ عَنْكَ اِلَّا اَنْتَ اَوْ رَجُلٌ مِنْكَ
 38_ ملاحظہ ہو : السيرة النبويه ' ابن بشام ج 4 ص 190_ 191 ' بحار الانوار ج 21 ص 265_ 275

تاریخ اسلام (1) پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی

سبق 16:

حجة الوداع ، جانشین کا تعین اور رحلت پیغمبر (ص) اکرم

اسلام کے ہاتھوں تبوک میں سلطنت روم کی سیاسی شکست، جزیرہ نمائے عرب میں شرک و بت پرستی کی بیخ کنی (1) اور مشرکین کے نہ صرف مناسک حج میں شرکت کرنے بلکہ مکہ میں داخل ہونے پر مکمل پابندی کے بعد جب زمانہ حج نزدیک آیا تو رسول خدا (ص) کو مامور کیا گیا کہ آنحضرت (ص) بذات خود ہجرت کے دسویں سال میں مناسک حج ادا کریں تاکہ اسلام کی طاقت کو اور زیادہ نمایاں کرنے کے ساتھ عہد جاہلیت کے آداب و رسوم کو ترک کرنے اور سنت ابراہیمی کے اصول کے تحت حج کی بجا آوری بالخصوص مستقبل میں مسئلہ قیادت اسلام کے بارے میں براہ راست مسلمانوں کو ہدایت فرمائیں تاکہ سب پر حجت تمام ہو جائے۔ (2)

رسول خدا (ص) کو وحی کے ذریعے اس کام پر مامور کیا گیا کہ آنحضرت (ص) تمام مسلمانوں کو حج بیت اللہ پر چلنے کے لئے آمادہ کریں اور انہیں اس عظیم اسلامی اجتماع میں شرکت کرنے کی دعوت دیں چنانچہ اس بارے میں خداوند تعالیٰ اپنے نبی (ص) سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ :

(وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ :)

"اور لوگوں کو حج کیلئے دعوت عام دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور

سوار ی پر آئیں تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کیلئے رکھے گئے ہیں" (3)۔ جس وقت یہ اعلان کیا گیا اگرچہ اس وقت مدینہ اور اس کے اطراف میں چیچک کی وبا پھیلی ہوئی تھی اور بہت سے مسلمان اس مرض کی وجہ سے ارکان حج ادا کرنے کیلئے شرکت نہیں کر سکتے تھے (4) مگر جیسے ہی انہوں نے رسول خدا (ص) کا یہ پیغام سنا مسلمان دور و نزدیک سے کثیر تعداد میں مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے تاکہ رسول خدا (ص) کے ساتھ مناسک حج ادا کرنے کا فخر حاصل کر سکیں ، مورخین نے ان کی تعداد چالیس ہزار سے ایک لاکھ چوبیس ہزار تک اور بعض نے اس سے بھی زیادہ لکھی ہے۔ (5)

رسول خدا (ص) نے حضرت ابودجانہ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور ہفتہ کے دن بتاریخ پچیس ذی القعدہ (6) مکہ کی جانب روانہ ہوئے اس سفر میں مسلمانوں کا ذوق و شوق اس قدر زیادہ تھا کہ ان میں سے کثیر تعداد نے مدینہ و مکہ کے درمیان کا فاصلہ پیدل چل کر طے کیا۔ (7)

یہ قافلہ دس روز بعد منگل کے دن (8) بتاریخ چہارم ذی الحجہ (9) مکہ میں داخل ہوا۔ (9) جہاں اس نے عمرہ کے ارکان ادا کئے۔

آٹھ ذی الحجہ تک مسلمانوں کی دوسری جماعت بھی مکہ پہنچ گئی جس میں حضرت علی (ع) اور آپ (ع) کے وہ ساتھی بھی شامل تھے جو اس وقت آپ (ع) یمن کے دورے پر تشریف لے گئے تھے۔ (10)

رسول خدا (ص) نے اس عظیم اسلامی اجتماع میں سنت ابراہیمی کے مطابق مناسک حج ادا کرنے کی تعلیم دینے کے ساتھ یہ بھی ہدایت فرمائی کہ کس طرح صحیح طور پر ارکان حج پر عمل پیرا ہوں ، آنحضرت (ص) نے "مکہ"، "منی" اور میدان "عرفات" میں مختلف مواقع پر خطاب

فرما کر آخری مرتبہ مسلمانوں کو پند و نصائح اور ارشادات عالیہ سے نوازا (11) ان تقاریر میں آپ (ص) نے انہیں یہ نصیحت فرمائی کہ لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کریں ، قتل نفس کی حرمت کا خیال رکھیں ، سود کی رقم کھانے ، دوسروں کا مال غصب کرنے سے بچیں ، دور جاہلیت میں جو خون بہایا گیا تھا اس سے چشم پوشی کو ہی بہتر سمجھیں ، کتاب اللہ پر سختی سے عمل پیرا ہوں ، ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ سلوک کریں، نیز استقامت و پائیداری کے ساتھ احکام الہی و قوانین دین مقدس اسلام پر کاربند رہیں ، اس ضمن میں آنحضرت (ص) نے مزید ارشاد فرمایا کہ : حاضرین ان لوگوں کو جو یہاں موجود نہیں ہیں یہ پیغام دیں کہ میرے بعد کوئی نبی و پیغمبر نہیں ہوگا اور تمہارے بعد کوئی امت نہ ہوگی (12) آنحضرت (ص) نے یہ بات تاکید سے کہی کہ : اے لوگو میری بات کو اچھی طرح سے سنو اور اس پر خوب غور و فکر کرو

کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اس کے بعد یہ موقع نہ ملے کہ میری تم سے ملاقات ہوسکے (13) چنانچہ ان الفاظ کے ذریعے آنحضرت (ص) لوگوں کو مطلع کر رہے تھے کہ وقت رحلت نزدیک آگیا ہے اور شاید اسی وجہ سے اس حج کو "حجۃ الوداع" کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔

جانشین کا تعین

مناسک حج مکمل ہو گئے اور رسول خدا (ص) واپس مدینہ تشریف لے آ رہے تھے لیکن جو فرض آنحضرت (ص) پر واجب تھا وہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا، مسلمانوں نے یہ سمجھ کر کہ کام انجام پذیر ہو چکا ہے اور ہر شخص نے اس سفر سے معنوی فیض کسب کر لیا ہے اب ان کے دلوں میں یہی تمنا تھی کہ جس قدر جلد ہوسکے تپتے ہوئے بے آب و گیاہ صحرا اور ویراں ریگزاروں کو پار کر کے واپس اپنے وطن پہنچ جائیں لیکن رسول خدا (ص) نے چونکہ اپنی عمر عزیز کے تئیس سال ،

316

اول سے آخر تک رنج و تکالیف میں گزار کر آسمانی دین یعنی دین اسلام کی اشاعت و ترویج کے ذریعے انسانوں کو پستی و گمراہی اور جہالت و نادانی کی دلدل سے نکالنے میں صرف کئے تھے اور آپ (ص) اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی ہوئے کہ پراکندہ انسانوں کو ایک پرچم کے نیچے جمع کر لیں اور انہیں امت واحد کی شکل میں لے آئیں انہیں اب دوسرا خیال درپیش تھا ، اب آنحضرت (ص) کے سامنے اسلام کے مستقبل اور قیادت کا مسئلہ تھا بالخصوص اس صورت میں جبکہ آپ (ص) کے روبرو یہ حقیقت بھی تھی کہ اس پر افتخار زندگی کے صرف چند روز ہی باقی رہ گئے ہیں۔

رسول خدا (ص) ہر شخص سے زیادہ اپنے معاشرے کی سیاسی ، معاشرتی ، اجتماعی اور ثقافتی وضع و کیفیت سے واقف تھے ، آنحضرت (ص) کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ آسمانی تعلیمات ، آپ (ص) کی دانشورانہ قیادت و رہبری اور حضرت علی (ع) جیسے اصحاب کی قربانی کے باعث قبائل کے سردار و اشراف قریش اسلام کے زیر پرچم جمع ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک بعض کے دل و دماغ مکمل طور پر تسلیم حق نہیں ہوئے اور وہ ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ کوئی موقع ملے اور وہ اندر سے اس دین پر ایسی کاری ضرب لگائیں کہ بیرونی طاقتوں کیلئے اس پر حملہ کرنے کیلئے میدان ہموار ہو جائے۔

(الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ) (14) کے مصداق کوئی ایسا ہی لائق اور باصلاحیت شخص جو آنحضرت (ص) کی مقرر کردہ شرائط کو پورا کرسکے ، دین اسلام کو حد کمال تک پہنچا سکتا ہے نیز امت مسلمہ کی کشتی کو اختلافات کی تلاطم خیز لہروں سے نکال کر نجات کے ساحل کی طرف لے جاسکتا ہے۔

رسول اکرم (ص) اگر چہ جانتے تھے کہ امت مسلمہ میں وہ کون شخص ہے جو آپ (ص) کی جانشینی اور

317

مستقبل میں اس امت کی رہبری کیلئے مناسب و موزوں ہے اور خود آنحضرت (ص) نے کتنی ہی مرتبہ مختلف پیرائے میں یہ بات لوگوں کے گوش گزار بھی کردی تھی لیکن ان حقائق کے باوجود اس وقت کے مختلف حالات اس امر کے متقاضی تھے کہ جانشینی کیلئے خداوند تعالیٰ کی طرف سے واضح و صریح الفاظ میں جدید حکم نازل ہو ، آنحضرت (ص) یہ بات بھی خوب جانتے تھے کہ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ آنحضرت (ص) کی مدد بھی فرمائے گا۔ کیونکہ رسالت کی طرح مقام خلافت و امامت بھی ایک الہی منصب ہے اور حکمت الہی اس امر کی متقاضی ہے کہ اس منصب کیلئے کسی لائق شخص کو ہی منتخب کیا جائے لیکن اس کے ساتھ ہی رسول خدا (ص) کو خدشہ بھی لاحق تھا کہ اگر یہ عظیم اجتماع پراکندہ ہو گیا اور ہر مسلمان اپنے اپنے وطن چلا گیا تو پھر کبھی ایسا موقع نہ مل سکے گا کہ کسی جانشین کے مقرر کئے جانے کا اعلان ہوسکے اور آپ (ص) کا پیغام لوگوں تک پہنچ سکے۔

قافلہ اپنی منزل کی جانب رواں دوا تھا کہ بتاریخ 18 ذی الحجہ "حجہ" کے نزدیک "غدیر خم" پر پہنچا اور یہ وہ جگہ ہے جہاں سے مدینہ ، مصر اور عراق کی جانب جانے والی راہیں ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں ، اس وقت فرشتہ وحی نازل ہو اور رسول خدا (ص) کو جس پیغام کی توقع تھی اسے اس نے ان الفاظ میں پہنچا دیا :

(يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ) (15)۔

"اے پیغمبر (ص) جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا

دو ، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا اور خدا کافروں کو ہدایت نہیں کرتا"۔
 گرمی سخت تھی اور کافی طویل قافلہ زنجیر کے حلقوں کی مانند پیوستہ اپنی منزل کی جانب گامزن تھا ، رسول خدا (ص) کے حکم سے یہ قافلہ رک گیا اور سب لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے اور یہ جاننے کے متمنی تھے کہ کون سا اہم واقعہ رونما ہونے والا ہے۔

رسول خدا (ص) نے پہلے تو نماز ظہر کی امامت فرمائی اور اس کے بعد ایک (منبر نما) اونچی جگہ پر جو اونٹ کے کجاوٹوں سے بنائی گئی تھی تشریف فرما ہوئے اس موقع پر آپ (ص) نے مختلف مسائل کے بارے میں تفصیلی خطبہ دیا اور ایک بار پھر لوگوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ کتاب اللہ اور اہلبیت رسول (ص) کی پوری دیانتداری کے ساتھ پیروی کریں کیونکہ یہی دونوں "متاع گرانمایہ" یعنی بیش قیمت اثاثے ہیں ، اس کے بعد آنحضرت (ص) نے اصل مقصد کی جانب توجہ فرمائی۔

آنحضرت (ص) نے حضرت علی (ع) کا دست مبارک اپنے دست مبارک میں لے کر اس طرح بلند کیا کہ سب لوگوں نے رسول خدا (ص) نیز حضرت علی (ع) کو ایک دوسرے کے دوش بدوش دیکھا چنانچہ انہوں نے سمجھ لیا کہ اس اجتماع میں کسی ایسی بات کا اعلان کیا جائے گا جو حضرت علی (ع) کے متعلق ہے۔

رسول خدا (ص) نے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :
 "اے مومنو تم لوگوں میں سے کونسا شخص خود ان سے زیادہ اولیٰ اور ان کی جانوں کا زیادہ حق دار ہے ؟" مجمع نے جواب دیا کہ خدا اور رسول خدا (ص) ہی بہتر جانتے ہیں ۔

اس پر رسول خدا (ص) نے فرمایا : "میرا مولا خدا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں میں خود ان

سے زیادہ اولیٰ اور ان کی جانوں پر تصرف کا زیادہ حق رکھتا ہوں اور سب پر مجھے فضیلت حاصل ہے اور جس کا مولا میں ہونہ علی (ع) بھی اس کے سردار اور مولا ہیں ، اے خدا وندا جو علی (ع) کے دوست ہوں انہیں تو عزیز رکھ اور جو علی (ع) کے دشمن ہوں تو ان کے ساتھ دشمنی کر ، علی (ع) کے دوستوں کو فتح و نصرت عطا فرما اور دشمنان علی (ع) کو ذلیل و خوار کر" (16)۔

رسول خدا (ص) کا خطبہ ختم ہو جانے کے بعد مسلمان حضرت علی (ع) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول خدا (ص) کی طرف سے مقام خلافت و قیادت تفویض کئے جانے پر انہوں نے آپ (ع) کو مبارک باد پیش کی اور آپ (ع) سے امیر المؤمنین اور مولائے مسلمین کہہ کر ہمکلام ہوئے ، خداوند تعالیٰ نے بھی حضرت جبرئیل (ع) کو بھیج کر اور مندرجہ ذیل آیت نازل فرما کر لوگوں کو اس نعمت عظمیٰ کی بشارت اور مبارک باد دی۔
 (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا) (17)

"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند فرمایا ہے" (18)۔

اس روز (18 ذی الحجہ) سے مسلمان اور حضرت علی (ع) کے پیروکار "عید غدیر" کے نام سے ہر سال جشن مناتے ہیں اور اس عید کا شمار اسلام کی عظیم عیدوں میں ہوتا ہے۔

رسول خدا (ص) کی آخری عسکری کوشش
 رسول اکرم (ص) "حجۃ الوداع" سے واپس آنے کے بعد خداوند تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ دو اہم فرائض (فریضہ حج اور حضرت علی (ع) کی جانشینی کے اعلان) کو انجام دینے کے

بعد اگرچہ بہت زیادہ اطمینان محسوس کر رہے تھے لیکن اس کے باوجود آپ (ص) کی دور رس نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ ابھی امت مسلمہ کے سامنے ایسے مسائل ہیں جن کی وجہ سے وہ فتنہ و فساد سے دوچار رہے گی چنانچہ یہی فکر

آنحضرت (ص) کیلئے تشویش خاطر کا باعث تھی۔

سنہ 11 ہجری کے اوائل میں جب کچھ لوگوں نے یہ خبر سنی کہ سفر کی وجہ سے رسول خدا (ص) کی طبیعت ناساز ہے تو انہوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے فتنہ و غوغا برپا کر دیا، چنانچہ "مسلمہ" نے "یمامہ" میں "اسود عنسی" نے "یمن" میں اور "طلیحہ" نے "بنی اسد" کے علاقوں میں لوگوں کو فریب دے کر گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ (19) مسلمہ نے تو رسول خدا (ص) کو خط بھی لکھا اور آنحضرت (ص) سے کہا کہ اسے بھی امر نبوت میں شریک کر لیا جائے۔ (20)

دوسری طرف ان لوگوں کو، جو کل تک کافر اور آج منافق تھے اور جن کے دلوں میں پہلے سے ہی اسلام کے خلاف بغض و کینہ بھرا ہوا تھا، جب یہ معلوم ہوا کہ رسول خدا (ص) نے حضرت علی (ع) کے پیشوائے اسلام اور جانشین پیغمبر (ص) ہونے کا اعلان کر دیا ہے تو ان کا غصہ پہلے سے کہیں زیادہ ہوگا چنانچہ جب انہیں یہ علم ہوا کہ رسول خدا (ص) کی طبیعت ناساز ہے اور آنحضرت (ص) کی رحلت عنقریب ہی واقع ہونے والی ہے تو ان کا جوش و خروش کئی گنا زیادہ ہو گیا۔

ان واقعات کے علاوہ مشرقی روم کی مغرور و خود سر حکومت اور اس کی نو آبادیات کو مسلمانوں کے ساتھ چند مرتبہ نبرد آزمائی کرنے کے بعد ان کی طاقت کا اندازہ ہو گیا تھا اور ان سے کاری ضربیں کھا چکے تھے اسی لئے ان کا وجود مدینہ کی حکومت کے لئے خطرہ بنا ہوا تھا کیونکہ سیاسی عوامل سے قطع نظر اس خاص مذہبی حساسیت کے باعث بھی جو عیسائی

321

سربراہوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف تھی شمالی سرحدوں پر ہمیشہ ناامنی سایہ فگن تھی۔ ان حالات میں بقول پیغمبر اکرم (ص) "فتنے و فسادات سیاہ رات کی طرح یکے بعد دیگرے اسلامی معاشرے پر چھانے شروع ہو گئے ہیں۔" (21)

چنانچہ آنحضرت (ص) نے ان کے خاتمہ کیلئے بعض آخری اور انتہائی اقدامات بھی کئے۔ رسول خدا (ص) نے "یمن" اور "یمامہ" میں اپنے گورنروں اور قبیلہ بنی اسد کے درمیان موجود اپنے نمائندے کو حکم دیا کہ نبوت کے دعویداروں کی شورش کو دبا دے، اس کے علاوہ یہ حکم بھی صادر فرمایا کہ "اسامہ بن زید" نامی اٹھارہ یا انیس (22) سالہ سپہ سالار کی زیر قیادت طاقتور سپاہ تیار کی جائے چنانچہ آنحضرت (ص) نے حضرت اسامہ کی تحویل میں پرچم دینے کے بعد فرمایا کہ پوری امت مسلمہ کے ساتھ جس میں مہاجر و انصار شامل ہوں بلاد روم میں اپنے والد "زید بن حارثہ" کی شہادت گاہ کی جانب روانہ ہوں (23)۔

حضرت اسامہ کے سپہ سالار مقرر کرنے کی وجہ ان کی مہارت و لیاقت کے علاوہ یہ بھی ہوسکتی تھی کہ :
1_ یہ عمل آنحضرت (ص) کی جانب سے ان خرافات کے خلاف عملی جدوجہد تھی جو دور جاہلیت سے بعض صحابہ کے ذہنوں میں سمائی ہوئی تھیں کیونکہ ان کی نظر میں کسی مقام و مرتبہ کے حصول کا معیار یہی تھا کہ صاحب جاہ و مرتبہ معمر شخص ہو اور کسی قبیلے کے سردار سے وابستہ شخص ہی اس کا حقدار ہوسکتا ہے۔
2_ حضرت زید ابن حارثہ کی شہادت چونکہ رومیوں کے ہاتھوں ہوئی تھی اسی لئے ان کے دل میں رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا جوش و ولولہ بہت زیادہ تھا، رسول خدا (ص) کی یہ کوشش تھی کہ ان کے اس جوش و ولولے میں مزید شدت اور حدت پیدا ہو چنانچہ

322

اسی وجہ سے جب آنحضرت (ص) نے سپہ سالار کی ذمہ داری ان کو دی تو اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "اپنے باپ کی شہادت گاہ کی جانب روانہ ہو۔" (24)
3_ اگر اس وقت کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے سپاہ کی قیادت مہاجر و انصار میں سے کسی معمر شخص کی تحویل میں دے دی جاتی تو اس بات کا امکان تھا کہ وہ شخص اس عہدے سے سوء استفادہ کرتا اور اسی وجہ سے خود کو پیغمبر اکرم (ص) کا خلیفہ و جانشین سمجھنے لگتا لیکن حضرت اسامہ کی یہ حیثیت نہایت تھی اور ان کے خلیفہ بننے کا کوئی امکان بھی نہیں تھا۔
حضرت اسامہ نے رسول خدا (ص) کے حکم کے مطابق "جُزف" (24) نامی مقام پر خیمے نصب کئے اور دیگر مسلمانوں

کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

رسول خدا (ص) نے مسلمانوں بالخصوص مہاجر و انصار کے سرداروں کو حضرت اسامہ کے لشکر میں شامل کرنے کیلئے بہت زیادہ تاکید اور اہتمام سے کام لیا اور جو لوگ اس اقدام کے مخالف تھے ان پر آنحضرت (ص) نے لعنت بھی بھیجی۔ (26)

حضرت اسامہ کی عسکری طاقت کو تقویت دینے کے علاوہ اس اہتمام کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آنحضرت (ص) چاہتے تھے کہ وقت رحلت وہ لوگ مدینہ میں موجود نہ رہیں جو امت میں اختلاف پیدا کرنے اور منصب خلافت کے حصول کی فکر میں ہیں تاکہ حضرت علی (ع) کی قیادت و پیشوائی کے بارے میں فرمان خدا و رسول (ص) جاری کئے جانے کیلئے راستہ ہموار رہے۔ (27)

لیکن افسوس بعض مسلمانوں نے جنہیں رسول خدا (ص) مدینہ سے باہر بھیجنے کیلئے کوشاں تھے یہ بہانہ بنا کر کہ حضرت اسامہ بہت کم عمر ہیں مخالفت شروع کر دی اور ان کی خمیہ گاہ کی

323

جانب جانے سے انکار کر دیا۔ (28) نیز یہ دیکھ کر کہ رسول خدا (ص) کی طبیعت ناساز ہے تو انہوں نے حضرت اسامہ کے لشکر کو روم کی طرف جانے سے یہ کہہ کر روکنا چاہا (29) کہ چونکہ اس وقت رسول خدا (ص) بہت علیل ہیں اسی لئے ان حالات کے تحت ہمارے دلوں میں آپ (ص) سے جدائی کی تاب و طاقت نہیں۔ (30)

رسول خدا (ص) کو منافقین کے اس رویے سے سخت تکلیف پہنچی آپ (ص) طبیعت کی ناسازی کے باوجود مسجد میں تشریف لے گئے اور مخالفت کرنے والوں سے فرمایا کہ: "اسامہ کو سپہ سالار مقرر کئے جانے کے بارے میں میں یہ کیا سن رہا ہوں، اس سے پہلے جب ان کے باپ کو سپہ سالار مقرر کیا تھا تو اس وقت بھی تم طعن و تشنیع کر رہے تھے خدا گواہ ہے کہ وہ بھی لشکر کی سپہ سالاری کے لئے مناسب تھے اور اسامہ بھی اس قیادت کے اہل اور لائق ہیں۔" (31)

رسول خدا (ص) اس وقت بھی جب کہ صاحب فراش تھے تو ان لوگوں سے جو عیادت کیلئے آئے تھے مسلسل یہی فرماتے کہ "انْفُذُوا بَعْثَ اَسَامَةَ" (32) اسامہ کے لشکر کو تو روانہ کرولیکن آنحضرت (ص) کی یہ سعی و کوشش بھی بے سود ثابت ہوئی کیونکہ صحابہ میں جو سردار تھے انہوں نے اس قدر سستی اور سہل انگاری سے کام لیا کہ آنحضرت (ص) کی رحلت واقع ہوگئی اور سپاہ واپس مدینہ آگئی۔

رسول خدا (ص) کی رحلت

رسول خدا (ص) کے مزاج کی ناسازی میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا علالت کے دوران آنحضرت (ص) بقیع کی جانب تشریف لے گئے اور جو لوگ وہاں ابدی نیند سو رہے تھے

324

ان کی طلب مغفرت کے بعد حضرت علی (ع) کی جانب رخ کیا اور فرمایا کہ جبرئیل سال میں ایک مرتبہ مجھے قرآن پیش کرتے تھے لیکن اس مرتبہ انہوں نے دو مرتبہ پیش کیا اس کی وجہ اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتی کہ میری رحلت قریب ہے، اس کے بعد آپ (ص) نے فرمایا کہ:

"اے علی (ع) مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ دنیا کے خزانوں، اس کی جاویدانی زندگی اور بہشت کے درمیان میں سے کسی کا انتخاب کرلوں میں نے ان میں سے بہشت اور دیدار پروردگار کو چن لیا ہے۔" (33)

رسول خدا (ص) بستر علالت پر فروکش اور انتہائی اشتیاق کے ساتھ فرمان حق کا انتظار فرما رہے تھے لیکن یہ اشتیاق آنحضرت (ص) کو امت کی ہدایت کے خیال اور اس کے درمیان اختلاف کی وجہ سے فتنہ پیدا ہونے کے اندیشے سے نہ روک سکا، صحابہ میں سے بعض برگزیدہ حضرت آپ (ص) کی عیادت کیلئے حاضر ہوئے ان سے رسول خدا (ص) نے یہی ارشاد فرمایا کہ: "قلم ودوات لے آؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھ دوں جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔" (34)

اس پر عمر نے کہا: رسول خدا (ص) پر مرض کا غلبہ ہے قرآن تو ہمارے پاس ہے ہی ہمارے لئے یہی کتاب اللہ کافی ہے، حاضرین میں سے بعض نے عمر کے نظریے سے اختلاف کیا اور بعض ان کی جانب دار ہو گئے، رسول خدا (ص) کیلئے ان کی یہ جسارت و بے باکی سخت پریشانی خاطر کا باعث ہوئی جس پر آپ (ص) نے فرمایا کہ: "میری نظروں سے دور ہو جائو۔" (35)

بعض صحابہ کی اعلانیہ مخالفت نے اگرچہ رسول خدا (ص) کو وصیت لکھنے سے باز رکھا لیکن آنحضرت (ص) نے اپنا مدعا دوسرے طریقے سے بیان کر دیا اگرچہ مرض کاغلبہ تھا مگر درد و تکلیف کے باوجود آنحضرت (ص) مسجد کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں منبر پر تشریف فرما ہو کر

325

آخری مرتبہ لوگوں سے خطاب فرمایا جو آنحضرت (ص) کا آخری خطبہ تھا آپ (ص) نے فرمایا کہ :
 "اے لوگو میں تمہارے درمیان دو گرانہا چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ، ان میں سے ایک کلام اللہ ہے اور دوسرے میرے اہل بیت" (36)

بالآخر جد و جہد سے بھر پور تریسٹھ سالہ حیات طیبہ کے بعد 28 صفر بروز ہفتہ 11 ہجری کو اس سفیر حق کی مقدس روح اس وقت جب کہ آنحضرت (ص) کا سر مبارک حضرت علی (ع) کے گود میں تھا عالم ملکوت کی جانب پرواز کر گئی (37)

امیر المومنین حضرت علی (ع) نے آپ (ص) کے جسد پاک کو غسل دیا اور کفن پہنایا (38)
 اس کے بعد آپ (ص) کے چہرے مبارک سے کفن مبارک کی گرہوں کو کھول دیا اگرچہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے مگر اسی حالت میں آپ (ع) نے فرمایا کہ :

"یا رسول اللہ (ص) میرے ماں باپ آپ (ص) پر فدا ہوں ، آپ (ص) کی رحلت کے باعث نبوت 'وحی الہی اور آسمانی پیغامات کی آمد کا سلسلہ منقطع ہوا ... اگرچہ آپ (ص) نے ہمیشہ ہمیں صبر کی تلقین اور عجلت و بے تابی سے منع فرمایا مگر آج صبر و تحمل کا یارا نہیں اگر آپ (ص) نے ہمیں صبر و تحمل کا حکم نہ دیا ہوتا تو ہم اتنا گریہ و زاری کرتے کہ آنکھوں کے آنسو ہی خشک ہوجاتے (39)

اس کے بعد آپ (ع) نے نماز جنازہ پڑھائی ، حضرت علی (ع) کے بعد صحابہ نے یکے بعد دیگرے کئی ٹولیاں بنا کر جماعتوں کی صورت میں نماز ادا کی اس کے بعد اسی حجرے میں جہاں آنحضرت (ص) کی رحلت ہوئی اس جسد پاک کو سپرد خاک کر دیا گیا (40)

خداوند ، ملائکہ اور کل مومنین کی طرف سے آپ (ص) پر اور خاندان رسالت (ص) پر لاکھوں درود سلام

326

سوالات

- 1_ حجة الوداع کس سال منعقد ہوا اس میں کتنے لوگوں نے شرکت کی اس کی کیا خصوصیات تھیں؟
- 2_ رسول خدا (ص) نے حجة الوداع کے خطبات میں کن باتوں کو تاکید سے بیان کیا ؟
- 3_ سنہ 10 ہجری کے سیاسی ' اجتماعی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے واضح کیجئے کہ رسول خدا (ص) نے جانشین مقرر کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی ؟
- 4_ "غدير خم" کے مقام پر کیا اہم واقعہ رونما ہوا ، اس واقعے کی قرآن کی روسے کیا اہمیت تھی ؟
- 5_ وہ کون سے عوامل تھے جن کے باعث رسول خدا (ص) نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں حضرت اسامہ کے لشکر کو عسکری اعتبار سے تقویت پہنچانے کی کوشش کی ؟
- 6_ رسول خدا (ص) کو کس وجہ سے یہ اصرار تھا کہ حضرت اسامہ کا لشکر روم کی جانب روانہ ہو جائے ؟
- 7_ بعض صحابہ نے کس وجہ سے رسول خدا (ص) کے فرمان کی اطاعت نہیں کی اور حضرت اسامہ کے لشکر میں شریک ہونے سے انکار کر دیا؟
- 8_ رسول خدا (ص) کی رحلت کس روز ہوئی؟ آپ (ص) کو کہاں دفن کیا گیا اور تجہیز و تکفین کے فرائض کس نے انجام دیئے ؟

327

- 1_ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جزیرہ نما نے عرب میں بت پرستی کا قلع قمع ہجرت کے دسویں سال کے وسط میں ہو گیا تھا ، ملاحظہ ہو : فروغ ابدیت ج 2 ص 809
- 2_ شاید اسی وجہ سے اسے "حَجَّةُ الْبَلَاغِ" کہا گیا ہے۔
- 3_ سورہ حج آیت 27 اس بنا پر کہ اس آیت کے مخاطب رسول (ص) خدا ہوں ملاحظہ ہو مجمع البیان ج 7_8 ص 80_
- 4_ ملاحظہ ہو : السیرۃ الحلبيہ ج 3 ص 257_
- 5_ یہ تعداد چالیس ہزار ، ستر ہزار نوے ہزار ' ایک لاکھ بیس ہزار اور ایک لاکھ چوبیس ہزار تک درج ہے اور یہ تعداد ان لوگوں کے علاوہ ہے جو رسول خدا (ص) کے ساتھ سفر میں شامل ہوئے تھے اور ان میں اہل مکہ بھی شامل نہیں ملاحظہ ہو: السیرۃ الحلبيہ ج 3 ص 257 و الغدير ج 1 ص 9_
- 6_ بحار الانوار ج 21 ص 384 ، المغازی ج 3 ص 1089 والارشاد ص 91_
- 7_ ملاحظہ ہو : الارشاد ص 91_
- 8_ بحار الانوار ج 21 ص 389_390_
- 9_ الغدير ج 1 ص 10_
- 10_ بحار الانوار ج 12، ص 391_ الارشاد ص 92_
- 11_ ملاحظہ ہو : السیرۃ المصطفیٰ (ص) ص 688_689_
- 12_ رسول خدا (ص) کے اس خطبے کے متعلق مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہوں : بحار الانوار ج 21 ص 380 و تاریخ یعقوبی ج 2 ص 109_112_
- 13_ السیرۃ النبویہ ج 4 ص 250_251_
- 14_ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے سورہ مائدہ آیت 3_
- 15_ سورہ مائدہ آیت 67_
- 16_ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَهَذَا عَلَيَّ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَال مَنْ وَالَاهُ وَعَادَ مَنْ عَادَاهُ وَأَنْصُرُ مَنْ نَصَرَهُ وَأُخْذِلُ مَنْ خَذَلَهُ_

328

- 17_ سورہ مائدہ آیت 3_
- 18_ ملاحظہ ہو: الغدير ج 1 ص 9_11_
- 19_ ملاحظہ ہو : تاریخ طبری ج 3 ص 184_185_
- 20_ ایضا ص 146_
- 21_ أَقْبَلْتُ الْفَتْنَ كَقَطْعِ اللَّيْلِ الْمُظْلَمِ يَتَّبِعُ أَوَّلَهَا آخِرُهَا_ الارشاد ص 97_
- 22_ حلبی نے اپنی سیرت کی کتاب میں حضرت اسامہ کی عمر (18) سال لکھی ہے ، احتمال ہے کہ اس وقت ان کی عمر (17) ، (19) یا بیس سال ہوگی کیونکہ لفظ "قِيلَ" سے یہی مطلب اخذ ہوتا ہے ملاحظہ ہو : السیرۃ الحلبيہ ج 3 ص 207_
- 23_ ملاحظہ ہو : المغازی ج 3 ص 117_
- 23_ سُرِّ إِلَيَّ مَقْتَلُ أَبِيكَ_ ملاحظہ ہو : شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 1 ص 159_
- 25_ یہ جگہ شام کے راستے پر مدینہ سے تین میل (6 کلومیٹر) کے فاصلے پر واقع ہے۔ معجم البلدان ج 2 ص 128
- 26_ ملاحظہ ہو : الملل والنحل شہرستانی ج 1 ص 23 (مقدمہ چہارم کے ذیل میں) یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی (ع) ابن عباس، سلمان ، ابوذر اور مقداد جیسی بعض شخصیات اپنی ذاتی فضیلت اور خاندان رسالت سے متعلق ہونے کے باعث حضرت اسامہ کی سپاہ میں شریک ہونے سے مستثنی تھے۔
- 27_ ملاحظہ ہو : الارشاد ص 96_
- 28_ ملاحظہ ہو : المغازی ج 3 ص 1118_
- 29_ ملاحظہ ہو : الارشاد ص 97_
- 30_ ملاحظہ ہو: الملل والنحل ج 1 ص 23_
- 31_ الطبقات الکبری ج 2 ص 190 والمغازی ج 3 ص 1119_
- 32_ الطبقات الکبری ج 2 ص 190_
- 33_ الارشاد ص 97_

329

- 34_ أَنْتُونِي بِدَوَاةٍ وَصَحْفَةٍ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضَلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا_ البتہ دیگر احادیث میں "أَنْتُونِي بِقَلَمٍ وَ قُرْطَاسٍ: ..." کے الفاظ آئے ہیں جن کا معنی ایک ہی ہے۔
- 35_ الطبقات الکبری ج 2 ص 244_
- 36_ ملاحظہ ہو : بحار الانوار ج 22 ص 475_476_

- 37_ ارشاد ص 100_ 101_
- 38_ ایضا ص 100_ 101_
- 39_ نمج البلاغہ مرتبہ صبحی صالح خطبہ 235 ص 355_ البتہ یاد رہے کہ ترجمہ نسبتاً آزاد کیا گیا ہے۔
- 40_ الارشاد ص 101_